

MR. SHAMS-UD-DIN SIMS,

who is represented by this photograph, relates a very interesting story in connection with his acceptance of Islam. He used to look upon the mosque as a heathen temple in which he thought queer things and idols were adored, and the chief object of worship, he understood, was the sun. He often thought of coming to the mosque to satisfy his curiosity. But his imagination, like that of most of the Britishers, was so fantastic that he was afraid to come. At last his curiosity got the upper hand and led him "to venture," as he described afterwards, "into these fantastic premises." He found, to his astonishment, that the Muslim church was clear of all kinds of images and that the Imam urged in his sermon that our worship should be confined to the Only One God. He was thus able to see how he was labouring, in common with others, under a false conception of the Islamic Faith, which is pre-eminently characterized by the doctrine of the Unity of the Common Creator of all the nations. It was not long before he joined Islam and received a Muslim name (Shams-ud-Din—the Sun of the Faith) that alludes to what brought him into the fold.

He is one of the most enthusiastic Muslims. His natural linguistic aptitude has helped him to learn how to read the Quran in Arabic and also to write Arabic characters. A beautifully written formula of the Faith done in an attractive floral style by our brother, decorates the mantelpiece of the house of the Imam. He cries the call to prayer as often as he happens to be at the mosque and endeavours to show the truth to others. We hope Allah will bless him more and more.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) — بابت ماہ مارچ ۱۹۱۶ء — نمبر (۳)

شذرات

جنوری کا مہینہ انگلستان میں سخت سردی کا مہینہ ہے۔ اور باہر چلنا پھرنا یا زیادہ میل ملاقات بھی نہیں ہوسکتی۔ مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد ووکنگ کی طبیعت بھی اس ماہ میں زیادہ علیل رہی۔ باایں ایک نئی روح اسلام میں داخل ہوئی۔ جس کی رپورٹ حسب ذیل مولوی صاحب کے ۱۹۔جنوری کے خط میں ہے *

"مس ہیری کو چند ماہ سے اسلام سے دلچسپی تھی۔ اس عرصہ میں وہ نہ صرف اسلامک ریویو اور دیگر رسالہ جات کا مطالعہ کرتی رہیں۔ بلکہ دو دفعہ لنڈن سے سفر کر کے ووکنگ تشریف لائیں۔ تاکہ مزید حالات سے آگاہی حاصل کریں۔ آخرش اللہ تعالےٰ نے اس سعید روح کو اسلام جیسی نعمت عظمیٰ نصیب کی اور انھوں نے لنڈن میں نماز جمعہ کے وقت اسلامی مجمع میں اسلام اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ اس خاتون پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ اس کو صراط مستقیم دکھلانے میں ہماری ایک بہن امینہ نے جو ان کی ہمسائی ہیں بڑی سعی کی۔ اور اس کا بڑا ثواب انہی کے حصہ میں لکھا جائے گا۔ انھوں نے اس نومسلمہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور اس کی پاکیزگی کی خصوصیت سے مداح ہیں۔ ان کا نام عفیفہ رکھا گیا

جو ان کے انگریزی نام مریم کا ترجمہ بھی ہے +

عیسٰی ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم۔ موجودہ جنگ نے ہر قسم کے کاروبار کو بہت سا نقصان بھی پہنچایا ہے۔ مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اس کا نتیجہ بابرکت ہی کریگا۔ اور اس میں بہت ملکوں اور قوموں کی بہتری ہوگی۔ سردست ہماری اسلامی مشن کے کام کی مزید توسیع میں بھی کسی قدر رکاوٹ ہی واقع ہوگئی۔ اور ہماری گورنمنٹ اور اس کے حلیفوں کی پوری طاقت بھی اس وقت جنگ میں فتح حاصل کرنے پر ہی صرف ہو رہی ہے۔ اس لیئے ضرور ہے کہ انگریزی پبلک کی توجہ بھی زیادہ تر اسی طرف ہو۔ لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو بیج اس وقت اندر ہی اندر بو یا جا رہا ہے یہ ضائع نہیں جائے گا۔ اور وقت پر اللہ تعالٰی اس کو بار آور کرے گا +

مولوی صدر الدین صاحب ولایت سے اطلاع دیتے ہیں کہ ترجمۃ القرآن انگریزی (جو درحقیقت ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر ہے) کا مسودہ مطبع میں چلا گیا ہے۔ پروفوں کی صحت اور بلاکوں کی تیاری میں غالباً چھ ماہ کا عرصہ اور لگ جائے گا۔ کاغذ کی قیمت جنگ کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔ جس سے خرچ پر بہت اثر پڑے گا۔ اور غالباً جلد بندی کی قیمت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ کتاب کا حجم بھی جس قدر پہلے خیال کیا گیا تھا۔ اس سے زیادہ ہو جائے گا۔ اندریں حالات قیمت پہلے اندازہ سے بہت بڑھ جائے گی۔ جس کا صحیح اندازہ اب طبع پر ہی ہوسکے گا۔ جو صاحب خریدنا چاہیں وہ صرف اپنے ناموں کا اندراج کرا دیں۔ اور یہ بھی اطلاع دیدیں کہ معمولی ایڈیشن خریدیں گے یا لائبریری ایڈیشن +

علقمہ کی موت کی کیفیت

"جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے تو علقمہ کا ذکر چل پڑا جو اُس وقت سخت بیمار تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ علقمہ کا کیا حال ہے۔ عرض کیا گیا کہ حالت خراب ہے اس پر آپ نے اُن کی حالت دریافت کرنے کے لیئے ایک آدمی روانہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد وُہ واپس آیا اور عرض کی کہ علقمہ کی حالت تو نہائیت زار ہے۔ اور ایسی نزع کی حالت میں نہ تو وہ دُعا کرنے کے قابل ہے نہ خدا کی طرف توجہ کر سکتا ہے۔ اس امر کے سننے سے آپ کو نہایت تاسف ہوُا۔ اور دریافت فرمایا کہ کیا علقمہ کی ماں زندہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ زندہ ہے۔ آپ نے ایک خادم کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ اور علقمہ کی ماں سے کہو کہ محمد (صلعم) نے تم کو سلام کہا ہے اور بلایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر بہت بوڑھی اور ضعیف ہوں تو پھر میں خود اُن کے پاس جاؤں گا +

جب رسول اللہ صلعم کا یہ پیغام اس ضعیفہ کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگیں کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کا رسول بُلائے اور میں نہ جاؤں۔ میں فوراً حاضر ہوتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور بیٹھنے اور کچھ دیر دم لینے کے لئے فرمایا۔ جب وہ کچھ دیر دم لے چکیں تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے لڑکے کا کیا حال ہے۔ عرض کی کہ بہت بیمار ہے موت کے دروازہ پر ہے مگر موت آنہیں چکتی۔ اور نزع کی ایسی سخت تکلیف ہے کہ سنگ دل دشمن بھی اس کی اس حالت کو دیکھ کر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نہ زبان سے دُعا و استغفار نکل سکتی ہے نہ خدا کی طرف دھیان لگا سکتا ہے +

اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ تمہارے لڑکے سے ایسا کونسا خطرناک جرم سرزد ہوُا ہے جسکی وجہ سے وہ خدا کے رحم سے اس طرح مہجور پڑا ہوُا ہے۔ حالانکہ خدا کا رحم تو ماں کے رحم سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ اور اُسکی شفقت و محبت اس ماں کی محبت و شفقت سے جس نے تم کو جنا ہے۔ بدرجہا

بڑھ چڑھ کر ہے +

بڑی بی بولیں کہ میرا لڑکا نہایت نیک پرہیزگار متقی پارسا راستباز اور دیانتدار ہے۔ پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔ رات کا زیادہ حصہ اپنے خالق کے آستانہ پر کھڑا رہتا اور اُس کے قدموں پر نہایت عاجزی سے سر کو رگڑتا اور دُعائیں کرتا ہے۔ رمضان کے پُورے روزے رکھتا۔ اس کے علاوہ نفس کشی کے لیئے دوسرے مہینوں میں بھی روزے رکھتا ہے۔ جب روپیہ پاس ہوتا ہے تو سخاوت سے کام لیتا ہے۔ غریبوں کو دیتا محتاجوں کی مدد کرتا۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتا۔ یتیموں کو پالتا ہے۔ نہائت متواضع حلیم اور منکسر المزاج ہے۔ تکبر، شیخی و نمود پاس تک نہیں پھٹکیں۔ ہمسایہ کے مال پر کبھی طمع نہیں کی۔ بلکہ ہمسایوں کے ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ میرا لڑکا قرآن کریم کے تمام احکام کا پورا پورا فرمانبردار ہے"

تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ پھر اُس نے اپنی ماں کو ناراض کیا ہے جس کی وجہ سے وہ باوجود اپنے تمام اعمال صالحہ اور نیکیوں کے خدا کی رحمت سے محجور ہو رہا ہے۔

اس پر علقمہ کی ماں نے عرض کیا کہ ہاں یہ سچ ہے میرا لڑکا اپنی بی بی کو خوش کرنے کے لیئے اکثر میری مخالفت کرتا اور میری ناراضگی کی پرواہ نہ کرتا تھا"

یہ سُن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کر کے ایک بڑا الاؤ لگاؤ۔ جب یہ ہو چکا تو آپ نے فرمایا کہ علقمہ کو لاؤ اور اس الاؤ پر رکھ کر اسے آگ لگا دو جب علقمہ کی ماں نے یہ سُنا تو وہ رونے اور چلانے لگی اور کہنے لگی حضور میرے لڑکے نے آپ کا ایسا کونسا قصور کیا ہے جو آپ اسکو زندہ جلانے لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نیک بخت تیری نافرمانی کر کے تیرا لڑکا سزا کا مستوجب ہو چکا ہے۔ اور وہ جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔ دُنیا کی یہ ناچیز آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں کوئی شئے نہیں۔ پس میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تو اس کا قصور معاف نہ کرے گی تو جو سزا اُس کو مرنے کے بعد ملنی ہے۔ تو اُس کا کچھ حصہ دُنیا میں دیکھ لے اور سمجھ لے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اس لڑکے پر کبھی نازل نہیں ہوتی جو اپنی ماں کو ناراض کرتا اور اُس کے دل کو دکھاتا ہے +

علقمہ کی ماں بولی کہ میں اپنے لڑکے کے قصور کو معاف کرتی ہوں اور خدا کے حضور بھی التجا کرتی ہوں۔ کہ وہ بھی اس کے قصور کو معاف کرے اور اُس پر رحم فرماوے +

جب علقمہ کی ماں اپنے بیٹے کا قصور معاف کر چکی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ صحابہ کے علقمہ کو دیکھنے کو تشریف لے گئے اور اُس کو بالکل آرام و سکون میں پایا۔ علقمہ نے اپنی ماں سے معافی مانگی اور خدا کے حضور دُعائیں کرتا ہوں وفات پاگیا۔ علقمہ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ خود آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ نے کیا۔ اس کو دفن کر چکنے کے بعد حضور علیہ السلام نے ماؤں کی ناراضگی سے لوگوں کو ڈرایا اور فرمایا کہ دُنیا میں ماں سے بڑھ کر کوئی تم پر حق نہیں رکھتا۔ اُس نے تمھیں پیٹ میں رکھا۔ پالا پوسا۔ بڑا کیا۔ تربیت کی اور تمہارے لیئے اپنے تئیں فراموش کر دیا۔ پس جب تم بڑے ہو تو سب سے پہلے تمھیں اپنی ماں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ علقمہ کی حالت تمہارے لیئے مقام عبرت ہے۔ کیا وہ متقی صالح فیاض اور حلیم نہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کا جرم تمام نیکیوں کے مقابلہ میں وزندار ثابت ہوا۔ اور اگر اس کی ماں اسے معاف نہ کر دیتی تو وہ آخرت میں سزا کا مستوجب ہو چکا تھا۔ پس میرے عزیزو اس کو یاد رکھو اور اپنے بچوں کو سکھاؤ کہ وہ اپنے ماں باپ کے بڑھاپے میں ان کی پرورش کریں۔ ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آویں اور کبھی اُن سے سخت کلامی نہ کریں۔ اگر ایسا کروگے تو تمہارا کوئی نیک عمل خدا کی درگاہ میں مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ جنت تمہاری کے قدموں کے تلے ہے۔ (راقمہ مسز خدیو جنگ صاحبہ۔ حیدر آباد دکن۔ ہندوستان)

رحمۃ للعالمین

ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین

(اور ہم نے تمکو نہیں بھیجا۔ مگر سارے جہان کیلیئے رحمت)

(از قدوائی)

۱۹۱۳ء میں جب مجھے پہلی مرتبہ مقام خلافت کی زیارت کا اتفاق ہوا تو میرے ہم مذہب بھائیوں نے دلی جوش کیساتھ میرا خیر مقدم کیا۔ اور سلطنت کے اعلےٰ سے اعلےٰ ارکان نے مجھے بارشرف یابی بخشا۔ چنانچہ شیخ الاسلام اور قاضی عسکر کی خدمت میں بھی حاضر ہؤا پھر اکسلنسی

محمود آفندی اُس وقت قاضی عسکر تھے۔ اب یہی سنتا ہوں کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ وہ ایک بڑے فاضل شخص تھے۔ اور گو میں نے ان کو ایک طرف سے کھلے لباس میں اور سر پر عمامہ رکھے ہوئے پایا۔ مگر وہ آج کی یورپ کی دُنیا سے بخوبی واقف تھے۔ اور نپولین تک کے بعض جنگی اصُول پر تنقید کرنے کے لیئے تیار رہتے تھے۔ گو آپ عمر رسیدہ تھے۔ مگر بناوٹ میں مضبوط اور تندرست اور توانا نظر آتے تھے۔ اور تمام بڑے بڑے اسلامی مذہبی پیشواؤں اور فاضلوں کی طرح ایک سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اُن کا مکان بہت ہی صاف تھا۔ اور ایسا ہی اُن کی نشست گاہ۔ مگر اُن کا سامان حد درجہ کا سادہ تھا۔ ایک پھُوس کی صاف چٹائی پر دو پلنگ بچھے تھے۔ دیواروں پر کسی قسم کی آرائش نہ تھی صرف ایک تصویر کی چوکھٹ تھی۔ اور اُس اکیلی چوکھٹ میں جو کہ سارے کمرے بلکہ سارے مکان کی زینت کا باعث ہو رہی تھی کیا تھا۔ وہی قرآن کی آیت جس کو میں نے عنوان میں نقل کیا ہے۔ وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین ٭

کیا ایک بشر کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی عزت کا خطاب ہو سکتا ہے۔ کیا اس سے بڑا اور اعلےٰ مقصد کوئی انسان اپنے آگے رکھ سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو سارے جہانوں کے لیئے رحمت ثابت کر کے دکھائے۔ ہاں اُس خدا نے جو انسانوں کی فطرتوں اور ان کی استعدادوں سے واقف ہے۔ وہ جو مخلوق کے لیئے سراپا رحمت اور محبّت ہے۔ اسی نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس خطاب کا مستحق سمجھا۔ اُسی نے آنحضرتؐ کے سامنے یہ مقصد عالی رکھا۔ کہ وُہ اپنے آپ کو نہ صرف اس جہان کے لیئے بلکہ کل جہانوں کے لیئے رحمت ثابت کریں ٭

وہ محبت جو مُسلمانوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جن کو وہ خدا کا محبُوب اور نبیوں کا خاتم یقین کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ آپ کو اس دُنیا میں ظاہر ہوئے تیرہ صدیاں گذر چکیں۔ دُنیا نے بے شمار تغیرات اور انقلابات دیکھے۔ اور اس کے وقت سے بُہت آدمی ہاں بُہت بڑے بڑے انسان دُنیا میں ہوئے اور گذر گئے۔ جیسا کہ اس وقت سے پہلے بھی ہوئے اور گذر گئے۔ اس کے وہ مخلص اور وفادار صحابہ بھی جنھوں نے اس کے لیئے اپنی جائیدادوں کو چھوڑ دیا ایسے وقت میں جبکہ ہر طرف مصائب اور تکالیف اس کو پہنچائی جارہی تھیں۔ جنھوں نے اُس کی حفاظت کے لیئے اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔ جو اپنے بچوں اور اپنے

وطن سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتے تھے وہ بھی سب گذر گئے۔ حضرت موسےٰ کے پیروؤں نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ تم خود ہی جا کر جنگ کرو۔ حضرت عیسےٰ کے پیروؤں نے خود حضرت عیسےٰ کو پکڑوا دیا۔ اور چند روپیوں کے عوض اپنے آقا کو بیچ ڈالا۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وہ مقدس انسان تھے جنھوں نے پہلے دن سے جب وہ آپ پر ایمان لائے آخر دن تک صدق اور وفاداری کا وہ کامل نمونہ دکھایا۔ جس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ وہ ہجرت کا واقعہ جو دُنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادرہے گا۔ جہاں سے اسلامی سنہ شروع ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایک رفیق ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھا۔ اور اس ایک رفیق کے ساتھ آپ مکہ سے نکلے جبکہ کل کے کل لوگ آپ کے قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہوئے تھے اور اپنے کارندے اس غرض کے لیئے متعین کر چکے ہوئے تھے۔ اور جب ایک رفیق نے اس تنہائی کی خطرناک گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا تو آپ کا ایک دوسرا رفیق علیؓ آپ کے بستر میں لیٹ گیا۔ اور آنحضرت کی چادر کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ تاکہ قاتلوں کی وہ تیز اور خونخوار تلواریں جو انھوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے تیار کی تھیں اس کے جسم پر اپنا کام کریں +

آب نہ علیؓ ہے اور نہ ابوبکرؓ اور وہ سیکڑوں اور ہزاروں وفادار صحابہ جنھوں نے علیؓ اور ابوبکرؓ کی طرح اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور تلواروں کے سامنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیئے ڈھال بنا دیا وہ بھی سب گذر گئے۔ اب اسلام عرب کے بیابان تک محدود نہیں۔ نسل انسانی کی قریباً ایک چوتھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نام لیوا ہے۔ دُنیا نے بھی اُس وقت سے بہت ترقی کی ہے اور بہت بڑھ گئی ہے۔ پرانی دُنیا کے ساتھ ایک نئی دُنیا اور نمودار ہو گئی ہے سائنس کی ترقیات اس زمانے سے لے کر آج کہیں کی کہیں پہنچ گئیں ہیں۔ ہمارے زندگی کے سامان ترقی کر گئے ہیں۔ اور خیالات نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ مگر ایک بھی مسلمان ایسا نہیں جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی محبت نہ ہو جو اُن مسلمانوں کو تھی جنھوں نے اس مقدس انسان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یا جو اُس کے زمانے کے بعد آئے۔ چین میں تلاش کرو یا اسٹریلیا میں یورپ میں یا ایشیا میں۔ نئی دنیا میں یا پرانی میں۔ ایسے مسلمان کا وجود نہ پاؤگے لارڈ ہیڈلے اسی طرح اس سے محبت کرتا ہے جس طرح ہارون رشید کرتا تھا۔ ہارون رشید اسی طرح

ایسے ہی محبت کرتا تھا جیسے آپ کے وفادار صحابی۔ زمانہ اس محبت میں جو کہ مسلمانوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے کسی طرح کم نہیں کر سکا۔ ملکی حدبندیاں بھی اس محبت کو کم نہیں کرتیں۔ عیسے اور موسے کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی مشرق کے رہنے والے تھے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ مشرق اور مغرب مل نہیں سکتے۔ لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جیسے مغرب کا مسلمان ویسے ہی مشرق کا مسلمان۔ اس لاتبدیل وفاداری اور محبت اس بےنظیر اخلاص کی جس پر نہ ملکوں کی حدبندیوں کا اثر ہے نہ زمانہ اپنا کوئی اثر دکھاتا ہے۔ کیا وجہ ہے صرف یہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو کل جہان کے لیئے رحمت ثابت کر دکھایا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قریباً سب کے سب نبیوں اور بڑے آدمیوں کی عزت اُن کے ہمعصروں میں کم ہوئی ہے۔ اور بعد کی آنے والی نسلوں میں زیادہ حضرت مسیح کی زندگی کے مطالعہ سے اسکا خوب ثبوت ملتا ہے۔ جتنے جتنے لوگ اس کے زمانہ کے قریب تھے اسی قدر کم اُنھوں نے اسکی عزت کی۔ اسی لیئے انھیں خود بھی یہ شکایت کرنی پڑی کہ نبی کی عزت اپنے وطن اور اپنے گھر میں نہیں ہوتی۔ آخر تک وہ اپنی قوم کی ایذاؤں کا شکار رہا۔ اوروں کو چھوڑو اس کے اپنے حواری جو سب سے بہتر اس کے حالات سے واقف تھے اور گھر بار بھی چھوڑ چکے تھے وہ بھی اسکی خاطر نہ صرف تکلیف اُٹھانے سے ہی گریز کرتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ اُنھیں میں سے ایک کا کام تھا کہ اُسے دشمن کے ہاتھ پکڑوا دیا۔ خود پطرس نے اُس کا انکار کیا۔ حضرت مسیح کی وفات پر ایک لمبا عرصہ گذر گیا۔ جب اس کی سادہ اور نیک زندگی کے اردگرد کہانیاں جمع کر کے اُسے ایک راز کی صورت بنا دیا گیا۔ جب مشرکوں کے اعتقادات لے کر یسوع کے نام کے ساتھ اُن کو وابستہ کر دیا گیا تو انسان مسیح جو لوگوں میں کسی بڑی محبت کا جذبہ پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ اور مسیح نبی اللہ جو اپنے مقصد کی تکمیل نہ کر سکا۔ اور جسے کہنا پڑا کہ تسلی دھندہ نسل انسانی کی ہدائیت کے لیئے اور خدا کی بادشاہت میں داخل کرنے کے لیئے آئے گا۔ اُس انسان اور نبی کی بجائے ایک فرضی خدا کا بیٹا بنایا گیا۔

مسیح موسے کی طرح ایک اسرائیلی نبی تھے۔ اور ان کے مشن کا دائرہ بھی اسی طرح محدود تھا مگر ان سب تغیرات کے ساتھ اُس کے مشن کو بھی عمومیت کا رنگ دیا گیا۔ لیکن ایک عام مذہب

ہونے کے لیئے عیسائیت کس قدر ناموزون تھی۔ اس کی شہادت تاریخ سے ملتی ہے۔ جبتک لوگ صرف اس انسان کے بنائے ہوئے مذہب کی پیروی کو ضروری سمجھتے رہے۔ اُس وقت تک وہ کسی اعلےٰ حالت پر نہیں پہنچ سکے۔ بلکہ اخلاق میں تمدن میں۔ ملکی رنگ میں اور علمی رنگ میں ایک گری ہوئی حالت میں رہے۔ خود ان کے مذہب کی بنیاد ایک غیر معقول بات پر تھی وہ یقین کرتے تھے۔ کہ گناہ کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کہ عورت سخت مجرم ہے۔ کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہے۔ کہ خدا کے ہاں بھی بیٹا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا اس قسم کی بہت سی غیر معقول باتوں پر اُن کے مذہب کی بنیاد تھی۔ ایسا ہی مذہب کی تمدنی بنیاد بھی کسی عمدہ اصول پر نہ تھی۔ مجردانہ زندگی کو اچھا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس طرح پر ماں اور باپ کا مرتبہ نظروں میں گرایا گیا۔ ذہانت کُند ہو گئی۔ علمی تحقیق کے محرکات کم کیئے گئے۔ توہم پرستیاں پھیلائی گئیں مسیح کی نبوت کی بنیاد ایسی کہانیوں پر رکھی گئی۔ جن میں عجوبہ باتوں اور معجزات کا ذکر ہو۔ جب تک عیسائی لوگ کلیسیا کی حکومت کے ماتحت رہے وہ ایک تاریکی کی حالت میں رہے اور تہذیب کے ادنےٰ مقام سے آگے نہیں بڑھ سکے عقل و فکر سے کام لینے کے زمانہ کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے جب کلیسیا کا ستارہ غروب ہو گیا۔ آج یورپ اور عیسائیت اپنی تہذیب پر فخر کرتے ہیں لیکن مشرقی نکتہ خیال سے وہ مقام انسان کے نفس کی تہذیب اور تکمیل انسانی کا اعلےٰ مقام نہیں اور آج اس جنگ میں جو بعض خطرناک امور کا اظہار بعض عیسائی اقوام سے ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تہذیب کا اثر حقیقت میں یورپ کے دلوں پر کچھ نہ تھا۔ مگر وہ ترقی کی حالت جس پر موجودہ تہذیب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ بھی کلیسیا کے ساتھ خطرناک جھگڑوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور آج عیسائی مذہب کے بنیادی سربستہ راز پر ایمان رکھنے والے لوگوں میں سے نیم لوگ کثرت سے نکل گئے ہیں۔ یورپ آج اپنی ترقی پر فخر کر سکتا ہے۔ وہ یہ فخر کر سکتا ہے کہ اس کی حکومت بہت سے بڑا عظموں پر ہے۔ لیکن ان باتوں کے لیئے وہ عیسائیت یا کلیسیا کا ممنون احسان نہیں

اب تاریخ اسلام پر نظر دوڑاؤ تو معلوم ہوگا۔ کہ جتنے جتنے مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے نزدیک تھے۔ اور جس قدر زیادہ انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اسی قدر زیادہ اُنھوں نے ہر پہلو سے ترقی کی یعنی اخلاقی پہلو۔ تمدنی پہلو۔ ملکی پہلو

اور علمی پہلو کے لحاظ سے ان کا تنزل شروع نہیں ہوا۔ جب تک کہ وہ اسلام سے دور نہیں جا پڑے۔ ایک وقت وہ دُنیا کی سب سے زیادہ مہذب تعلیم یافتہ قوم تھے۔ درمیانی زمانوں میں صرف وہی اکیلے علم کی مشعل کو روشن کرنے والے تھے۔ جب یورپ پر ایک سخت ظلمت محیط تھی جسقدر زیادہ اُنھوں نے اسلام سے محبت کی اسی قدر تہذیب میں بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دنوں میں عرب کی آبادی گویا کامل انسانوں کا ہی مجموعہ تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع خدا کی سلطنت کو زمین پر لائے۔ اس طرح پر کہ آپ نے ایک ایسا نمونہ قائم کیا۔ جو بہترین اور کامل ترین نمونہ اپنے وقت کے لوگوں کے لیئے اور ان لوگوں کے لیئے ہوا جو اُن کے پیچھے آنے والے تھے مسلمانوں کی کامیابی کا حقیقی راز جبتک کہ وہ مسلمان رہے سوائے اسکے کچھ نہیں تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل سے کامل اور اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ تھے۔ اسکے بالمقابل یورپ کے دانا ہمیشہ چلاتے رہے ہیں۔ اور ابتک چلاتے رہے ہیں کہ اس دُنیا کی ترقی اُن زنجیروں اور روکوں کو کاٹ دینے پر منحصر ہے جو عیسائیت نے قوائے عقلی کے نشو و نما پر ڈال رکھی ہیں۔ مگر اسلام کے دانشمند فرزند آج بھی اپنے ہم مذہبوں کو یہی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیئے بہترین نمونہ سمجھیں اور ایسی ہی زندگی کو اختیار کریں۔ جیساکہ زمانۂ نبوت میں مسلمانوں کی تھی۔ کیوں اس لیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو دُنیا کے لیئے رحمت ثابت کیا۔

نہ زمانہ ماضی میں دنیا میں کوئی ایسا شخص ہوا اور نہ آج دُنیا میں موجود ہے۔ جس کی زندگی کے اندرونی اور خانگی پہلوؤں کی نہایت باریک تفصیلات پبلک کے سامنے کھول کر رکھی گئی ہیں اور نہ صرف اپنے ہمعصروں اور ہموطنوں کے سامنے بلکہ ہر زمانے ہر ملک کے کروڑ در کروڑ انسانوں کے سامنے اور جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نسل انسانی کے لیئے نمونہ بننے کے قابل ثابت ہوا ہو۔ وہ روایات جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ذریعہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ ہم کو پہنچی ہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اندرونی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اور اُن میں سے ایک ایک اور وہ سب کی سب اس انسان۔ ہاں فخر نوع انسان کی عزت کو ہمارے دلوں میں بڑھاتی ہیں۔ پس وہی لفظ کے حقیقی معنے کی رُو سے جہانوں کے لیئے رحمت ثابت ہوا۔

قریباً تمام مذاہب حتیٰ کہ بدھ اور یسوعؑ کے پیروؤں نے اپنے نبیوں کو خدا بنا دیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یہی کہا انما انا بشر مثلکم۔ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں بایں کوئی شخص ایسا نہیں جس کی محبت انسانوں کے دلوں میں اس خالص بشر سے بڑھ کر ہو کیوں اس لیئے کہ یہ بشر جہانوں کے لئے رحمت ثابت ہوا۔

پھر تمام نبیوں نے اپنے نبوت کے دعوے کی بنیاد معجزات پر رکھی اور حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بہت بڑھ کر تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے پیروؤں نے بھی روحانی طاقت کے بڑے بڑے معجزات دکھلائے ہیں۔ لیکن آپ نے اعلان یہی کیا کہ میرا دعوےٰ نبوت کی بنیاد میری تعلیم کا کمال ہے۔ نہ معجزات کا دکھانا۔ لیکن جن لوگوں کے بڑے بڑے معجزات مشہور کیئے جاتے ہیں ان میں سے کون ہے جس نے نسل انسانی کے دلوں میں اتنی محبت پیدا کی ہو جتنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ کیوں؟ اس لیئے کہ آپ کی تعلیم اپنے اندر کمال رکھتی تھی۔ اور آپ کا وجود واقعی جہانوں کے لیئے رحمت تھا۔

لوگ آج اُن باتوں پر ہنستے ہیں جن کو مختلف قوموں نے معجزات کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ موسےٰ اور مسیح کے معجزات کو بھی کہانیاں کہا جاتا ہے۔ لیکن وُہ معجزہ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ کہ سارے جزیرہ نمائے عرب کی کایا ایک قلیل عرصہ میں پلٹ دی اور ذلیل سے ذلیل حالت سے نکال کر اعلےٰ سے اعلےٰ حالت پر پہنچا دیا۔ اس کا آج کوئی متشکک بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ایک مشہور متعصب عیسائی مصنف سر ولیم میور نے اس انقلاب کا اقرار جو درحقیقت دُنیا کے اعظم ترین معجزات میں سے ہے۔ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ایک ایسے وقت سے جس کا پتہ تاریخ بھی نہیں دیتی۔ مکہ اور سارا جزیرہ نما رُوحانی موت کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ یہودی عیسائی یا فلسفیانہ تحقیقات کے چھوٹے چھوٹے اور عارضی اثرات عرب کے دلوں پر ایسے ہی تھے جیسا کہ ایک جھیل کے ساکن پانی کی سطح پر کوئی ہلکی سی لہر نمودار ہو جائے۔ نیچے سب سکون اور بے حرکتی کی حالت میں رہے۔ لوگ توہم پرستی میں ظلم اور بدکاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ایک عام رواج تھا کہ سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیواؤں کو اپنی زوجیت میں لے لیتا جو باقی جائیداد کے ساتھ مال کی طرح بطور ورثہ اُس کو پہنچ جاتی۔ تکبر اور

افلاس نے اُن کے درمیان دخترکشی کی رسم کو جاری کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہندوؤں میں کر دیا۔ اُنکا مذہب ایک بڑی موٹی بت پرستی تھی اور اُن کا ایمان بعض نہ دیکھی ہوئی ہستیوں کا توہم آمیز خوف تھا۔ جن ہستیوں کی خوشی کو وہ حاصل کرنا چاہتے اور جن کی ناراضگی کو دُور کرنا چاہتے تھے اور ایک حاکم کل باری تعالےٰ کی ہستی پر۔ فی الواقع اُن کا کوئی ایمان نہیں تھا۔

زندگی بعد الموت اور نیک اور بد کی جزاء، اعتقادات افعال کے محرکات ہونے کے رنگ میں عملاً مفقود تھے۔ تیرہ سال ہجری سے پہلے مکہ اس ذلت کی حالت میں مردہ پڑا ہوا تھا۔ مگر ان تیرہ سالوں نے کیسا زندگی کا انقلاب پیدا کیا۔ کئی سو انسانوں کا ایک گروہ ایسا تھا۔ کہ اُس نے بُت پرستی کو ترک کر دیا۔ اس کی جگہ ایک خدا کی عبادت اختیار کی اور اس ہدایت کے لئے اپنے آپ کو کامل طور پر فرمانبردار بنا دیا۔ جس کو وہ خدا کی طرف سے وحی یقین کرتے تھے۔ وہ بار بار اور جوش کے ساتھ قادر مطلق سے دعائیں کرتے تھے۔ معافی کے لئے اسی کے رحم کیطرف نظر اُٹھاتے اور یہ کوشش کرتے کہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ سخاوت پرہیزگاری اور انصاف کی پیروی اختیار کریں۔ وہ اب خدا تعالےٰ کی کامل طاقت اور اپنے چھوٹے سے چھوٹے کاموں میں اسی کی ربوبیت کے احساس کے نیچے زندگی بسر کرتے تھے۔ قدرت کے تمام عطیات میں زندگی کے تمام رشتوں میں اپنے انفرادی اور قومی کاموں کے ہر ایک پہلو میں وہ خدا کے ہاتھ کو کام کرتا ہوا دیکھتے اور سب سے بڑھ کر یہ نئی زندگی جس میں وہ خوش تھے اُسے وہ خاص فضل کا نشان سمجھتے تھے اور اپنے اندھے ہموطنوں کے کفر کو خدا کی طرف سے سخت دلی کی مہر یقین کرتے تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اس زندگی کے پہنچانے والے تھے۔ اور خدا کے نیچے اُن کی امیدوں کا سرچشمہ تھے۔ اور آپ کے سامنے وہ بلا عذر سر تسلیم خم کرتے تھے۔"

صرف عرب ہی نہیں بلکہ ساری دُنیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور نمونہ کے اثر کے نیچے آئی ہے۔ آپ نے ایک ہمیشہ تک رہنے والا اثر نسل انسانی کے ہر ایک ملک کے لوگوں کی زندگی پر اور اُن کی زندگی کے ہر پہلو پر چھوڑا ہے۔ آپ نے عورتوں کو وہ حقوق دیئے جو کبھی پہلے انکو حاصل نہ ہوئے تھے۔ اور آج تک بھی یورپین، اور عیسائی ممالک میں حاصل نہیں ہوئے آپ نے اُن کو اس الزام سے بری ٹھیرایا کہ وہی نسل انسانی کی گناہ کا موجب ہیں۔ آپ نے والدین کیلئے

ادب کی تعلیم دی۔ آپ نے غلاموں اور مزدوروں کی حیثیت کو وہاں تک پہنچایا۔ کہ آج یورپ کے جمہوری ممالک میں بھی وہاں تک نہیں پہنچے۔ آپ نے ساری نسل انسانی کو ہر ایک قوم اور رنگ اور خیالات کے پردوں اور عورتوں کو خواہ وہ دُنیا کے کسی حصے میں ہوں ایک ہی زنجیر میں منسلک کیا۔ اُس زنجیر میں جس کو حبل اللہ کہکر آپ نے یہ بتا دیا۔ کہ آپ سارے انسانوں کے لیئے ایک ہی سلسلۂ اخوت قایم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں آج امریکہ جیسے جمہوری خیالات کے عیسائی ملک میں کالی قوموں کے لیئے ایک ماریپیٹ کا قانون بھی موجود ہے۔ جہاں آج یورپ کی تہذیب میں یورپین اور غیر یورپین کے لیئے علیحدہ علیحدہ حقوق تجویز کئے جاتے ہیں۔ اور اُسکی تعلیمی درس گاہوں میں بھی رنگ کا سوال اُٹھایا جاتا ہے۔ جہاں سارے عیسائی ممالک کی نجات کا انحصار صرف ایک مسیح کے خون پر رکھتے ہیں اور اعمال ہیچ ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ صدیاں بیشتر نہ صرف ہر ایک قوم اور ملک سفید و سیاہ کو یکساں ملکی اور تمدنی حقوق عطا فرمائے۔ بلکہ نجات کے دایرہ کو بھی وسیع کر کے ہمیشگی کے جہنم سے آخر سب ہی قوموں کو باہر نکالا۔ اور کسی کے نیک اعمال کو محض ردّی کی طرح نہیں ٹھیرایا۔ بلکہ ہر ایک نیک کام کا نیک پھل بتایا۔ خدا کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں اس فخر نوع انسان پر نازل ہوں جو تمام دُنیا کے لئے رحمت ثابت ہؤا۔ اور جس کے لیئے خدا نے فرمایا "وما ارسلناک الا رحمة للعٰلمین"۔

اسلامی دستور العمل

از لارڈ ہیڈلے

حمد باری تعالیٰ۔ شکر گذاری۔ دُعائے استقامت وہدایت۔ اسلامی عبادت کے لب لباب اور جزو اعظم سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں ظاہری رسم و رواج کا نام تک نہیں ہوتا۔ اور میرے نزدیک مذہب کی سچائی کی سب سے بہترین شہادت مساجد کی بیحد سادگی میں پائی جاتی ہے۔ جہاں کوئی شئے خیالات کو قطعاً پراگندہ نہیں کر سکتی۔ اور اُس خالق حقیقی کے قرب

حاصل کرنے کے لیئے کسی بیرونی امداد کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ نماز کے بارہ ارکان سے جس قدر عجز و انکسار اور اطاعت اللہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سے باطنی اور روحانی فضل کا کھلا کھلا اور آشکار نشان ہویدا ہوتا ہے۔ اور اسی فضل کی برکت سے ہم میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ کہ اس زندگی کے ہر شعبہ۔ ہر موقع اور ہر حالت میں ہم اُس مالک حقیقی کی حمد و شکر گذاری کریں۔ اور اُس سے امداد کے خواہاں ہوں۔

ہاں اگر ہمارے دِل میں خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور تڑپ ہے تو ہم خواہ کسی حالت میں ہوں۔ لیٹے۔ کھڑے۔ بیٹھے۔ رکوُع یا سجوُد میں ہماری دُعائیں ضرور سُنی جائیں گی۔ اور ہم قبولیت کے درجہ کو بلاشبہ حاصل کریں گے۔

میرے خیال میں مساجد کی پنجوقتہ نماز کے علاوہ گھروں میں بھی عبادت اور دعاؤں کی بُنیاد ڈالنی چاہیئے۔ جہاں کہ دن میں دو مرتبہ اہل خانہ اکٹھا ہو کر عبادت میں شریک ہو سکیں۔ اس طرح ذاتی طور سے حمد و صلوٰۃ کا سلسلہ ضرور جاری ہونا چاہیئے۔ اور یہ فعل ازخود تہِ دل سے سرزد ہونا چاہیئے۔ اور اس میں کسی قسم کے جبر یا ارادہ کا دخل نہو۔ ہر ایک انسان کی رُوحانی زندگی کا یہ خاصہ ہونا چاہیئے۔ کہ صُبح اُٹھتے ہی اُس کے مُونھ سے الحمد للہ کی صدا بے لخت نکل پڑے۔ اور پھر ان الفاظ کا سرور تمام دن باقی رہے۔

میرے خیال میں خانگی عبادت اس طرح شروع کرنی چاہیئے۔ کہ اوّل قرآن مجید کی کوئی سورت یا چند آیات تلاوت کی جائیں۔ بعدہٗ مشہوُر و معروف اسلامی دُعا پڑھی جائے۔ الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالك یوم الدین ایاك نعبد و ایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس کے بعد اور دعائیں کی جائیں اور اختتامی دُعاء کے قبل شکریہ اور استقلال و استقامت کی دُعا کیجاوے جو اس طرح ہو "اے میرے پیارے خدا تو بہت ہی قریب اور نزدیک تر ہے۔ تو ہر جگہ تاریک رات اور چمکتے ہوئے دن میں صراط مستقیم پر چلانے اور رہنمائی کے لیئے موجود ہے" بعدازاں سب سے آخری اور اختتامی دُعا یوں ہو سکتی ہے۔ کہ "اے خداوند خدا چونکہ بغیر تیرے ہم تجھے خوش کرنے کے

قابل نہیں ہو سکتے۔ اس لیئے اپنے فضل و کرم سے یہ بخش کہ تیری روح القدس ہر امر میں ہمارے دلوں پر حکومت اور ہماری رہنمائی کرے"۔

مؤخر الذکر دُعاء عیسائی مذہب کی دُعاء ہے جس کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے کہ "ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے"۔ اصل دُعا نہایت اچھی دُعاء ہے اور ایک مسلمان بھی مانگ سکتا ہے اسکا خاتمہ موردِ اعتراض نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ بالکل غیر ضروری اور بے فائدہ ہے۔ ہم اپنی التجا اپنے خالق اور اپنے مالک کے حضور پیش کرتے ہیں۔ جو کہ سب سے اعلےٰ اور سب سے اوّل ہے۔ جب ہم اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں تو اسکی کیا ضرورت ہے کہ کسی اور کا نام اس کے درمیان لیا جاوے۔ جب ہم اپنے خالق کے پاس جاتے ہیں۔ اور اُس کا قرب تلاش کرتے ہیں تو ہم کسی مخلوق کا نام کیوں لیں۔ ہاں جب کبھی برگزیدہ نبیوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی حضرت موسےٰ۔ جناب مسیحؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا نام آتا ہے تو ہم ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ بزرگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مقدس پیغام اور ہدایات لے کر نازل ہوئے۔ اس جگہ اسلام ہی کا منوّر چہرہ چمکتا ہے۔ کیونکہ اسلام یہ بتلاتا ہے کہ ایک بندہ یا مخلوق اپنے خالق کا قرب بغیر کسی دُنیوی شفاعت یا دستگیری کے حاصل کر سکتا ہے جس وقت ہم اپنے مقدس نبی کا نام لیتے ہیں تو بے ساختہ درود پڑھتے ہیں۔ اِسی طرح ہم حضرت مسیحؑ اور دیگر انبیاء سابقین کو عزت اور تعظیم و تکریم سے یاد کرتے ہیں۔ اسلام انسانی کمزوریوں اور الہام الٰہی کی ضرورت کو اس قدر سمجھتا اور پہچانتا ہے۔ کہ وہ اُن میں بالکل امتیاز یا علیحدگی نہیں کر سکتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے آخری اور جلیل القدر نبی ہیں اور آپؐ کی ستودہ علی زندگی اور حمید خصائل کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کی مرضی زمین پر ظاہر ہوئی اور ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اگر ہم اُن اعلےٰ اور ارفع نمونوں پر چلنے کی کوشش کریں جو آنحضرت صلعم نے ہمارے لیئے چھوڑے ہیں۔ تو ہم بالضرور قادر مطلق کی مرضی پُوری کریں گے۔ ہمیں اپنی دعاؤں کے اخیر میں یہ کبھی کہنے کا وہم بھی نہیں گذرتا کہ "ہمارے خداوند محمدؐ کے وسیلے سے"؟ کیونکہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ جس وقت کوئی شخص خدا تعالےٰ کے حضور عرض گذرانتا ہے۔ خدا اُس کی سُنتا ہے۔ یہ بات کس قدر تجربہ ہی

کہ قادر مطلق کا قرب صرف ایک شفیع یا درمیانی کے ہی ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام۔ جناب مسیح ناصری اور آنحضرت صلعم نے اپنا اپنا پیغام پہنچا دیا۔ لیکن خدا تعالےٰ ہی اپنے بندوں کی سُنتا اور اُن کو تسلی بخشتا ہے *

اسلامی نماز کا فلسفہ

نمبر (۲)

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ نماز کے مقررہ اوقات بذات خود اپنے اندر ایک خاص فلسفہ رکھتے ہیں۔ یہ اوقات معینہ نماز کے لیئے نہایت ہی موزون اور مناسب ہیں۔ اور انسان کی سرشتِ عبودیت کے لیئے ایک قسم کا معیار اور محک ہیں۔ علاوہ بریں انسان کی اپنی چال چلن درست کرنے میں پوری امداد کرتے اور اس امر کی تعلیم دیتے ہیں۔ کہ ہر موقع اور ہر آن صُبح اور شام دن اور رات انسان اپنے فرائیض کو مدنظر رکھے۔ اپنے وقت کا موازنہ کرے۔ اور اپنے ہر ایک کام میں پابندی وقت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اور اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیئے ہر وقت چُست و ہوشیار رہے *

ایک مسلم کتنا ہی دلچسپ اور خوش گوار کام میں مشغول ہو۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے۔ اور بخلاف گرجے کے گھنٹے کی بے معنی اور کرخت آواز یا صدائے ناقوس کے مؤذن کی بلند اور دلکش اذان کی آواز اللہ عزّوجل کی حمدو ستائیش کرتی ہوئی گونجتی ہے اور ایک سچّے مسلم کو حی علی الصلواۃ اور حی علی الفلاح یاد دلاتی ہے۔ اس وقت سب کے سب اپنا فرض منصبی سمجھ کر نماز کے لیئے چل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور نماز کو تمام مشاغل اور دلچسپیوں پر ترجیح دیتے ہیں اور مؤذن اذان دیتے وقت اپنے کانوں کو اس لیئے بند کر لیتا ہے۔ کہ اپنے بھائیوں کو نماز کی طرف بلاتے وقت کوئی دُوسری آواز مثلاً ریل گاڑی کی کھڑ کھڑاہٹ یا ہوائی جہاز کی سنسناہٹ اُس کے اس کار منصبی میں خلل انداز

اور باعث انتشار نہ ہو۔ اور جب وہ موذن کی پکار اور اس فریضہ کی آواز سنتے ہیں جو اُن کو قادر مطلق خداکون و مکان کے فرمانروا۔ یوم حساب کے مصنف اعلےٰ بادشاہوں کے شاہنشاہ۔ قدوس اور پاک جل شانہٗ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو پکارتی ہے۔ توکیا اُنکو زیبا ہے کہ اُس معبود حقیقی کے رُوبرو میلے اور گندے ہاتھ مُنہ لیکر حاضر ہوں۔ حالانکہ جب وہ دنیا کے ایک معمولی افسر یا حاکم کے سامنے جاتے ہیں تو اپنے جسم اور لباس کی صفائی کا بہت ہی خیال رکھتے ہیں۔ شارع اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جسمانی طہارت قدرتاً روحانی پاکیزگی کا ایک جزو لاینفک ہے۔ دیگر مذہبی معلموں نے بھی طہارت کا درجہ خدا پرستی کے بعد رکھا ہے۔ لیکن اُنھوں نے اور اصولوں کی طرح اس کو بھی صرف چند ہدایات پر اکتفا کر دیا اور ان کو عملی صورت میں لانے کا کوئی طریقہ قطعاً اختیار نہیں کیا لیکن آنحضرت صلعم نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے جس طرح قواعد مرتب کیئے ہیں اُسی طرح اُن کو عملی صورت میں بھی برت کر ہمارے لیئے نمونہ پیش کیا ہے۔ مُسلمانوں کے نزدیک طہارت جسمانی اور روحانی مذہبی فریضہ میں داخل ہے۔ چنانچہ غسل کے لیئے بھی خاص ارکان مقرر کر دیئے ہیں۔ اور ایک ٹب میں محض غوطہ لگا لینے سے کوئی شخص پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ دیگر ارکان کو بھی خاص طور پر مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ تاکہ جسم واقعی پاک اور صاف رہے۔ غسل کے ساتھ لباس کی پاکیزگی اور تندرستی اور سائنس کے رُو سے بھی صفائی کا معقول لحاظ رکھا گیا ہے

الغرض جب مُسلمان نماز کے واسطے جاتے ہیں تو پہلے وضو کر لیتے ہے۔ یعنی جسم کے وہ جو حصے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اچھی طرح دھوئے جاتے ہیں۔ بند اور گندے پانی میں نہیں بلکہ صاف و شفاف اور بہتے ہوئے پانی میں۔

اس طرح مسلمان پاک صاف دل تازہ اور مطہر جسم کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ جب مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے یا قرآن پاک کو چھُونے کے لیئے جسمانی طہارت لازمی ہے تو ایک مسلمان اپنے دل میں فطرتاً یہ محسوس کرتا ہے کہ اُس خالق حقیقی کے حضور میں حاضر ہونے کے لیئے صفائی قلب اور پاکیزگیٔ دل کی کس قدر ضرورت ہے۔ مسلمان اس بات کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ سوائے خدا تعالےٰ کے کسی اور سے مدد نہیں طلب کر سکتے۔ پس ہر حالت میں خواہ وہ

پاک ہوں یا نہ ہوں۔ اُسی ایک معبود کے آگے سر جھکانا ہے۔ یعنی اُن کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُس کے سامنے جسمانی طہارت کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے۔ اور اپنے دلی خیالات کا اظہار صفائی کی حالت میں کرنا چاہیئے۔ الغرض وضو سے جس طرح ظاہری صفائی ملحوظ ہے۔ اُسی طرح اس کے اندر ایک باطنی پاکیزگی بھی متصور ہے۔ مسلمان جب وضو کے وقت اپنا ہاتھ دھوتا ہے تو اُس سے صرف یہ مراد نہیں کہ وہ ہاتھوں کے گرد یا آلائش سے پاک کرتا ہے۔ بلکہ اُن ناپاک امور سے جن کا اُس نے ارتکاب کیا ہو اپنے ہاتھوں کو پاک صاف کرتا ہے۔ اور جب وہ اپنا چہرہ۔ ناک۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں دھوتا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ان اعضاء کو جو کسی افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے ہوں پاک کرتا ہے۔

مثلاً اگر کسی نے اپنی زبان کو غیبت کر کے پلید کر لیا ہو یا اُس کے کان دوسری کی بدگوئی سن کر ناپاک ہو گئے ہوں تو اُسے چاہیئے کہ ان اعضاء کو اس قسم کی نجاست سے پاک کرنے کے بعد خدا تعالےٰ کے حضور نماز میں کھڑا ہو۔ اور پھر جب وضو کے وقت اپنی تر انگلیوں سے سر پہ مسح کرتا ہے تو اس سے اس کی یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ اس کا دماغ ہر قسم کے بُرے خیالات سے منزہ اور صاف ہو جائے۔ قبل ازیں کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے باتیں شروع کرے۔

الغرض ارکان وضو سے صرف جسمانی ہی طہارت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دماغی اور روحانی پاکیزگی بھی مقصود ہے۔ وضو کرنے کا یہ مقصد ہے کہ ہر ایک مسلمان کے دل میں یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ جسمانی صفائی اور روحانی پاکیزگی ایک دوسرے کے ہم پہلو ہیں اور رُوح اُسی حالت میں اپنے خالق کے ساتھ ہمنوا ہو سکتی ہے جبکہ جسم نہایت پاک اور مطہر ہو۔ چنانچہ اسلامی جماعت میں قواعد وضو یا طہارت کی وجہ سے بہت سی ناپاکیوں میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ اور ایسے لوگوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ جو نماز میں پاک و صاف دل کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور خدائے حی و قیوم سمیع و علیم کے حضور اپنی غلطیوں اور گناہوں سے سچی توبہ کرکے اور بھی زیادہ پاکی کے طالب اور جویاں ہوتے ہیں۔ پس وہ ظاہری اور باطنی معنوں میں فی الحقیقت پاک و صاف ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز کے قبل وضو کرنے سے نماز کی اہمیت اور پاکیزگی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور مرد و عورت اپنے فریضہ کو اُس خالق رب العالمین حی و قیوم خدا کے حضور نہایت خلوص کیساتھ

ادا کرتے ہیں۔ پس جس طرح اسلام کے اندر اور بھی ارکان و قواعد و ضوابط موجود ہیں۔ اسی طرح نماز کے قبل وضو بھی ضروری اور لابدی شئے ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطھروا ..... ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم و لعلکم تشکرون ..... یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدہ ۶-۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب نماز کے لیئے تیار ہو تو اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور سروں پر مسح کر لو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لو اور اگر حالت جنب میں ہو تو غسل کر لیا کرو..... اللہ تعالےٰ تم پر کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر کرو..... اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ خدا کے لیئے کھڑے ہو جانے والے انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمکو اس بات کا مجرم نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقوےٰ سے بہت قریب ہے۔ اور اللہ کا تقوےٰ کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔ یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ صرف ظاہری صفائی یا پاکی کمتفی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ متذکرہ بالا آخری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی صفائی حفظان صحت کے لحاظ سے تو ایک اچھی چیز ہے لیکن تقوےٰ اور انصاف انسان کو راستبازی کو قریب لاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ دلوں کے راز سے بخوبی واقف ہے۔ پس اگر ہم دو ہزار مرتبہ وضو کریں اور اس کے حضور ناپاک دل اور نجاست آلود خیالات لیکر حاضر ہوں تو ہماری نماز کبھی قبول نہ ہوگی اور ہماری دعائیں ہرگز سنی نہ جائیں گی۔ اس لیئے ہم کو چاہیئے کہ اُس قدوس خدا کے دربار میں عجز و انکسار اور خلوص اور صفائی قلب کے ساتھ حاضر ہوں۔

حضرت نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کو صفائی قلب اور دل کو نخوت و تکبر اور منافقت سے پاک کرنے کے واسطے بہت زور دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ اپنے دلوں کو ہر کسی قسم کی گندی الائشوں اور کمزوریوں سے منزہ کرو۔ اور اپنے دماغ کو ہر قسم کے حاسدانہ خیالات سے جو خدا کی طرف سے

توجہ کو پھیرنے والے ہوں پاک کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جسمانی طہارت نہایت ضروری ہے۔لیکن دماغی اور روحانی طہارت اس سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہے۔قرآن شریف کا مقصد صرف تمہارا تزکیہ نفس ہے +

رشتہ داروں کے حقوق ایک مسلم پر

ہدیۃ الزوجین

(ایک ہندوستانی فرمانروا کی قلم سے۔)

ہدیۃ الزوجین یعنی پہلا حصہ اس کتاب کا جس میں مسلمانوں کے اس حصہ زندگی پر بحث ہوگی جو خانہ داری کے نام سے موسوم ہے ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال کی قلم سے نکلا ہے۔ذیشان اور عالی مرتبہ مصنفہ کے نام سے ہندوستان کا ہر فرد بشر واقف ہے۔یہ ایک نہائت ہی دلچسپ کتاب ہے اور موجودہ زمانہ کی ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔اس میں مفصل ہدایات میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے متعلق دی گئی ہیں۔اور یہ نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ ہر ہائینس باوجود ان کثیر اور اہم ذمہ داریوں کے جو ہندوستان کی ایک بڑی ریاست کے بار انتظام نے اُن کے ذمہ ڈالی ہوئی ہے۔اور جن کو وہ احسن طریق پر پورا فرما رہی ہیں۔اپنی علمی قابلیت سے بھی مخلوق کو فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں۔اور اس طرح پر آپ کی توجہ نہ صرف اپنی رعایا کی بہبودی پر ہی منعطف ہے۔بلکہ اہل اسلام کے ہر ایک قسم کے فوائد آپ کے مدنظر ہیں۔اور وقتاً فوقتاً آپ کی علمی فضیلت سے ہندوستان کا لٹریچر فائدہ اُٹھاتا رہتا ہے۔مگر آپ کی موجودہ تصنیف ان سب میں بڑھ کر قیمتی تحفہ ہے۔ہر ایک شخص جو مسلمانوں کی خانگی زندگی کے حالات سے واقفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔اِس کتاب سے صحیح علم حاصل کر سکتا ہے۔اصل کتاب اُردو میں ہے۔لیکن اس کا انگریزی ترجمہ ہر ہائینس کے ان بہنوں کے لیئے جنھوں نے مغرب میں اسلام کو قبول کیا ہے۔بہت مفید اور بابرکت ہوگا۔

ہم مندرجہ ذیل ہدایات اس کتاب کے آخری باب سے نقل کرتے ہیں جس میں ان ذمہ داریوں کا ذکر ہے جو اسلام کے ماتحت ایک شخص کے ذمہ اپنے رشتہ داروں کے لیئے عائد ہوتی ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین کے لیئے ان سے بہت سی باتوں پر نئی روشنی پڑیگی وہ حالت جو ہم بعض دوسرے ممالک میں دیکھتے ہیں کہ مائیں افلاس کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہیں اور بیٹے اپنے تعیشات میں منہمک ہیں۔ اسلام میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ خانہ داری کا جو مغربی مفہوم ہے اس کے لحاظ سے وہ ذمہ داریاں جو ایک مسلم پر عاید ہوتی ہیں بہت وسیع ہیں۔ اور باوجود اُن کی وسعت کے وہ صرف لفظی یا نام کی ذمہ داریاں ہی نہیں۔ بلکہ عملاً اپنی آسائش کو قربان کرکے دوسروں کی آسائش کو مدنظر رکھنا اسلام کی اصلی تعلیم ہے۔ عالی مرتبہ مصنفہ نے اس مضمون کو ایسی صفائی سے لکھا ہے۔ کہ ہم آپ کے اصل الفاظ پر کچھ بڑھانا نہیں چاہتے +

ذوی القربےٰ

گھر کے تمام تعلقات صرف میاں بیوی سے ہی وابستہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان تعلقات کے سلسلہ میں وہ اقربا اور اعزا بھی شامل ہیں۔ جن کی خدمت اور خبرگیری مرد یا عورت کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔

اولاد بالعموم دونوں کی متاع مشترکہ ہے۔ جس کی قدرتی محبت دونوں کے دلمیں ہوتی ہے اور اس کے متعلق والدین کے جو فرائض ہیں وہ اس قدر صاف ہیں۔ کہ محتاج بیان نہیں لیکن بعض خاندانوں میں سوتیلی اولاد سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ اگر ایسی اولاد پہلی بی بی سے ہے تو موجودہ بی بی کو اگرچہ اس کے ساتھ قدرتاً الفت نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کا فرض ہے کہ وہ حقوق العباد اور خاوند کی خوشی کے خیال سے اُس کے ساتھ محبت کرے۔ کیونکہ خداوند کریم نے اس کو باپ کی دولت و ثروت میں حصہ دار اور مستحق بنایا ہے۔ اسی طرح اگر عورت کے پہلے خاوند سے کوئی اولاد ہے اور وہ قابل پرورش ہے۔ تو اگرچہ وہ موجودہ خاوند کی دولت و آمدنی میں کوئی استحقاق نہیں رکھتی۔ لیکن عورت کی خوشی اور احسان کے خیال سے اس کی پرورش کرنی چاہیئے۔ اِس کے علاوہ عورت کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے مہر اور نان و نفقہ

سے ایسی اولاد کی پرورش کرے +

اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام نے اسی محبت و شفقت کے ساتھ جو اپنی صلبی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسی اولاد کی پرورش کی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل مسلمانوں کے لیئے ایک سُنّت اور صحابہ کرام کا ہر ایک کام ایک نمونۂ عمل ہے +

اب ذرا غور سے دیکھو کہ مندرجۂ بالا قسم کی اولاد کے ساتھ عورت و مرد کی نبتیں گھر میں کس قسم کی مسرت پیدا کرتی ہیں۔ اور زوجین میں کس طرح محبت بڑھنے کا باعث ہوتی ہیں +

تعلقات عزیزداری میں والدین اور ذوی القربےٰ کا خیال رکھنا۔ ان کی خبرگیری کرنا اور ان کی خدمت بجالانا بھی فرائض میں داخل ہے۔ والدین جو ہزاروں تکلیفیں اُٹھاکر اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔ اس بات کا حق رکھتے ہیں۔ کہ اولاد اُن کی خدمت بجالائے۔ اور جب وُہ اپنی دولت اور کمائی کا بڑا حصہ اولاد کی پرورش میں صرف کرتے ہیں۔ تو ان کا استحقاق ہے۔ کہ وہ اولاد کی کمائی اور دولت سے بھی فائدہ اُٹھائیں:۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ مَالًا وَاِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ اِلٰى مَالِيْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ
(ابو داؤد و ابن ماجۃ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ میرے مال کا حاجتمند ہے؛ فرمایا تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملک ہیں۔ (ازاں بعد حاضرین کیطرف روئے سخن کرکے فرمایا) کہ تمہاری اولاد تمہاری پاک اور حلال کمائی ہے (تو) تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بے دغدغہ کھاؤ۔

والدین کی اطاعت۔ فرمانبرداری اور خدمت جس درجہ اولاد پر فرض ہے اور اعزاد اقربا کے ساتھ جیسے حسن سلوک اور مودّت و محبت کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے۔ اس کا اندازہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے بخوبی ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی غور کرنے کے قابل ہے۔ کہ خداوند کریم کے نزدیک والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اس درجہ وقیع ہے کہ جہاں اُس نے اپنی عبادت کرنے شرک وفسق سے بچنے اور نماز و زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کے ساتھ احسان کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ؎	اور اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی غلام تمہارے قبضہ میں ہیں ان سب کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو اترائیں اور بڑائی مارتے پھریں ؎
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنیکا حکم دیا اور (یہ بھی سمجھا دیا) کہ اگر ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو کسی کو ہمارا شریک ٹھیرائے جس (کے شریک خدا ہونے) کی تیرے پاس کوئی معقول دلیل ہے ہی نہیں تو (اس بات میں) ان کا کہنا ماننا ؎
وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝	اور اپنے والدین کے خدمت گذار (بھی) تھے اور سخت گیر (اور) خود سر نہ تھے ؎
وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝	اور مجھکو حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں اور نیز مجھکو اپنی ماں کا خدمتگذار بنایا اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا ؎

یہی نہیں کہ احسان کی ہدایت کی گئی ہو۔ بلکہ ادب اور نرمی سے بات کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝	اور (اے پیغمبر) تمھارے پروردگار نے حکم قطعی دیدیا ہے کہ (لوگو!) اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (اے مخاطب) اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے ہوں بھی نہ کرنا اور نہ اُنکو جھڑکنا۔ اور اُن سے (کچھ کہنا سُننا ہو تو) ادب کے ساتھ کہنا (سُننا)“

ان کے ساتھ خاکساری کرنے۔ اور اُن کے لیئے دُعائے مغفرت اور رحمت کے مانگنے کی ان الفاظ میں ہدایت کی گئی ہے :-

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝	اور (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلوان کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا اور (انکے حق میں) دُعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جسطرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسطرح تو بھی ان پر (اپنا) رحم کیجیو“

والدین کے بعد زیادہ تر جو قریبی عزیز ہوتے ہیں ان کی تفصیل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ان کی نسبت صرف ذیل کی ایک ہی حدیث کو پڑھ لینا چاہیئے ” حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس بات کا حقدار کون ہے۔ کہ جس کے ساتھ میں سلوک کروں فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا۔ پھر کون فرمایا تری ماں۔ عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں۔ اُس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا تیرا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں (یعنی اپنی ماں سے سلوک کر) پھر تیری ماں۔ پھر تیری ماں۔ پھر تیرا باپ۔ پھر جو تجھ سے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتا ہو“

اسی طرح ایک اور حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے۔ کہ آنحضرت نے تین دفعہ ماں کے ساتھ۔ اور پھر باپ کے ساتھ سلوک کرنے کے بعد۔ پھر جو زیادہ قریب ہو اُس کے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے +

ترمذی شریف میں ایک حدیث حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں تو کیا میرے لیئے توبہ ہے۔ فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تیری خالہ موجود ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا "اس کے ساتھ سلوک کر"

اب اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کہ خالہ کے ساتھ سلوک کرنے کی اس لیئے ہدایت کی گئی کہ وہ خوش ہو کر گناہ کے بخشے جانے کی خدا سے دعا کرے اور اس کے ساتھ جو ماں کی طرح ہے صلہ رحمی کرنا کفارۂ گناہ کا موجب ہوگا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی تمام خوبیاں ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جاتی ہیں۔ اور انکی جگہ خرابیاں آتی جاتی ہیں۔ یہی حالت رشتہ داری کے تعلقات کی بھی ہے۔ اگر ایک بھائی دولتمند یا آسودہ حال ہے۔ اور دوسرے بھائی غریب ہیں۔ یا کسی کے والدین غیر مستطیع ہیں۔ تو اول تو خود اس آسودہ حال شخص کو ہی ان کی پروا نہیں ہوتی۔ پھر اگر بیوی بھی بدمزاج یا سسرال والوں سے متنفر ہو تو ان لوگوں کی زندگی جن کے حفظ حقوق کے متعلق اس طرح کے احکام ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ نہایت بے کسی اور ذلت کی زندگی ہو جاتی ہے۔ مگر یہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی نہ دنیا کا لحاظ کرتے ہیں نہ آخرت کے اُس عذاب سے ڈرتے ہیں جو ان اعمال کے باعث اس عالم میں ان پر نازل ہوگا +

والدین اور اعزہ کے ساتھ حسن سلوک اور مودت و محبت وہ حقوق ہیں جو خداوند کریم نے اولاد پر اور دوسرے اعزہ پر مقرر کیئے ہیں۔ ان حقوق کے ادا نہ کرنے کی بابت خواہ دُنیاوی قوانین میں کوئی چارہ کار نہ ہو۔ لیکن جو لوگ حشر و نشر پر ایمان اور روز محشر کی باز پرس پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ ضرور سمجھتے ہیں کہ اس کا اس دنیا میں نہ سہی اس دنیا میں چارہ کار ہی اگر بیوی کے اثر سے اس کا خاوند ان حقوق کو ادا کرنے سے مجبور رہو تو آخرت میں اس کا بار ان دونوں پر پڑے گا۔ البتہ اگر بیوی اپنی ملک و جائداد میں سے اپنے اعزہ کے حقوق ادا کرنے چاہئے اور خاوند مانع ہو تو چونکہ خاوند کی اطاعت سب پر مقدم ہے۔ اس لیئے عورت تو گنہگار نہ ہوگی۔ مگر خاوند معصیت میں مبتلا ہو جائیگا۔ پس اس معاشرتی زندگی

ہیں گھر کی مسرت و برکت اور خداوند کریم کی رحمت کا بہت بڑا انحصار والدین اور اعزہ کے ساتھ حسن سلوک پر مبنی ہے *

عموماً ساسیں جب اپنے بیٹے کا گھر بار کرتی ہیں تو وہ اس بات کو فراموش کر جاتی ہیں کہ وہ بھی کبھی "بہو" تھیں اور بہوئیں کبھی اس بات کو خیال میں نہیں لاتیں کہ ایک دن وہ بھی ساس بنیں گی۔ پس یہی فراموشی اور بے خیالی ساس بہوؤں کے فساد کی جڑ ہوتی ہے۔ جو عورتیں عقلمند ہوتی ہیں وہ سمدھیانے سسرال اور میکے کے جھگڑوں کو پاس نہیں آنے دیتیں اور کوئی بات ایسی نہیں کرتیں۔ کہ نزاع برپا ہو۔ نزاعات کے برپا نہ ہونے اور انسداد کا سب سے بہتر ذریعہ یہی ہے۔ کہ گھر کے ہر شخص کو ایک دوسرے کے مرتبہ اور حق کا خیال رکھنا چاہیئے اور اُن حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے جو خداوند کریم نے مقرر کیئے ہیں۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں، تو اُن سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسر ناحق ہیں۔"

عربوں کا احسان تہذیب پر

(از ایس۔ ایچ۔ لیڈر مصنف ویزرت گیٹوے۔ ویلڈ مسٹریز آف ایجپٹ وغیرہ)

اورینٹ لٹریری سرکل میں اس مضمون پر کہ عربوں کا تہذیب پر کیا احسان ہے۔ بولنے کی جرأت کرتے ہوئے۔ مجھے اس وجہ سے کچھ دقت ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے سامعین کچھ مشرقی دُنیا کے رہنے والے ہیں اور کچھ مغربی دُنیا کے۔ میری دونوں سے درخواست ہے کہ میرا مضمون سُننے میں وہ وسعت حوصلہ کو کام میں لائیں۔ بعض تاریخی امور کو بیان کرنے میں مَیں ڈرتا ہوں۔ کہ مشرقی طالب علموں کے نزدیک میں واضح باتوں کو دُہرانے والا ہونگا میں جانتا ہوں کہ مشرقی لوگوں کو تاریخ سے کس قدر محبت ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کا تعلق اسلام سے ہو۔ اور اس لیئے مجھے یقین ہے۔ کہ جو کچھ میں کہوں گا اُس میں اسلام کے پیروؤں

کے لیئے بہت نئی باتیں نہ ہونگی۔ لیکن اس گہری دلچسپی اور ہمدردی کی وجہ سے جو مجھے اپنے مشرقی دوستوں کی آرزوؤں سے ہے بالخصوص جو شمالی افریقہ اور مصر کے رہنے والے ہیں میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ایک مغربی دل پر کیا خیالات اس امر کے متعلق پیدا ہوتے ہیں کہ کس طرح ایک قوم کا گذرا ہوا شان وشوکت کا زمانہ ان کی موجودہ تمناؤں پر اثر ڈال سکتا ہے۔ اس کے بالمقابل بعض اپنے انگریز سامعین کے لیئے میں ان خیالات کی دوبارہ تحریک کرنے والا ہونگا۔ جو وہ بھول چکے ہیں اور اُن تاریخی واقعات کی کسی قدر ناخوش آئند یاد دہانی کرنے والا ہونگا جن کو مغربی لوگوں کی بلجھی نے ایک طرف پھینک دیا ہے۔

میں ڈرتا ہوں کہ میں بعض لوگوں کی خود پسندی کو یہ کہکر کچھ صدمہ ہی پہنچاؤں گا کہ مغرب بھی ان لوگوں کا ممنون احسان ہے جن کا کچھ دُھندلا سا علم ہمیں صرف اسی قدر ہے کہ وہ عربوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ میں اُن کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میری طبیعت کا ناجائز میلان نہ ایک طرف ہے اور نہ دوسری طرف۔ مشرق اور مغرب دونوں تاریخی صداقت کے محتاج ہیں۔ اور وہ دونوں اس بات کے بھی محتاج ہیں کہ ایک دوسرے سے جو کچھ کوئی حاصل کر سکتا ہے کرے۔ وہ باہمی سمجھوتا جسکے ہم سب اس قدر خواہش مند ہیں اس وقت شروع ہوگا۔ جب مغرب اس بات کے ماننے کے لیئے تیار ہو کہ مشرق کے پاس خزانے ہیں جو اس کے اپنے خزانوں سے کسی طرح کم نہیں اور جو نسل انسانی کی عامہ بہبودی میں کام دے سکتے ہیں +

آج رات میں آپ کو وہ زمانہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ جب مشرق نے تہذیب کی مشعل کو بلند کر رکھا تھا۔ حالانکہ مغرب اُس وقت تاریکی کے زمانوں میں ٹامک ٹوئیے مار رہا تھا۔ مصر کے اُن طالب علموں کے لیئے خواہ وہ مسلمان ہوں یا قبطی جو آج یہاں ہیں۔ یہ کہانی بالخصوص مسرت پیدا کرنے والی ہے۔ کیونکہ اگر عرب دُنیا میں نئے جوش اور ولولے لائے اور اُن کے ساتھ مفتوحہ ملکوں کو زندگی کی حرکت دی تو یہ بھی اُن کے کمالات میں سے تھا۔ کہ جہاں کہیں اُنھوں نے تعلیم اور فنون اور دستکاریوں کو پایا۔ ان کو تباہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کو ترقی دی۔ ایران میں بالخصوص یہ حالت تھی۔ مصر میں ہم بہت سے آثار قدیمی قبطی لوگوں کی محنت کے پاتے ہیں۔ جو تہذیب کی

اُس شاندار ترقی میں معاون ہوئے۔ جس نے مضبوط عرب حکومت کے ماتحت پرورش پائی۔ اگر میں ہندوستان کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اس لیئے کہ مجھے ابھی تک کوئی ذاتی علم اس دلچسپ ملک کا نہیں ہے +

آپ میں سے بہت سے لوگ ابتدائی عرب کی تاریخ سے ایسے اچھے واقف ہیں کہ مجھے آپکو زیادہ تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف چلتے چلتے اس طاقت کے حیرت انگیز نشوونما کا ذکر کروں گا جس نے حضرت محمدؐ کے ظہور سے ایک سو سال کے اندر اندر اپنے آپ کو مشرق میں دلی سے لے کر ہسپانیہ میں غرناطہ تک کا مالک بنا دیا جس نے ایک سلطنت اس سے بہت زیادہ طاقتور بنائی۔ جس کو رومیوں نے آٹھ سو سال میں بنایا تھا +

میں آپ کو مختصر طور پر ایک انگریز کے نکتہ خیال سے وہ حالات بتانا چاہتا ہوں جن کے ماتحت تہذیب کی اس مشعل نے جو عربوں نے یونانیوں کے کمزور ہاتھوں سے لے لی۔ یورپ پر اسکے تاریکی کے زمانہ میں اپنی روشنی ڈالی۔ ہمارے آقا یسوع کی زندگی میں جس کا نام ہم سب خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں۔ ایک بڑی روشنی دنیا پر نمودار ہوئی بدقسمتی سے جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا عقائد اور عملیات کے فروعی امور پر احمقانہ جھگڑے پیدا ہوکر وہ روشنی دن بدن تاریک ہوتی چلی گئی خدا کی توحید جس کے متعلق جوش و خروش سے جھگڑے ہو رہے تھے۔ بالکل بھلا دی گئی۔ وہ لوگ یسوع کے متعلق ہر ایک سوال پر غور کرتے سوائے ان امور کے جو ان کو اس کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کی طرف لیجانے والے ہوں۔ اس کمزوری اور فساد کی حالت میں عرب کے بیابان سے ایک توانا قوم ایک مرتبہ اُٹھ نکلی۔ وہ لوگ جو اب تک گمنامی کی حالت میں رہے تھے۔ غیر معمولی طاقت کی وجہ ایسے اُٹھائے گئے۔ کہ ایک مرتبہ ہی وہ ایک عظمت کے مقام پر پہنچ گئے۔ ان کی تلوار کی فتوحات کا جیسا کہ میں نے کہدیا ہے مجھے بہت تھوڑا ذکر کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں کہوں کہ یہ تہلکہ ڈالنے والا انقلاب مغرب میں بعض لوگوں کو ایسا معلوم ہؤا۔ کہ علم کو نابود کر دیگا۔ اور دنیا میں وحشیانہ حالت کو عروج دیگا۔ اور میں اس بات کے تسلیم کرنے پر بھی مجبور ہوں۔ کہ جہالت اور غلط بیانی کی وجہ سے مغرب کے بہت سے لوگ اب بھی ان فتوحات کو اسی رنگ میں سمجھتے ہیں یہ

ناانصافی ہے۔ اور جہالت مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ جہاں ہو انصاف سے روکتی ہے۔

جن باتوں کا میں اختصار کے ساتھ ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ علمی اور اخلاقی فوائد ہیں جس کا ایک دیرپا اور مستقل اثر کل عالم پر ہوا اور جن کے لیئے بلاشبہہ تہذیب عربوں کے غلبہ کے زیر احسان ہے فتح کے پہلے حملے میں اس نئی طاقت نے ایران سے مجوسی۔ آتش پرستی کو نابود کر دیا جو اگر نہ رُک جاتی تو سارے مشرق میں پھیل جاتی۔

اس کے بعد اس نے مصر اور ہندوستان کے بعض حصوں میں جوگ کی توہم پرستیوں کو دور کیا اور رومیوں کے مناظرانہ علم الٰہی کو جو صرف نام کے عیسائی تھے۔ حالانکہ عملی رنگ میں بت پرستوں سے بدتر تھے۔ مٹا دیا۔ اور بعدہٗ عربوں کی اس طاقتور ترقی میں قسطنطنیہ کے دربار کا کمزور انتظام گرے ہوئے اخلاق اور ذلیل انتظام سلطنت فنا ہو گیا۔

ان کے مخالف بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ عرب کے ان جفاکش جوشیلوں کی جنگی طاقت کے ساتھ ایسی صفات ملی ہوئی تھیں جنھوں نے دُنیا کو از سرِ نو زندگی بخشی۔ بعض وہ نیکیاں جن کو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان قوموں کے درمیان جن کو انھوں نے فتح کیا متروک یا نابود ہو گئیں۔ ہمارے لیئے منشیات سے پرہیز کفایت شعاری اور زندگی کی وہ سادگی قابل غور ہے جو ابتدائی زمانہ کے بلند مرتبہ خلفائے اسلام نے دکھائیں۔ اور جن کو نہ دولت اور نہ عزت کا خیال کبھی کم کر سکا۔ وہ استقامت قابل غور ہے۔ جس کو کسی قسم کی مشکلات نہ دبا سکیں اور نہ کم کر سکیں۔ وہ فیاضی قابل غور ہے۔ جس کو آجکل کے لوگ اس سے دُور پڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے باور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ تقوائے قابل غور ہے کہ جس کے اندر سچا جوش نظر آتا ہے اور عملی زندگی کی وہ سعی قابل غور ہے جو ایک ایسا نہ رکنے والا اثر دل پر ڈالتی ہے۔ کہ اُنکی فتوحات اپنی سرعت اور کثرت کی وجہ سے معجزانہ رنگ رکھتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ جب عرب تنہائی کے ایک بالکل تاریک کونے سے باہر نکلے تو وہ سب صفات ان کے اندر موجود معلوم ہوتی تھیں۔ جن کی ضرورت اس وقت دنیا کے جگانے اور دُنیا کی ترقی کے لیئے تھی۔ اگر دُنیا کی نجات کو نہ بھی مانا جائے۔

ایک لمحہ کے لیئے ہم ان اصُولوں پر غور کرتے ہیں۔ جنھوں نے ان لوگوں کو اٹھایا ہوگا۔ جبکہ

ایک قوم کو فتح کرنے کے بعد وہ اس کے انتظام اور ترقی دینے میں مشغول ہوئے ہمارے لیئے صرف قرآن اور حضرت محمد کے چند اقوال کو دیکھنا کافی ہے۔ قرآن میں ہے۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جس شخص کو دانائی اور حکمت دیگئی اس نے خیر کثیر کو پالیا۔ اور حضرت محمدؐ فرماتے ہیں عزت دولت سے نہیں بلکہ علم سے ہے۔ ایک اور حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ عالم کی سیاہی شہید کے خون کی طرح قیمتی ہے۔

ایسا ہی پیغمبر نے فرمایا۔ کہ ایک عالم ہزار جاہل ماننے والوں سے شیطان پر زیادہ بھاری ہے یہ بھی آپ کا خیال پایا جاتا ہے کہ عبادت کی نسبت علم مرتبہ کو زیادہ بڑھاتا ہے۔ ایک عالم عابد پر ایسی فضیلت رکھتا ہے۔ جیسا کہ پورا چاند ستاروں پر۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ علم کی تلاش میں لگجاؤ خواہ وہ چین میں ملے۔ ہمارے یہاں مغرب میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ قلم تلوار سے بڑھکر طاقتور ہے۔ اس کی صداقت جیسی صفائی سے عرب کی تاریخ میں ملتی ہے اور کہیں نہیں ملتی۔ اور مسلمانوں کی موجودہ حالت اس پر شاہد ہے۔ گو مسلمانوں کی ملکی طاقت کم ہوگئی ہے مگر کوئی چیز دنیا کو اُن کے علمی خزانوں کے فوائد سے محروم نہیں کرسکتی۔

پہلے علم ادب کو لو۔ علم ادب جو ابتداء میں مشرق سے ہی یورپ میں آیا۔ دوسری مرتبہ پھر عربوں کی ذہانت ہی اُسے یورپ میں لانے والی ہوئی جو درحقیقت پرانے اور نئے علم ادب میں ایک زنجیر کا کام دیتے ہیں۔ مغرب میں علم ادب بالکل نابود ہوچکا تھا اور جاہلانہ وحشیانہ رنگ کا دور تھا۔ جب عربوں کی سلطنت عروج کی حالت پر تھی۔ لاطینی۔ کلیسیا ہر ایک قسم کے اچھے علوم سے محض ناآشنا تھی۔ جو کچھ استعداد لاطینی مصنفوں نے حاصل کی۔ فلسفہ میں، یا طب میں یا علم ہندسہ میں وہ اس کے بعد تھی۔ جب عربوں کی محنت نے اُن کی جہالت کو متنبہ کیا اور انہی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ وہ کسی یونانی مصنف کی تصنیف کے ماہر نہ تھے۔ اور جس قدر لاطینی میں علوم آئے وہ اُنھوں نے عربی سے ہی لیئے یہ عربی کے ذریعہ سے ہی تھا۔ کہ ہم ایک لاطینی ترجمہ کے ذریعہ سے ٹالمی کی تحریروں تک پہنچ سکے اور اقلیدس علم ہندسہ میں اس قدر لمبے عرصہ سے ہمارا معلم ہے اس تک بھی ہم عربوں کے ذریعہ سے ہی پہنچے ہیں۔ بڑے بڑے فاضلوں کا یہ خیال ہے۔ کہ بہت سی یونانی تصنیفات

اب تک عربی ترجموں میں مل سکتی ہیں۔ جن کے اصل مدت سے گم ہو چکے ہیں۔

علم کی دو شاخوں یعنی نظم اور قصہ نویسی پر عربوں کا خاص احسان ہے۔ مشرقی لوگوں کا نظم کا شوق اسلام سے بہت مدت پہلے کا ہے۔ اور یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ قصہ نویسی کی طرز عرب میں ہی پیدا ہوئی اور عربوں کے ذریعہ سے یورپ میں پہنچی۔ دسویں صدی عیسوی سے پہلے کا قصہ کا نمونہ صرف ایک ہی ہے۔ جو عنترہ کے قصے کے نام سے مشہور ہے جو ایک عربی قصہ ہے جس میں قصہ نویسی کی تمام ضروریات موجود ہیں۔ اور جس سے پہلے یورپ کا کوئی قصہ اس طرز کا موجود نہیں۔ چاسر سے لے کر ملٹن تک انگریزی علم ادب میں۔ تمام شاعروں اور مصنفوں کے کلام میں عربوں کا اثر برابر موجود پایا جاتا ہے۔

اب ہم سائنس اور فلسفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جب یورپ اُس وحشیانہ پن اور جہالت سے نکلا جو عربوں کے علمی زمانہ کے مقابل پڑا ہوا ہے۔ تو علمی دولت کی تین قیمتی کانیں اُس کے لئے کھل گئیں۔ بالخصوص عربی تحصیل علم کے میدان میں۔ ان میں سے ایک کان فلسفہ کی تھی۔ جس نے دل کی اس زندگی کو تازہ کر دیا۔ جس کا یونانی لغویت نے اس قدر برا استعمال کیا تھا اور جس کو رومیوں کی خراب عادتوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ دُوسرے مضمون علم ہندسہ اور علوم استقرائی تھے۔ جن کی یونانیوں اور رومیوں نے کبھی زیادہ قدر نہ کی اور نہ ان کا تتبع کیا۔

مشرقی ممالک میں بہت سے طالب علم اُس فاضل انگریز لارڈ بیکن کی تصنیفات کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں جس کی نیچرل فلاسفی کی تحقیقاتوں نے مغرب میں علوم کے ذرائع کو بہت بڑھایا ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ بات معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ مصر کے نوجوان لارڈ بیکن کی قدر کرتے ہیں۔ مجھے اس سے کچھ تعجب نہیں ہوا۔ کیونکہ بہت سے ان سرچشموں کا پتہ لگانے کے لئے جن سے لارڈ بیکن نے اپنے خیالات کو لیا اور ان کو بڑھایا ہمیں تیرھویں صدی تک واپس جانا پڑتا ہے۔ راجر بیکن جو ۱۲۱۴ء میں پیدا ہوا مشرقی زبانوں میں خوب ماہر تھا۔ ہسپانیہ کے موروں کی یونیورسٹیوں میں اُس نے فضیلت حاصل کی اور اُس زمانہ کے عرب مصنفوں سے ایسا ہی واقف تھا۔ جیسا یونانی اور

لاطینی تصانیف سے لارڈ بیکن نے جو سترھویں صدی میں ہوا اسی فاضل سے اپنے خیالات کو لیا اور اپنے مشہور استقرائی نظام کے پہلے اصولوں کو اسی سے لیا۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو اس بات کو یقین تک پہنچا دیتا ہے کہ بیکن کے فلسفہ کا اصلی سرچشمہ عربوں کے علوم ہی تھے۔ عرب کے فلاسفر ایک بے نظیر طبعی ذہانت کے ساتھ جفاکشی اور محنت کو بھی جمع رکھتے تھے۔ اور محنت سے جس قدر علوم حاصل ہو سکتے تھے اُن سب کو حاصل کرتے تھے جس چیز کا وہ علم حاصل کرتے اس پر ہر ایک پہلو سے غور کرتے اور ان کے دلائل میں ایسی صفائی اور باریک بینی ہے کہ جس مضمون کو وہ ہاتھ ڈالتے اس کو کامل طور پر روشن کر کے چھوڑتے ان کے کام نے یورپ کے قوائے ذہنی کو بہت بلند کر دیا۔ وہ بڑی قومی ترقی جو بارھویں صدی عیسوی کے بعد انگلستان میں نمودار ہونی شروع ہوئی۔ وہ انھیں باتوں کا اثر تھا ✦

سائنس کے معاملہ میں بھی انصاف چاہتا ہے کہ ہم اس بات کا اعتراف کریں کہ جب دسویں صدی میں یورپ علمی جہالت میں سویا ہوا تھا تو عرب بڑے شوق کے ساتھ ان سائنس کے مسائل کی تحقیقات میں لگے ہوئے تھے جنھوں نے مغربی دُنیا میں علم اور زندگی کی ایک نئی رُوح پیدا کرنی تھی۔ مُوروں کے ان مدرسوں میں جو کہ ہسپانیہ میں تھے۔ یورپ کے طلباء کا سلسلہ لگا تار جا رہا تھا۔ انگلستان سے فرانس سے جرمنی سے اطالیہ سے۔ تاکہ ان علمی خزانوں سے بہرہ ور ہوں جو عربوں کے قبضہ میں تھے اور تا یورپ بھی ان خزانوں میں سے حصّہ لے۔ ہسپانیہ کی عربی یونیورسٹیاں علوم کے سرچشمے تھے۔ جہاں عیسائی جہالت اپنی ابتدائی تعلیم کے لیئے جاتی تھی عربی استادوں کے مشہور مغربی شاگردوں میں پیٹرو نزیبل اور پوپ سلوسٹر ثانی بھی تھے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ پندرھویں صدی کے آخر تک انگلستان۔ فرانس اور اطالیہ کے سکولوں میں مشکل سے کوئی مشہور یا فاضل آدمی ایسا ہوگا جس کی سوانح اس احسان کا اعتراف نہ کرتی ہو جو بلا واسطہ یا بالواسطہ عربی علوم نے نسل انسانی پر کیا ✦

علم کیمیا میں عربوں کا مرتبہ بلا شبہہ موجدوں کا ہے۔ یہ مشہور سائنس جو تجربہ کے فلسفے کا پہلا سرچشمہ ہے۔ عربی ذہانت کی ہی حقیقی ایجاد تھا۔ یہ بڑا زبردست ثبوت

اس بات کا ہے کہ اُس زمانہ کی علمی جدوجہد کس قدر طاقتور تھی۔ مشرق کا تیز متخیلہ پہلے اُن کو ایسی باتوں کی تلاش کی طرف لے گیا جو زیادہ تر قصہ گوئی کا رنگ رکھتی تھیں۔ مثلاً وہ آب حیات یا فلاسفر کا پتھر جو موت کو ٹال دے اور الکہیا یعنی دوسری دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا شوق۔ مگر ان کے علوم کے تجربہ نے ان کو جلدی اس دھوکہ سے باہر نکال دیا اور ان کی تحقیقاتوں کے عملی رنگ نے ان کی قوت متخیلہ کی غلطیوں کو جلدی درست کر دیا۔ اُنھوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ حیوانی نباتاتی اور معدنی دنیاؤں کے اجزا کا مطالعہ کیا۔ ہوا آگ مٹی اور پانی پر تجربے کیئے الکھل اور ایسڈ کی ملتی جلتی اور متقابل خصوصیات کو تحقیق کیا۔ بہت سی ایجادات کیں۔ کافور صفت تیلوں کو دریافت کیا۔ پارہ کی طبی خاصیات معلوم کیں اور بعض زہریلی دھاتوں کا صحت بخش ادویہ میں تبدیل کیا جانے کا پتہ لگایا مغرب نے ان تمام تحقیقاتوں کو ایشیا اور ہسپانیہ کے عربوں سے لیا۔ اور اپنی ٹھہری ہوئی طبائع کے ساتھ اُن کو وہ مقررہ اصول اور قوانین کے ماتحت لائے اور اُس کو ایک سائنس کے مرتبہ پر پہنچایا۔ اس کے بعد کی کیمیا کی تاریخ موجودہ یورپ کی ساری علمی ترقیات کے ساتھ وابستہ ہے +

کیمیا کی ان ابتدائی تحقیقاتوں کی بنا پر علم طب اور علم دواسازی میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئیں بڑے سے بڑے طبی فضلاء اس بات کے اعتراف میں متفق ہیں کہ عربوں کا احسان یورپ پر علم طب کے دوبارہ حاصل کرنے اور اس کی ترقیات پر بہت بھاری ہے۔ ان مشرقیوں نے حد درجہ کی محنت اور جفاکشی کے ساتھ اپنے آپ کو علم طب کے مطالعہ میں لگایا۔ اور ان سب باتوں کو حاصل کیا جو یونانیوں کو معلوم تھیں۔ اس میدان میں ان کو علم کیمیا نے اس قابل بنایا۔ کہ وہ اپنے تمام پہلے پیش رؤں سے بہت آگے نکل گئے۔ دواسازی کے علم میں انھوں نے بیماریوں کے علاجوں کی فہرست کو بڑی بھاری وسعت دی اور بہت سی نئی مفرد ادویہ کو بڑھایا۔ اُنھوں نے پہلے پہل شکر کو بنایا۔ اور اس طرح پر انسان کی خوراک میں ایک لذیذ جزو کا اضافہ کیا جس سے اس سے پہلے عموماً لوگ ناواقف تھے۔ کیونکہ شہد جو صرف ایک ہی معلوم شیرینی تھی۔ بہت کمیاب اور بہت قیمتی چیز تھی۔ انھیں باتوں سے طبابت کا بڑا کمال پیدا ہوا۔ عربوں نے بالخصوص مرض کی علامتوں کی تشخیص کو مطالعہ میں لانے کی کوشش کی۔ اور اسمیں کامیابی حاصل کی

اپنے شوق اور باریک بینی کی وجہ سے بہت سے تاریک مسائل کو انھوں نے حل کر دکھایا اور بہت سی امراض کے اثرات سے ان کی وجوہات کا پتہ لگایا اور مؤثر علاج تجویز کیئے جلدی علاج کے امراض میں وہ بالخصوص کامیاب ہوئے چیچک کے مہلک مرض کی تحقیق کا سہرا انھیں شرقی طبیبوں کے سر پر ہی ہے۔ خسرا کی کیفیت کا پتہ لگانے میں بھی وہ سب سے اوّل ہیں۔ کئی قسم کے پھوڑے بالخصوص وہ جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ گلے کی کئی قسم کی بیماریاں عرب کے طبیّ ہُنر کی وجہ سے ہی معلوم ہوئیں۔ جیسا کہ آج طب کے طالب علم تسلیم کرتے ہیں۔ سکریمول جو ایک مشترق بھی تھا اور طبیب بھی تھا چند سال ہوئے۔ جب اُس نے اس مضمون کا مطالعہ کیا تو اس نے اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ علم طب اپنی موجودہ ترقی یافتہ صورت میں بھی پرانے عرب مصنفوں کی تحقیقاتوں سے ابھی بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے"۔

جب یورپ نے تاریکی سے باہر نکلنا شروع کیا تو افریقہ ہسپانیہ اور سسلی کے طبیّ مدرسوں نے ان مدرسوں کو جو نئے بنائے گئے اپنی روشنی سے منور کیا۔ گبن کہتا ہے کہ پہلا طبیّ مدرسہ جو یورپ کی تاریکی میں نمودار ہوا سلرنون کا مدرسہ تھا۔ وہ شخص جس کی ذہانت نے یورپی علوم کا یہ نیا مرکز قائم کیا وہ ایک راہب قسطنطین نام تھا۔ اس نے اپنی عمر کے ۳۹ سال مشرق میں ایک علمی سفر پر خرچ کئے اور بغداد سے واپس آیا۔ بعد کی طبیّ ترقیات اسی شخص کی تصنیفات اور تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ نہ صرف وہ جو سلرنو کے مدرسے میں ہوئیں۔ بلکہ اُن تمام مدرسوں میں جو کیتھولک یورپ کے مختلف ممالک میں اس کی شاخوں کے طور پر قائم ہو گئے۔ فن علاج کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بیماروں کے لئے ہسپتال اور پاگلوں کے لیئے پاگل خانے قائم ہو گئے۔ ایک یہودی ربی بنیامین ٹولیڈا کا رہنے والا بغداد کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے :۔

"خلیفہ ایک دیندار اور فیاض آدمی ہے۔ اور اس نے دریا کے دوسری جانب عمارات بنائی ہیں۔ ان عمارات میں بہت سے بڑے بڑے مکانات بانار اور غریب بیماروں کے علاج کے رہائش کے مکانات ہیں۔ جو کہ وہاں علاج کرانے کے لیئے آتے ہیں۔ یہاں قریباً ساٹھ طبیّ گودام ہیں۔ جن میں ہر قسم کی ادویہ اور دیگر ضروریات خلیفہ کے سرکاری گودام سے آتی ہیں۔ اور ہر ایک بیمار جو مدد کے لیئے درخواست کرتا ہے اُس کو سرکاری خرچ رکھا

جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وُہ بالکل شفایاب ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی عمارت ہے جو پاگلوں کی رہائش کی جگہ کہلاتی ہے"

۱۳۰۴ء میں ایک بڑی بھاری پاگل خانے کی بنیاد قاہرہ میں رکھی گئی اور جب تک اس کے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گذر گیا۔ اُس وقت تک یورپ میں اس قسم کے کسی رواج یعنی پاگل خانوں کے علیحدہ بنایا جانے کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ تب بھی یہ چیزیں ہسپانیہ سے نکلکر یورپ میں پھیلیں ÷ (باقی آئندہ)

ایک پُرانے انگریز بادشاہ کا توحید الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار

(مرقومہ پروفیسر ھارُون مصطفےٰ لیون ایم۔اے)

برٹش میوزیم کے تمغوں اور سکوں کی شاخ میں ایک عجیب و غریب اور دلچسپ سونے کا سکہ محفوظ ہے جس کو بنے ہوئے بارہ سو تیس سال سے زیادہ گذر چکے ہیں۔ اور جس پر عربی حروف میں صاف الفاظ میں یہ اقرار موجود ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ محمد رسول اللہ اور اس کے حاشیہ کے ارد گرد ذیل کا اقرار ہے محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

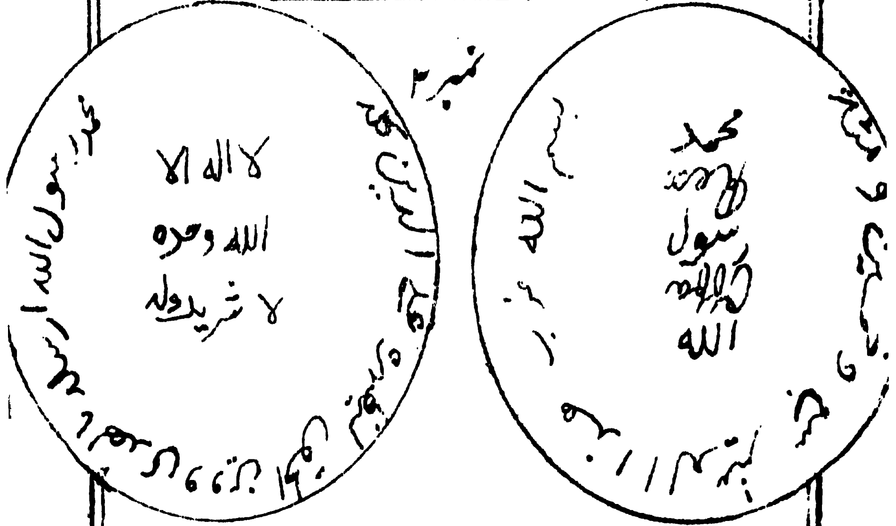
جن الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ ایک ہے اُسکا کوئی ہمسر نہیں۔ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تا اسے سارے دینوں پر غالب کرے۔ یہ سکہ آفا شاہ مرسیا نے کندہ کرایا اور اُسی نے اس کو مضروب اور مروج کیا۔ مرسیا انگلستان کے درمیانی حصہ میں ایک قدیم اینگلو سیکسن بادشاہت تھی جو دریائے کینٹ کے دونوں طرف نارتھمسی سے لے کر ویلز تک پھیلی ہوئی

تھی۔ اور شاہ آفا کا زمانہ ۷۵۷ء سے لے کر ۷۹۶ء تک ہے۔ مرسیا کی سلطنت ابتدا میں ایک چھوٹے سے حصے پر محدود تھی اور اس لفظ کا اصلی مفہوم ایک سرحد کا ہے جس کو مخالف ہمسایوں کے ہاتھ سے بچایا جاتا تھا۔ یہ مخالفین ویلز کے باشندے یا قدیم برطانوی لوگ تھے۔ جو صدیوں تک اینگلو سیکسن حملہ آوروں کے ساتھ اس حصہ ملک میں غلبہ کے لیئے لڑتے رہے۔ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں آہستہ آہستہ مرسیا میں ملتی چلی گئیں اور سب سے پہلے غالباً چھٹی صدی عیسوی کے آخری نصف حصے میں اس کی بنا پڑی۔ مگر یہ سلطنت پینڈا کی تخت نشینی تک جو ۶۲۶ء میں واقع ہوئی بہت کمزور حالت میں رہی۔ اور اس بادشاہ کے زمانہ میں اسکی محکم تدبیر اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے دوسری سلطنتوں پر اس کو فوقیت حاصل ہوگئی بالخصوص ۶۳۳ء میں ایڈون بادشاہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد۔ مگر ۶۵۵ء میں پینڈا کو آلون شاہ نارتھمبریا نے شکست دے کر قتل کر دیا اور مرسیا کی سلطنت کا غلبہ ایک وقت کے لیئے جاتا رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگلستان سات سلطنتوں میں تقسیم شدہ تھا۔ یعنے مرسیا۔ کینٹ ایسٹ انگلیا نارتھمبریا۔ ویسکس سسکس۔ ایسکس۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اُن میں سے صرف پہلی پانچ سلطنتیں سکے مضروب کرتی تھیں۔ وولف ہیر پینڈا کے بھتیجے نے جو ۶۵۶ء سے لیکر ۶۷۵ء تک حکمران رہا۔ نارتھمبریا والوں کو پیچھے دھکیلا۔ اور جنوب کی طرف دریائے ٹیمز تک اپنی سلطنت کے حدود کو پھیلایا۔ وولف ہیر اس سلطنت کا پہلا بادشاہ تھا جس نے بت پرستی کو چھوڑ کر عیسائی مذہب کو اختیار کیا۔ اس کے جانشینوں میں سے ایک اتھل بالڈ نے جو ۷۱۶ء سے ۷۵۷ء تک حکمران رہا۔ مرسیا کے حدود کو اور وسعت دی۔ اور قریب قریب کے ممالک کی بڑے بڑے حصے اپنی سلطنت میں شامل کر لیئے۔ لیکن مرسیا کے سب سے زبردست بادشاہ آفا ۷۵۷ء سے ۷۹۶ء تک اور سین وولف ۷۹۶ء سے ۸۱۸ء تک تھے۔ ان میں سے موخر الذکر بادشاہ کی وفات کے بعد یہ سلطنت بڑی سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہوگئی اور ۸۲۹ء میں اگبرٹ شاہ وسکس کی سلطنت میں شامل ہوگئی +

سامنے کے صفحہ پر اس سکہ کا اصل فوٹو اور جو عبارت اس پر کندہ ہے اسکا عکس دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس عجیب وغریب سکہ کا ناظرین خود معائنہ کر لیں۔ اگر اصل فوٹو ولایت سے آگیا تو بعد میں شائع کر دیا جائیگا



نمبر ۱



نمبر ۱۔ پہلی تصویر میں اصل سکہ کا فوٹو ہے۔ مگر حروف باریک ہونے کی وجہ سے ٹھیک پڑھے نہیں جا سکتے +

نمبر ۲۔ دوسری تصویر میں حروف کو بڑے کر کے دکھایا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سکے کے دونوں طرف کیا عبارت ہے +

سامنے کی طرف درمیان میں یہ الفاظ ہیں:۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له
نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں

اور حاشیہ پر یہ الفاظ ہیں:۔ محمد رسول الله ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله
محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ انکو بھیجا اللہ نے ہدایت کیساتھ اور دین حق کیساتھ تاکہ اسے کل دینوں پر

پشت کیطرف درمیان میں یہ الفاظ ہیں:۔ محمد رسول الله ——
محمدؐ اللہ کا رسول ہے —— آقا۔ بادشاہ

اور حاشیہ پر دلیل { بسم الله ضرب هذا الدينار سبع وخمسين ومئة
کے الفاظ ہیں۔ { اللہ کے نام سے یہ دینار مضروب ہوا۔ ایک سو ستاون ۱۵۷ھ میں

شاہ آفا جس کے دوران حکومت میں یہ دلچسپ سکہ مضروب ہوا جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ۷۵۷ء میں مرسیا کے تخت پر بیٹھا اور وہ پنیڈا کے باپ وبا سے شروع کر کے اس سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ اُس نے سلطنت کو بہت کمزور حالت میں پایا اور غالباً اس کی سلطنت کے ابتدائی سال اپنے ملک کے اندر ہی حکومت اور انتظام کرنے پر صرف ہوئے ۷۷۱ء سے اس کی فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے۔ ۷۷۵ء میں اس نے شاہ کینٹ کی فوجوں کو شکست دی اور ۷۷۹ء میں مغربی سکسنوں اور ویلس والوں کے خلاف کامیابی سے جنگ کی ان مؤخر الذکر لٹیروں سے حفاظت کے لیئے اس نے ایک بڑی مٹی کی دیوار بنائی جو انگلستان اور ویلز کی ساری سرحد کے اوپر پھیلی ہوئی تھی۔ فلنٹ شائر کے شمالی ساحل سے لیکر جو سمندر کی اس شاخ پر ہے جو ڈی کے نام سے مشہور ہے۔ ڈین بگ منٹگمری سلوپ۔ ردنور۔ ہیرفورڈ میں سے ہوتی ہوئی گلوسٹر شائر تک پہنچتی تھی۔ جہاں اس کا آخری جنوبی حصہ دریائے وائی کے دہانے کے قریب ہے۔ اس عظیم الشان دیوار کے بعض حصص ابتک خاصے بلند نظر آتے ہیں۔ گو اس کا بڑا حصہ زمانہ اور باد و باران اور انسانی ہاتھوں کی غارتگریوں سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ اس کام کی تکمیل پر بے اندازہ محنت خرچ ہوئی ہوگی۔ قریباً اس کے متوازی مگر کوئی دو میل مشرق کی طرف ہٹ کر ایک اور چھوٹی دیوار ہے جس کا نام والٹس ڈائک ہے۔ یہ بھی آفا نے ہی بنائی اور ۷۸۵ء میں اس کی تکمیل کی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان دونوں بندوں کی درمیانی جگہ تجارتی اغراض کے لیئے غیر جانب دار قطعہ زمین کا کام دیتی ہوگی +

آفا کے تعلقات رومن کیتھولک مرکز کے ساتھ دوستانہ تھے۔ پوپ کے دو وکیل جو مرسیا میں آئے ۷۸۶ء میں بادشاہ نے ان کو ایک دربار میں شرف باریابی دیا۔ ان دو وکیلوں نے جو رپورٹ شاہ آفا کے متعلق پوپ ایڈرین اوّل کو بھیجی۔ اس میں شاہ آفا کی طرف سے غربا کے لیئے کچھ رقم بطور سخاوت اور گرجا کی روشنی کے انتظام کے لئے دیئے جانے کا ذکر بھی ہے +

مرسیا کی سلطنت کی سکہ سازی انگلستان کی ان سات بادشاہتوں میں سب سے بڑی معلوم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے مرسیا کے سکے عموماً چاندی کے پائے جاتے ہیں۔ جن کا وزن عموماً آٹھ سے لیکر بیس گرین تک ہے۔ ان ابتدائی مرسیا کے سکوں پر پنیڈا اور اتھلرڈ کے نام ہیں۔ ان میں سے

اوّل الذکر سکے بالکل رومن طرز کے ہیں۔ لیکن موخر الذکر سکوں میں رومن طرز کے علاوہ کچھ دیسی
نقشہ بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کے بنے ہوئے ہیں۔ پنیڈا کے سکوں پر جو حروف
کندہ ہیں وہ رومن اور رُونک حروف ہیں۔ مگر اتھلرڈ کے سکوں میں صرف رونک حروف ہیں
جو بت پرست شمالی لوگوں کی الف با ہے۔ بادشاہ کا نام ہر حالت میں سکے کے دُوسری طرف ہے
اتھلرڈ کی وفات سے لیکر جو ۷۰۴ء میں ہوئی۔ آفا کی حکومت تک جو ۷۵۷ء میں شروع ہوئی نصف
صدی سے کچھ زیادہ کا عرصہ ایسا ہے کہ اس کے اندر مُرسیا کے سکوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

آفا نے کوئی قدیم طرز کے سکے مضروب نہیں کیئے۔ اور اس کے سکے زیادہ تر پینی یعنی اکنی کی
قیمت کے ہیں۔ یہ چاندی کے سکے ہیں۔ اور اٹھارہ سے لے کر بیس گرین تک ان کا وزن ہوتا
تھا۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ آفا پہلا بادشاہ تھا۔ جس نے پینی کو انگلستان میں رواج دیا۔ سکے کی
یہ طرز۔ مگر اس کا نقشہ نہیں۔ شارل مین کے دینیر سے لیا گیا تھا۔ آفا کے ان سکوں میں جو پینی
کے قسم کے ہیں۔ نقشے میں اور بناوٹ میں ایسا کاریگری کا کمال پایا جاتا ہے۔ کہ اس بارہ میں اُس
سے پیچھے آنے والے بادشاہوں کے سکے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نہ صرف سکوں کی طرز میں
ہی تعداد میں زیادہ ہیں۔ بلکہ اُن میں نقشوں کا بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ موٹے طور
پر دو حصّوں پر تقسیم کیئے جا سکتے ہیں۔ ایک وہ جن میں بادشاہ کے اوپر کے دھڑ کی تصویر ہے
اور دُوسرے وُہ جن میں وہ تصویر نہیں۔ یہ تصویر جن سکوں پر موجود ہے اپنے اندر اصلیت کا
رنگ رکھتی ہے۔ اور بلا شبہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صحیح تصویر اوتارنے کی کوشش
کی گئی ہے۔ سکوں کے دوسری طرف جو نقشے ہیں ان میں زیبائشی نقوش اعلےٰ درجہ کے پائے
جاتے ہیں۔ اور زیادہ تر عجیب طرز کی بنی ہوئی صلیبوں یا پھولوں کے نمونے ہیں دھڑ کے
اوپر کے حصّے کی بنی ہوئی تصویریں اچھی بنی ہوئی ہیں۔ اور سر کی تصویر گویا ایک زندہ انسان
دکھاتی ہے۔ بال عموماً سنوارے ہوئے اور ان میں شکن ڈالے ہوئے ہیں۔ مگر بعض تصویریں
بے ترتیبی کی حالت میں بھی ہیں۔ سکوں پر جو عبارت کندہ ہے وہ رومن عبارت میں ہے۔ مگر
کہیں پرانے رونک حروف کا بھی اثر موجود ہے۔ ٹکسالوں کے ناموں کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔
لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے بڑا مرسیا کا ٹکسال لندن میں ہوگا۔ مگر خود ان سکوں سے یہ

ثابت ہوتا ہے کہ ۸۶۶ء میں شاہ کینٹ اور اس کی افواج کو جو شکست انفورڈ کے مقام پر ہوئی اور جب کینٹ مرسیا کا باجگذار ہو گیا تو آفا کینٹر بری کے ٹکسال کو استعمال کرتا رہا +

آفا کا سونے کا وہ عجیب و غریب سکہ جس پر عربی حروف کندہ ہیں۔ سکوں کے طالبعلموں کے درمیان بہت زیر بحث رہا ہے اور یہ عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ دُنیا کے عجیب سے عجیب چیزوں میں سے یہ ایک چیز ہے۔ بہت سے رسالے اور مضامین اس سکہ اور اس کی اصلیت پر لکھے گئے ہیں۔ اور اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات لوگوں میں پائے جاتے رہے ہیں ۲۵ نومبر ۱۸۴۱ء میں پیرس کے رہنے والے ایڈرین ڈی لانگ پریٹر نے ایک مضمون اس سکہ پر لنڈن نیمس میٹک سوسائٹی کے سامنے پڑھا۔ اُسی سوسائٹی کے سامنے مسٹر جے۔ وائی۔ ایکرمن نے ایک مضمون ۲۴ مارچ ۱۸۴۲ء کو پڑھا جس میں اس سکہ کے منسوب ہونے پر بحث کی گئی ہے مسٹر ہربرٹ اے گروبر نے ۱۸۹۹ء میں برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ کے برٹش میوزیم کے سکوں پر ایک رسالہ میں اس سکے کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن کینین ۱۸۸۴ء میں کتاب گولڈ کوئنز آف انگلینڈ میں صفحہ ۱۱ و ۱۲ میں اِس سکہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اُس کتاب کی ابتداء میں اسکی تصویر بھی دی ہے۔

اسی سکہ پر برٹش نیومس میٹک سوسائٹی کے پریذیڈنٹ کاربن برٹن نے ایک مفصل اور نہایت دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ اور حال میں ہی یعنے ۱۹۱۱ء میں ایک اعلےٰ درجہ کا مضمون مسٹر جے۔ ایلین ایم۔ اے نے لکھا ہے +

ان مختلف اصحاب نے جو کچھ بحث اس سکہ پر کی ہے اور جس مختلف نتائج پر وہ پہنچے ہیں۔ اور ایسا ہی بعض اور لوگوں نے جن کے نام ایسے مشہور نہیں جو کچھ اس سکہ کے متعلق لکھا ہے ان سب تحقیقاتوں کا نتیجہ ذیل کے چار عنوانوں کے ماتحت آتا ہے۔ یعنی ان میں سے ایک نہ ایک رائے کی تائید ان مختلف مضمون نویسوں نے کی ہے۔

اوّل۔ کہ شاہ آفا مُسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے اسلام کا اعلان سکوں پر کلمۂ توحید کا اقرار کر کے کیا +

دوئم۔ کہ آفا کو ان عربی الفاظ یعنی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ محمد رسول اللہ

ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله کے معنے معلوم نہ تھے اور نہ اس کو پتہ تھا کہ ان الفاظ کا مفہوم کیا ہے۔ اور اُن کو صرف بیل بوٹے خیال کر کے اُس نے سکہ پر یہ نقش منقش کرا دیئے اور الفاظ ہمفاریکس یعنی شاہ آفا اپنے نام کے اظہار کے لیئے بڑھا دیئے۔

سوئم۔ کہ چونکہ بہت سے بیت المقدس کے زائرین ان ایام میں انگلستان سے بیت المقدس کو جایا کرتے تھے۔ اور چونکہ بیت المقدس اس وقت اس وقت مسلمانوں کے زیر حکومت تھا اس لیئے شاہ آفا نے یہ سکے۔ اس غرض کے لیئے مضروب کئے ہونگے۔ کہ وہاں آسانی سے قبول کیئے جاسکیں۔ اور ان کے چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور تجارتی وغیرہ اغراض میں بھی یہ کام دے سکیں +

چہارم۔ کہ اس سکہ کی غرض اس کو عام طور پر رواج دینا نہ تھا۔ بلکہ چونکہ آفا نے پوپ کو ۳۶۵ سونے کی مہریں سالانہ دینی کی تھیں۔ اس لیئے یہ سکہ صرف اسی خاص غرض کے لیئے مضروب ہوا تھا +

ایڈیٹر اشاعت اسلام۔ شاہ آفا کا سکہ واقعی دنیا کی عجیب چیزوں میں سے ایک ہے۔ اس کے متعلق جن چار نتائج پر عیسائی محقق پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شاہ آفا درحقیقت مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام کے اعلان کے لیئے ہی انھوں نے یہ سکہ اس طرز پر مضروب کرایا۔ اور اس پر کلمۂ شہادت اور آیات قرآنی کندہ کرائیں قبل اس کے کہ میں ان اعتراضات پر غور کروں جو اس نتیجہ کو ماننے سے لازم آتے ہیں باقی تین نتائج کے متعلق چند الفاظ لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ نتیجہ نمبر ۲ کا موید ایڈرین دی لانگ پریئر ساکن پیرس ہے۔ اور اس امر کی تائید میں اس نے پانچ اور سکے جو مختلف عیسائی ممالک میں مضروب ہوئے۔ پیش کیئے ہیں۔ مگر یہ پانچ سکے ہرگز اس نتیجہ کی تائید نہیں کرتے۔ سب سے اول یہ امر غور طلب ہے کہ اگر عربی زبان کوئی مردہ زبان ہوتی جس کا نہ بولنے والا کوئی دُنیا پر ہوتا اور نہ ہی اس کا لٹریچر پھیلا ہُوا ہوتا تو یہ بات ممکن تھی کہ عربی کے حروف کا ایک بادشاہ اور اُس کے تمام عملے کو پتہ نہ لگتا اور یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ یہ کسی زبان کے حروف ہیں یا محض بیل بوٹے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں جس کا یہ سکہ ہے۔ اسلامی حکومت اپنے پورے عروج پر تھی۔ اور چونکہ بیت المقدس کی زائرین

کثرت کے ساتھ بیت المقدس میں آتے جاتے تھے۔ اس لیئے ان کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات بھی تھے۔ عربی زبان نہ صرف عرب کی ہی زبان تھی۔ بلکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت پہنچی وہاں عربی زبان بہت جگہ تو عام آبادی کی زبان بن گئی تھی۔ اور بعض جگہ سارے دفاتر دوتین وغیرہ کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے وہاں کی علمی زبان عربی ہی بن چکی تھی۔ اس لیئے یہ خیال کرنا کہ ۱۶۰ھ ہجری میں یعنی اسلامی حکومت کو قائم ہوئے ڈیڑھ سو سال پیچھے انگلستان کا ایک بادشاہ اور اس کے سارے وزرا علماء و فضلا اور اس کی سلطنت کے اراکین جن میں سے بہتیرے ہر سال بیت المقدس میں جاتے اور مسلمانوں سے میل ملاقات کرتے تھے۔ عربی زبان سے ایسے ناواقف تھے کہ وہ اس قدر بھی نہ پہچان سکتے تھے کہ یہ عربی کے حروف ہیں یا کوئی بیل بوٹہ اور بے معنی نقش ہیں۔ ایک ایسی بات ہے جس کو ایک لمحہ کے لیئے بھی کوئی عقلمند انسان تسلیم نہیں کرسکتا۔ پس یہ نتیجہ بالکل بعید از قیاس ہے۔ اور ان مثالوں سے جو مسٹر لانگ پریئر نے دی ہیں اس نتیجہ کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ پہلی مثال یہ ہے کہ کیسٹائل کے عیسائی بادشاہ الفانسز وہشتم نے ایک سکہ مضروب کیا تھا جس پر کچھ عربی عبارت تھی۔ مگر وہ عربی عبارت صاف طور پر عیسائی مذہب کی مویدہے۔ چنانچہ ایک طرف کی عبارت خود اس مضمون نویس نے حسب ذیل بتائی ہے :۔ الامام البیعة المسیحیة الباب الف باسم الاب والابن والروح القدس الله وحده وغیرہ۔ یعنی عیسائی کلیسیا کا امام پوپ الف۔ باپ اور بیٹے اور روح القدس خدائے واحد کے نام سے۔ اور دوسری طرف کی عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے "کیتھولکوں کا امیر الفانسز و ابن سانچو۔ اللہ اس کی مدد اور حفاظت کرے"۔ اب اس سکہ کو جس پر عیسائی مذہب کا صاف اقرار موجود ہے۔ اس شہادت میں پیش کرنا کہ اس زمانہ میں بغیر معنے جاننے کے عیسائی بادشاہ عربی عبارت کو بے معنی نقش سمجھ کر نقل کردیا کرتے تھے کس قدر بودہ پن ہے۔ کیا اس کو کوئی شخص دلیل کہہ سکتا ہے۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربی عبارت عیسائی بادشاہ نے اپنے حسب منشا کندہ کرائے۔ باقی مثالیں جو فاضل مضمون نویس نے دی ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔ یعنی محض عربی عبارت کا سکوں پر ہونا بطور ایک دلیل کے پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ سوال عربی حروف اور عبارت کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اسکا مفہوم کیا ہے

اگر باقی سکوں میں عربی عبارتوں کا مفہوم عیسائیت کی تائید میں ہے تو اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ وہ لوگ جنھوں نے ایسے سکے مضروب کیئے وہ معنے سمجھتے تھے۔ اور اپنے حسب منشار الفوں نے عربی عبارتیں سکوں پر منقش کرائیں۔ ان بقیہ چار سکوں میں سے دو تو وہ ہیں جو صلیبی جنگوں میں بمقام سینٹ جین دی ایکر مضروب کئے گئے اور اُن کی غرض ہی۔ عربی بولنے والے ممالک میں ان سکوں کا چلانا تھا۔ تیسرا سکہ بھی صلیبی جنگوں کے تعلق میں ہی مضروب ہوا۔ چوتھا ہسپانیہ میں ہشام ثانی کے وقت کے قریب مضروب ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ ہسپانیہ اسوقت مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس لیئے اگر کسی قریب کی سلطنت مسلمانوں کے زیر اثر ہو کر نقل کے طور پر کوئی سکہ مضروب کر دیا ہو تو اس کو شاہ آفا کے سکہ سے کوئی نسبت نہیں ہے +

تیسری رائے یہ ہے کہ شاہ آفا نے ان لوگوں کے لیئے یہ سکہ مضروب کرایا ہو جو بیت المقدس کی زیارت کے لیئے انگلستان سے جاتے ہوں یہ بھی بعید از قیاس ہے۔ اور نہ اس کی کوئی مثال تاریخ میں ملتی ہے۔ اگر یہ رسم عیسائی ممالک میں ہوتی تو عام رسم ہونی چاہیئے تھی۔ اور جب دوسرے ممالک کے لوگوں کو ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی تو شاہ آفا کی سلطنت کے جو چند آدمی جاتے ہونگے اُن کے لیئے ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی +

چوتھی رائے بھی قابل قبول نہیں۔ پوپ کو بھیجنے کے لیئے خاص سکہ بنوانا ایک بے معنی بات ہے۔ انگلستان کے اور سارے یورپ کے بادشاہ پوپ کو روپیہ بھیجتے تھے۔ شاہ آفا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ صرف ۳۶۵ سالانہ مہروں کے لیئے ایک خاص سکہ مضروب کراتا۔ اور پھر سالہا سال تک یہی سکہ برابر پوپ کے خزانے میں رہے۔ مگر وہاں کسی کو یہ بھی پتہ نہ لگے کہ اس سکہ پر کیا لکھا ہوا ہے۔ مانا کہ اس زمانہ میں عیسائی بہت جاہل تھے۔ مگر اس کے لیئے تو ایسے علم کی ضرورت نہ تھی۔ پھر بالخصوص یہ عجیب بات ہے کہ نہ سارے انگلستان میں کسی شخص کو معلوم ہوا کہ اس سکہ پر کیا لکھا ہوا ہے۔ اور نہ ہی اٹلی کے ملک میں جس کے تعلقات مشرقی ممالک کے ساتھ بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور رات دن کی لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ اور اسلامی بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت بھی ہوگی۔ بلکہ یہ تو ممکن ہے کہ انگلستان جیسے دور پڑے ہوئے ملک میں عام طور پر لوگوں کو یہ پتہ نہ ہو کہ عربی عبارت کیا ہے۔ اور اسکا مفہوم کیا۔ مگر اٹلی والوں کا اسکے

مضر ہے۔ بے خبر ہونا کسی طرح قابل تسلیم نہیں اور یہ ناممکن ہے کہ باوجود علم ہونے کے پوپ ایک ایسے سکہ کو قبول کر جائے جس پر نہ صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کا اقرار ہی موجود ہے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ عظیم الشان پیشگوئی بھی موجود ہے۔ کہ اسلام آخر کار کل مذاہب پر غالب ہوگا اور سب مذاہب کو کھا جائے گا۔ عیسائیت سے اُس زمانہ میں اسلام سے بڑھ کر کسی کو اپنا دشمن نہ سمجھے۔ اور عیسائیت کے ہی مرکز میں مسیح کی گدی پر بیٹھنے والے کے گھر میں یہ سکہ سالہا سال پہنچتا رہے۔ جس کا مطلب یہ ہو کہ آخر عیسائیت پر اسلام غالب آئے گا +

غرض مذکورہ بالا چار رائوں میں سے تین مؤخر الذکر رائیں کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اب ہم سب سے پہلی رائے کو لیتے ہیں۔ کہ شاہ آفا مسلمان ہو گیا ہو۔ اور اپنے اسلام کا اعلان بذریعہ اس سکہ کے کیا ہو۔ میں اس میں بھی کسی قدر ترمیم کروں گا۔ سارے واقعات پر غور کر کے یہ بات بہت قرین از قیاس ہے کہ شاہ آفا کو اسلام کی تبلیغ کسی نہ کسی طرح پر پہنچی۔ اور وہ اسلام کی صداقت پر اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر یقین لایا۔ اور اسی صداقت کا اعلان اُسنے بذریعہ اس سکہ کے کیا۔ گو کھلے طور پر عیسائیت کو ترک کرنیکا اعلان اس نے نہ کیا ہو۔ اور نہ ہی ان حالات کے اندر یہ ممکن ہو کہ وہ عیسائیت کے عقیدہ سے کھلی بیزاری کا اظہار کر کے پھر اس ملک کا بادشاہ بھی رہ سکے۔ بلکہ اس کی جان بھی ایسی صورت میں نہ بچ سکتی تھی۔ تاہم اس نے اپنے اندرونی خیالات کے صحیح نقشہ سے اور اسلام کی صداقت کا جو جذبہ اس کے دل میں موجزن تھا۔ اس سے دُنیا کو اور بالخصوص آنے والی نسلوں کو بیخبر رکھنا نہیں چاہا۔ اور اس سکہ کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مذہب کو وہ دُنیا پر ظاہر کرے گا۔

اسی سے کسی قدر ملتا جلتا ہمارے ہی ملک کا ایک واقعہ ہے جس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں اور وہ واقعہ اسی ملک ہند کے ایک مشہور اور مسلم بزرگ کی نسبت ہے۔ باوا نانک صاحب جو سکھ مذہب کے بانی تھے ان کے اصل عقیدہ کے متعلق کہ زیادہ ہندوؤں کا عقیدہ رکھتے تھے یا مسلمانوں کا یا ان دونوں کے بین بین ان کا کوئی اور عقیدہ تھا۔ ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کی وفات کے وقت بھی یہ جھگڑا اٹھا اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی لاش اسلامی طرز پر دفن کی جائے۔ اور ہندوا سے ہندوؤں کے طریق پر جلانا

چاہتے تھے۔ سکھ مذہب کی کتابوں کے اندر جس قدر اقوال باوانانک صاحب کے پائے جاتے ہیں یا جس قدر واقعات ان کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں سے بعض اقوال اور واقعات کو ایسا رنگ دیا گیا ہے کہ وہ اُس کے مسلمان ہونے کے منافی معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک ہی بات فیصلہ کر دیتی ہے۔ کہ ایسے اقوال اور واقعات کے مقابل کیوں وہ واقعات اور اقوال زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ جن سے اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ سکھ مذہب کو بانی مذہب کی وفات کے بعد ایسے ملکی واقعات پیش آئے کہ روز بروز اسلام سے اس کا تنفر اور ہندو مذہب کی طرف میلان بڑھتا گیا۔ اور اس لیئے جو کچھ باوانانک صاحب کا اصلی مذہب تھا وہ بھی اسی اثر کے نیچے آکر اصلیت کو چھوڑ گیا۔ اور ایسے اقوال اور واقعات اس میں داخل ہو گئے جو ان بعد کے تاثرات کا نتیجہ تھے۔ اگر سکھ مذہب کے بعد کی تاریخ ایسے لوگوں سے اثر قبول نہ کرتی جن کو مذہب اسلام کے ساتھ بغض تھا تو یہ اقوال اور واقعات اس تاریخ میں داخل نہ ہو سکتے۔ پس خود یہ بات کہ سکھ مذہب کو بعض ملکی وجوہ سے اسلام کے ساتھ بغض پیدا ہو گیا۔ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ وہ اقوال اور واقعات جن سے اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی امر مترشح ہوتا ہے اسی بغض کا نتیجہ ہیں اور بالمقابل ایسے صریح اور کھلے کھلے اقوال اور تاریخی واقعات جو باوانانک صاحب کی صداقت اسلامی کے شیدا ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کا اس وقت تک سکھ مذہب کی کتابوں میں باقی رہنا باوا صاحب کے اصل مذہب کا پتہ بتاتا ہے۔ کیونکہ جہاں اسلام کے خلاف بعض باتوں کا سکھ مذہب کی تعلیم میں راہ پا جانا بالکل قرین قیاس ہے اسلام کی تائید میں بعد میں کسی بات کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہ تھی +

مگر اصل بات جس کی طرف میں یہاں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ باوانانک صاحب کی قولی نہیں بلکہ فعلی شہادت ہے۔ جو ان کے مذہب کا ٹھیک پتہ بتاتی ہے۔ باوانانک صاحب ایک مذہبی بزرگ تھے۔ اور انھوں نے اپنی یادگار اپنے پہننے کا ایک چولہ چھوڑا ہے۔ جو اس وقت ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں کئی سو غلافوں کے نیچے محفوظ ہے۔ اور جس میں اس قدر زمانہ میں کسی قسم کا تغیر تبدل وقوع میں نہیں آیا۔ کیونکہ اس کے اوپر کے غلافوں نے باوا صاحب کے

پیروؤں کو بھی اس کی اصل حقیقت سے بے خبر رکھا۔ اس چولہ کے متعلق جو کچھ ذکر باوا صاحب کی جنم ساکھیوں میں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کچھ تحریر بھی ہے۔ مگر وہ تحریر کیا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہاں مضمون کے رنگ میں یہ بات جنم ساکھیوں میں لکھی گئی۔ کہ وہ مختلف زبانوں کے حروف میں کوئی تحریر ہے۔ اور یہ خیال کیا گیا۔ کہ جیسے باوا صاحب کا مذہب عوام کے خیال میں ہندو مذہب اور اسلام کے بین بین تھا۔ اسی طرح یہ چولہ کی تحریر بھی مختلف مذاہب کی تعلیم کا کچھ کچھ حصہ ہے۔ مگر حال میں جو اس چولہ کی اصل تحریر کو دیکھا گیا (جس کے متعلق پورے واقعات اور چولہ کا نقشہ مع اصل تحریر کے ایک کتاب ست بچن نام میں محفوظ کئے گئے ہیں۔) تو معلوم ہوا کہ اس چولہ پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ مگر وہ سب کا سب ایک ہی زبان یعنی عربی زبان میں ہے اور سوائے مذہب اسلام کے کسی مذہب کی تعلیم کا اس پر نشان نہیں پایا جاتا۔ کہیں کلمۂ شہادت ہے کہیں آیۃ الکرسی ہے۔ کہیں اسمائے الٰہی ہیں۔ کہیں دیگر آیات قرآنی ہیں اب اس فعلی شہادت نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ باوا نانک صاحب کا اصلی مذہب وہی ہے۔ جو چولہ پر ہے۔

جس قسم کی شہادت ایک مذہبی بزرگ کے متبرک لباس سے ملتی ہے اسی قسم کی فعلی شہادت اپنے اندرونی خیالات کے اظہار کے لیئے شاہ آفا نے اس سکہ پر چھوڑی ہے اور واقعی بادشاہ کے متعلق شہادت سکہ ہی سب سے بڑھ کر ادا کر سکتا تھا۔ اس کی تائید میں اگر اور شہادتیں نہ ملیں یا وہ محو کر دی گئی ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ایک عیسائی ملک میں صداقت اسلامی کی شہادت کا محفوظ رہنا قریباً قریباً محال تھا۔ ورنہ ممکن ہے کہ شاہ آفا نے اور کچھ شہادت بھی اپنے اسلامی عقیدہ کی چھوڑی ہو۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ شاہِ آفا کا علانیہ اقرار اسلام اور ترک مسیحیت ایک سخت مشکل کام تھا۔ مگر اس کے دل میں کیا خیالات موجزن تھے۔ اس سکہ نے بتا دیا اور یہ بھی اللہ تعالے کی حکمت ہے۔ کہ ایک طرف باوا صاحب کے چولہ کو اسلام کی صداقت کی شہادت ادا کرنے کو محفوظ رکھا اور دوسری طرف شاہ آفا کے سکہ کی یادگار کو بھی دنیا سے نہیں مٹایا۔ گو کل دنیا میں یہ سکہ اب ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔ جو کہ برٹش میوزیم میں ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی اسلامی بادشاہ کے دینار کی یہ نقل ہو۔ مگر اس

اسلامی بادشاہ کے نام کی بجائے آفا کے اپنا نام دینا اور کلمۂ شہادت اور رسالت نبوی کے اقرار کو باقی رکھنا یہ صاف بتاتا ہے۔ کہ شاہ آفا نے ارادتاً ایسا کیا۔ اور پھر اس سکہ پر اس ایت کا موجود ہونا جو سارے ادیان پر آخر اسلام کے غلبہ کا اظہار کرتی ہے۔ شائد اپنے اندر ایک پیشگوئی بھی رکھتا ہو اور کیا عجب ہے کہ اسلام کی صداقت کا سارے یورپ میں سے پہلے انگریزی قوم میں ہی اب آخر مانا جانا اس پیش گوئی کو پورا کرنے والا ہو۔ یورپ کے مختلف ممالک کے تعلقات کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ مگر جو تحریک قبولیت اسلام کی انگریزی قوم میں شروع ہوئی ہے۔ وہ ابھی تک یورپ کی کسی دوسری قوم میں شروع نہیں ہوئی۔ پس یہ سکہ بہرحال اپنے اندر ایک شہادت رکھتا ہے۔ کہ نہایت قدیم زمانہ میں بھی ایک انگریز بادشاہ کے دل پر اسلام کی صداقت کا اثر ہوا۔ اور وہ اثر اس قدر قوی تھا۔ کہ اس نے نہیں چاہا کہ اس کے خیالات اس کے ساتھ ہی مر جائیں۔ بلکہ ایک سکہ کے رنگ میں اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر اس نے اپنی قوم کے سامنے شہادت حقہ ادا کر دی۔ ہاں یہ کہا جائے گا۔ کہ ان سکوں پر صلیب کی شکل بھی ہے۔ مگر وہ درحقیقت صلیب نہیں۔ بلکہ جیسا کہ اس فن کے ماہرین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ سکے کو چار حصوں میں اس غرض کے لیئے تقسیم کیا ہے کہ تا بوقت ضرورت اس کا نصف اور چوتھائی بھی کام دے سکے۔ ابتدائی زمانے میں سکوں کی بہتات نہ تھی۔ اور وہ اس قدر پتلے ہوتے تھے۔ کہ آسانی سے جہاں نشان ہو وہاں سے توڑے جا سکتے تھے۔ باقی رہی یہ بات کہ شاہِ آفا پوپ کو ۳۶۵ مہریں سالانہ دیا کرتا تھا۔ یہ بھی اُسکے دل سے مسلمان ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اس مراسلہ سے صاف پایا جاتا ہے۔ جس میں یہ رقم دیا جانے کا ذکر ہے۔ یہ مہریں محض صدقات کے طور پر دیجاتی تھیں۔ اور اسلام صدقات کا دینا کسی خاص مذہب تک محدود نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی فیاضی عام ہے۔ اور کلیسیا میں روشنی پر اس روپے کا خرچ ہونا بھی کسی طرح شاہِ آفا کے اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں ہے۔ ممکن ہے آئیندہ زمانہ میں کوئی مزید شہادت اسی کی موید پیدا ہو جائے۔

انبیائے بنی اسرائیل پر آنحضرتؐ کی فضیلت

تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض۔

اس آیت میں درحقیقت اشارہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب رسولوں پر فضیلت کی طرف ہے اس ذکر سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا اور آگے حضرت عیسےٰؑ کا ذکر ہے۔ اور یہ دونوں رسول بنی اسرائیلی سلسلہ میں ایک نمایاں امتیاز رکھتے ہیں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اس سلسلہ کی ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے کہ اس شان و شوکت کا اظہار آپ ہی کے ذریعہ سے ہوا جب بنی اسرائیل ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک بنگئے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اسکی رُوحانی شوکت کے لحاظ سے۔ کیونکہ موسوی سلسلہ اپنے رُوحانی کمال کو آپکے ذریعہ سے ہی پہنچا۔ اور وہ اخلاقی اور رُوحانی تعلیم جو حضرت مسیح کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو دیگئی وُہ سب انبیائے سابق کی تعلیم پر فوقیت لیگئی + اس طرح پر جہاں ان دونوں رسولوں کی فضیلت کیطرف اشارہ ہے اس سے بھی لطیف تر اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف ہے۔ جو اصل مقصود ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے یہ دو عظیم الشان نبی جنھوں نے موسوی سلسلہ کو ظاہری اور رُوحانی ہر دو پہلوؤں میں کمال تک پہنچایا یا انہی دونوں نے سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے گیت پیشینگوئی کے رنگ میں گائے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت داؤدؑ کے کلام میں اور حضرت مسیحؑ کے کلام میں آپکی آمد کو خود خدا کی آمد کہا گیا ہے۔ گویا باوجود اپنی کمالات ظاہری و باطنی کے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہری و باطنی کو ایسے بلند مرتبہ پر پایا کہ آپ میں دو شانوں میں اُنکو خدا کی شان نظر آئی۔ اور اس طرح پر اس آیت کے اندر ایک لطیف اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات آپ کی اس فضیلت پر شاہد ہیں اور خود قرآن کریم کو جو فضیلت دیگر کتب پر حاصل ہے۔ کہ وہ سب صداقتیں کامل طور پر اس کے اندر جمع کردیگئی ہیں جو متفرق طور پر پہلی کتابوں میں تھیں۔ بلکہ ایسی تمام صداقتیں جنکی ضرورت قیامت تک ہوگی وہی فضیلت درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء پر ہے۔ آپ کا کافۃ للناس مبعوث ہونا۔ آپ کا رحمۃ للعالمین کا خطاب پانا۔ آپ کی اُمّت کا خیر امۃ اخرجت للناس قرار دیئے جانا۔ یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر شاہد ہیں +

اُجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاوے گا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہار درج کرانے کا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا ✣

مینیجر رسالہ

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
چوتھائی	عہ	۸ عگر	۸ للعہ	۸ للعہ
نصف	مُعگر	صہ	لعہ	صہ ۱۵
پورا	للعہ	۱۰	۸ ۱۸	۳۰

نوٹ :۔ باقی امورات خط وکتابت سے طے ہو سکتے ہیں ✣

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام۔ اردو۔ قیمت دس آنے (۱۰/)

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبیّن کل زبانوں کی ماں ہے۔ اردو۔ قیمت بارہ آنے ... (۱۲/)

(۳) اسوہ حسنہ۔ الموسوم بہ "زنّہ اور کامل نبی"۔ اردو۔ قیمت صرف چار آنے ... (۴/)

(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/)

مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے ... (۴/)

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدر آباد دکن اردو۔ قیمت دو آنے .... (۲/)

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو فی کتاب۔ قیمت (۱/)

مسلم مشنری کے ولائیتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/) اور ۳ عدد انگریزی قیمت ..... (۳/)

مسلم اٹی چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ ..... (۱/)

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳ء-۱۹۱۴ء انگریزی قیمت جلد سنہ ۱۹۱۳ء (ﷲ) جلد سنہ ۱۹۱۴ء (ﷲ)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی ۱۹۱۴ء تا ئیت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء قیمت ایک روپیہ .... (عہ)

دیگر مختلف تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اوّل مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اردو (۶/)

نکات القرآن حصہ دوم " " " (۶/)

عصمت انبیاء " " " (۸/)

غلامی " " " (۴/)

ولیسٹرن اویکینگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی قیمت (۱۲/)

التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس (۱/)

طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اس سے بچنے کی آسان راہ مصنفہ سید صاحب ایل ایم ایس (۱/)

Miracle of Mohd

مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ انگریزی (۱۲/)

اسلامک اینڈ سوسلیزم " " " (عہ/)

پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت۔ (۱/)

النبوۃ فی الاسلام۔ نبوۃ کی اصل غرض و غایت مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے قیمت ایک روپیہ .... (عہ)

حدوث مادہ " " " (۴/)

جلد اوّل سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت تین روپے (ﷲ)

پتہ

منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

نوٹ:۔ ہمدردانِ اسلام ناظرین کرام ان کتب کو اپنی حلقہ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں خصوصاً تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

مروارید ثلاثہ

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں۔ جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں:۔

(۱) براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام)۔ قیمت .... (۱۰/)

اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

(۲) ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان)۔ قیمت بارہ آنے...... (۱۲/)

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباد اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

(۳) اسوہ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی)۔ قیمت صرف چار آنے..... (۴/)

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ:۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہو گا +



پتہ

منیجر اشاعت اسلام ۶ ل احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

نوٹ:- احباب ان ہر سہ کتب کے اور رسالہ کے واسطے بہت عجلت فرمائیں۔ ورنہ بعد ازاں مایوسی ہو گی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی) و مولوی صدر الدین (بی۔اے۔ بی۔ٹی)

جلد (۲) | بابت ماہ مئی ۱۹۱۶ء | نمبر (۵)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

[illegible] احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ۱ مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام [illegible]

قیمت سالانہ تین روپے

اشاعت اسلام بک ڈپو

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام ہے۔ اردو قیمت دس آنے (۱۰/)

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبین کل زبانوں کی ماں ہے۔ اُردو قیمت دس آنے ...... (۱۰/)

(۳) اسوہ حسنہ۔ الموسوم بہ "زندہ اور کامل نبی" اردو قیمت چار آنے .... (۴/)

(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/)

مسلم پریچر انگریزی قیمت چار آنے ... (۴/)

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدر آباد دکن اردو قیمت (۲/)

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو فی کتاب قیمت (۱/)

مسلم مشنری کے ولایتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/) اور تین عدد انگریزی لیکچر قیمت تین آنے ... (۳/)

مسلم ایٹیچیوڈ ٹورڈز گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار۔ اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ ...... (۱/)

رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ء انگریزی قیمت فیجلد سنہ ۱۹۱۳ء (صہ/) جلد سنہ ۱۹۱۴ء (صہ/)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء قیمت (عہ/)

دیگر مختلف تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اوّل مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ اردو۔ قیمت فیجلد ... (۶/)

نکات القرآن حصہ دوم ایضاً " ... (۶/)

عصمت انبیاء (۸/) غلامی " " .... (۴/)

دی سٹرن اویکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی۔ قیمت فیجلد بارہ آنے ... (۱۲/)

التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر ہے مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل۔ایم۔ایس ... (۱/)

طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اُس سے بچنے کی آسان راہ ہے مصنفہ جناب شاہ صاحب ایل۔ایم۔ایس ... (۱/)

Miracle of Mohd

مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا۔ انگریزی (۱۲/)

اسلام اینڈ سوشیلزم " " " (۱۴/)

پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت ... (۱/)

النبوۃ فی الاسلام۔ نبوت کی اصل غرض و غایت مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے قیمت ... (صہ/)

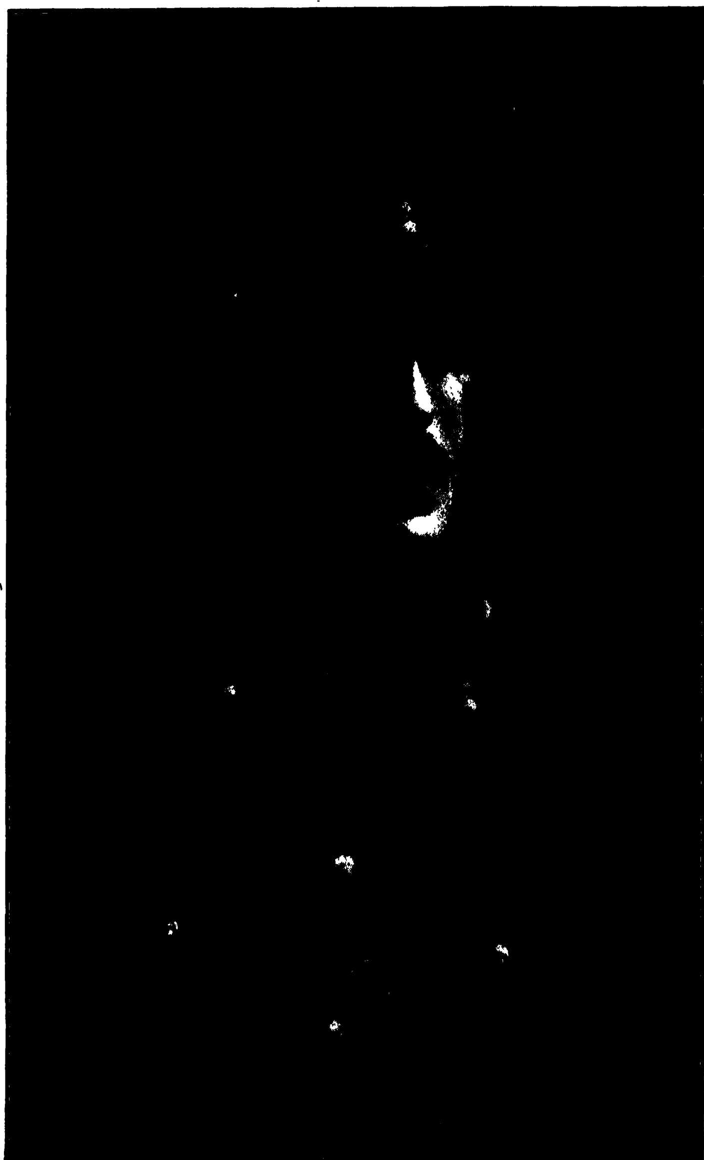
حدوث مادہ .... (۴/)

مکمل جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت (سے/)

پتہ

منیجر خواجہ عبد الغنی۔ عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نو لکھا لاہور

نوٹ:۔ ۱-۲-۳-۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقۂ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں +



Yours faithfully

(MUHAMMAD NASRULLAH.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) بابت ماہ مئی ۱۹۱۶ء نمبر (۵)

شذرات

اس رسالہ کے ساتھ جن معزز انگریز نو مسلم کی تصویر شائع ہوتی ہے اور جو انگریزی فوج میں کپتان کے عہدہ پر ہیں۔ ان کا نام نامی البرٹ آرمسٹرانگ میکالن ہے۔ جن کے اسلام لانے کا اعلان گذشتہ رسالہ میں ہو چکا ہے ان کا اسلامی نام محمد نصر اللہ رکھا گیا ہے۔ ان کا اپنا دستخطی اعلان اسلامک ریویو کے اپریل نمبر کے ساتھ شائع ہوا ہے جو بالفاظ ذیل ہے +

میں البرٹ آرمسٹرانگ میکالن ولد پاڈرنی انگز نڈر میکالن اس اعلان کے ذریعہ سے برضا و رغبت خود اپنے ایمان اور سچے دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے لیئے مذہب اسلام اختیار کرتا ہوں۔ اور کہ میں صرف ایک اللہ کی پرستش کروں گا۔ اور کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول اور اس کے بندہ ہیں اور کہ میں سب انبیاء ابراہیم موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کی یکساں عزت کرتا ہوں اور کہ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے ایک مسلم کی زندگی بسر کروں گا +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دستخط اے اے میکالن کپتان [illegible]

پورا کرنے والی ہے کہ سعید الفطرت لوگ کسی قوم کے بھی ہوں بہت جلد اس کی پاک تعلیم سے متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہی واقعہ آج انگلستان میں ہو رہا ہے۔ بہت لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ مگر اسلام کی صداقت ان کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے۔

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان تبلیغ اسلام کے فرض کی طرف سے بالکل غافل ہو رہے ہیں۔ یہ غفلت ایک مدت سے طاری ہے۔ اور اس لیے شاید یہ خیال بھی مسلمانوں کے دلوں سے اٹھ گیا ہے کہ اسلام کے اندر کیسی طاقت اور کیسا جذب ہے۔ قرآن سے بیگانہ اور نا آشنا ہو کر اسلام کی خوبیوں کا دل میں کیا خیال باقی رہ سکتا ہے۔ مگر اس وقت تو خدا تعالے نے وہ اسباب بھی پیدا کر دیے ہیں جنھوں نے اسلام کی خوبیوں اور اسلام کی قوت جذب کا عملی ثبوت دیدیا ہے اور دکھا دیا ہے کہ کوئی شخص اسلام کے منور چہرے سے پردہ اٹھانے کیلئے تیار ہونا چاہیئے۔ اس پر فدا ہونے والے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہی حقیقی جہاد تھا۔ اسی کا نام اللہ تعالے نے جہاد کبیر رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن کے حقائق سے دنیا کو آگاہ کرنے کے متعلق ہی فرمایا وجاھدھم بہ جہادا کبیرا۔ اسی جد و جہد میں مسلمانوں کی زندگی تھی۔ کہ وہ اپنی تبلیغی کوششوں کو بڑھاتے چلے جاتے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اسباب سے بھی لاپروا ہیں۔

خدا تعالے نے تو اشاعت اسلام کا حق ہر ایک مسلمان کے مال میں فرض کے رنگ میں بھی رکھدیا تھا۔ علاوہ اس سے جو جہاد کی ترغیب بار بار دلائی جس سے حقیقی مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہے نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ایسے ضروری اصول ہیں کہ قرآن کریم میں ان کا ذکر توحید الہٰی کے اقرار کے ساتھ کیا ہے۔ گویا ایک مسلمان کی عملی زندگی ان دو کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے سب بڑے بڑے کام اس زکوٰۃ سے نکلتے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کی حالت گرنی شروع ہوئی تو سب سے پہلا انقلاب یہ بھی نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیطرف سے مسلمان غافل ہونے لگے۔ اور آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اب شاید بہت سے مسلمانوں کو یہ معلوم بھی نہیں کہ یہ کیسی ضروری چیز ہے۔ اور جو اس فرض کو ادا کرتے بھی ہیں وہ اپنی جگہ خود

جس طرح چاہتے ہیں اور جس قدر چاہتے ہیں روپیہ صرف کر دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں ہی فرض کر لیتے ہیں کہ فلاں رقم جو ہم نے فلاں مسکین کو دی وہ زکوٰۃ کا ہی حصہ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مختلف مصارف قرار دئیے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ان سب مصارف میں کچھ نہ کچھ حصہ زکوٰۃ کا جائے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ کے مختلف مصارف میں ایک مصرف والعاملین علیہا بھی ہے۔ یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کی تنخواہیں بھی ادا کیجانی چاہئیں جو زکوٰۃ کو جمع کرنے پر مقرر ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا منشا یہی تھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ جمع ہو اور وہاں سے مناسب طریق پر خرچ ہو نہ کہ ہر شخص بجائے خود جس طرح چاہے زکوٰۃ کو صرف کر دے۔ زکوٰۃ کا فریضہ کس قدر اہم فرائض میں سے ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے شروع میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جنھوں نے زکوٰۃ کا روپیہ ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور قرآن کریم میں زکوٰۃ کے نہ دینے والوں کے متعلق بڑے سخت وعید آئے ہیں۔ جو شخص اس دنیا کے چند پیسوں سے محبت کر کے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ پیسے بھی اس کے لیئے برکت کا موجب نہیں ہوتے ؛

منجملہ دیگر مصارف زکوٰۃ کے دو مصرف یہ بھی ہیں ایک المؤلفۃ قلوبھم۔ دوسرا فی سبیل اللہ اول الذکر مصرف سے یہ مراد ہے کہ جب لوگوں کو تبلیغ اسلام کی جائے تو ایک گروہ ان میں ایسا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اسلام کی باتوں کو سننا چاہتا ہے۔ اور سمجھنا چاہتا ہے۔ ان کے لیئے ایسے موقع پیدا کرنے چاہئیں کہ وہ سن سکیں۔ اور دوسرے مصرف سے مراد صاف اشاعت و تبلیغ اسلام کے اخراجات ہیں یعنی کہ مجاہد یعنی وہ شخص جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اس کو خواہ وہ صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی ضروریات پر نہیں بلکہ دین کی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔ یہ دو مصرف زکوٰۃ کے ایسے ہیں کہ اس وقت ووکنگ مشن کے ذریعہ سے یہ ہر دو اغراض پوری ہو رہی ہیں۔ اس لیئے ہم اپنے ناظرین کو یہ توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنوائیں۔ یہ وقت ہے کہ ہر ایک تبلیغ اسلام کے لیئے دل میں درد رکھنے والا مسلمان اپنے حلقۂ اثر میں یہ تحریک کرے کہ زکوٰۃ کا روپیہ یا کم سے کم اس کا ایک معقول حصہ ووکنگ مشن کی امداد کے لیئے دیا جائے۔ اور مستورات میں بھی یہ تحریک کی جائے کیونکہ مستورات کے پاس

کچھ نہ کچھ مال ایسا ضرور ہوتا ہے جو زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

اسلام کے شیدائیو اُٹھو اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیئے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو اس امر کی طرف پورے زور سے متوجہ کرو کہ وہ اس کام میں جس کو اللہ تعالےٰ نے اس قدر برکات سے مالا مال کیا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے سینکڑوں دلوں میں اسلام کا نور پیدا کر دیا ہے اور ہزاروں میں اسلام کے ساتھ محبت اور ہمدردی پیدا کر دی ہے۔ اعانت کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ اُنھوں نے بہر حال نکالنا ہے۔ کیوں نہ اُس کو اعلےٰ سے اعلےٰ مصرف یعنی اشاعت اسلام پر لگایا جائے۔ مسلمانوں میں دینے والے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ جو لوگ اس کام سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں وہ اپنے اپنے حلقہ احباب میں تحریک کر کے اس تجویز کو پورے طور پر کامیاب کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کی زکوٰۃ کا تھوڑا سا حصہ بھی اشاعت اسلام پر صرف ہونے لگے تو بیسیوں مشن اس کے سر پر قائم ہو سکتے ہیں +

ایک اسلامی یادگار

عنوان بالا کے ماتحت لارڈ ہیڈلے نے ایک تجویز لنڈن میں ایک مسجد قائم کیئے جانے کے لیئے ولایت کے اخبارات میں شائع کی ہے۔ اور اس تجویز کو گورنمنٹ کے سامنے بھی پیش کیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ گورنمنٹ نے ہمیشہ ان جانبازوں کی یادگاریں کسی نہ کسی رنگ میں قائم کی ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو گورنمنٹ کے لیئے قربان کر دیا ہے۔ اور اس لیئے اپنی نوعیت میں یہ کوئی نرالا مطالبہ نہیں۔ ہاں لارڈ ہیڈلے کے دل میں جو اسلام کی تڑپ ہے اُس کا اظہار اُن کی اس تجویز سے ضرور ہوتا ہے۔ وہ مسلمان سپاہیوں کی وفاداری

کی یادگار کو کسی بے فائدہ عمارت کی صورت میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ایک ایسے رنگ میں اسے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو اسلام کی حقیقی یادگار کہلا سکتی ہے۔ اور جس کا عملاً مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس عظیم الشان سلطنت کے دارالخلافہ میں جو قریباً دس کروڑ مسلمانوں پر حکمران ہے۔ ایک مسجد یا اسلامی معبد کی تجویز تو درحقیقت یادگار کے خیال سے علیحدہ کر کے بھی ایک ایسی تجویز ہے کہ جس کی مدبران ملک کو ضرور قدر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جس صورت میں اس وقت لندن اس وسیع سلطنت کا ایک عظیم الشان مرجع بنا ہوا ہے تو اس کے اندر اس کی رعایا کے مختلف مذاہب کے معبد درحقیقت اس سلطنت کی عظمت و شوکت کی دلیل ہونگے اور یہی وجہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے نے سچی اسلامی وسیع الخیالی سے مسجد کی تجویز کے ساتھ ایک ہی ہندوؤں اور سکھوں کے معبد کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ اسلام تو درحقیقت سارے مذاہب کے معبدوں کی یکساں قدر کرتا ہے۔ اور سب سے پہلے جو مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی تو اس لیئے نہیں کہ وہ صرف مساجد کی حفاظت میں کھڑے ہو جائیں۔ اور ان کو انہدام سے بچائیں۔ بلکہ اس لیئے کہ ہر ایک مذہب کے معبدوں کی حفاظت کریں۔ چنانچہ وہ آیت قرآنی جو اسلام کی اس وسعت خیالی اور بلند نظری پر شاہد ہے کہ کس طرح وہ سب مذاہب کو یکساں آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اور کس طرح سب کے معبدوں کو باقی رکھنا مسلمان کا حقیقی فرض بتاتا ہے۔ حسب ذیل ہے:۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیها اسم اللہ کثیرا۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تو راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے منہدم کر دیئے جاتے۔ یہاں روکنے والے مسلمان ہیں۔ جن کو اس سے ماقبل کی آیت میں جنگ کی اجازت دیجاتی ہے۔ جیسا کہ اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان اللہ علی نصرهم لقدیر سے ظاہر ہے اور گرجاؤں اور معبدوں اور مساجد کے انہدام کے

وہ نیز اسلام کے دشمن ہیں۔ پس مسلمانوں کو گویا ان سب معبدوں کی حفاظت کے لیئے کھڑا کیا گیا۔ اور یہ اسلام کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت ہے کہ دُوسرے کسی مذہب نے اس قدر وسعت خیالی کا ثبوت نہیں دیا۔ گو قرآن بار بار یہی فرماتا ہے کہ سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور اسلام کے سوائے جو شخص مذہب اختیار کرے گا وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔ مگر با ایں ہمہ سب کے معبدوں کی حفاظت کرنا ایک مُسلمان کا فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نہ صرف یہ تعلیم لفظوں میں ہی قرآن کے اندر موجود ہے بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی دکھا دیا کہ ایک مُسلمان سب مذاہب کے معبدوں کا محافظ ہے۔ چنانچہ جو معاہدہ آپ نے عرب کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ اُس میں ایک یہ فقرہ بھی ہے "علاوہ بریں یہ میرے پیروؤں کا فرض ہوگا۔ کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں کی مرمت کریں۔ اور یہ مرمت کا خرچ ان کے ذمہ بطور قرضہ نہیں ہوگا۔ بلکہ محض خدا کی رضا کے لیئے اور اس معاہدہ کو پورا کرنے کے لیئے جو رسول اللہ نے اُن کے ساتھ کیا ہے" اس سے بڑھ کر فراخدلی کا ثبوت دُنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مذہبی پیشوا ہے۔ جس نے دوسرے مذاہب کے معبدوں کی مرمت کو اپنے پیروؤں کا فرض قرار دیا ہو۔ غرض لارڈ ہیڈلے صاحب کی یہ تجویز اس قابل ہے کہ امید ہے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو اور سکھ بھی اس کی پورے زور سے تائید کریں گے۔ اور اس طرح پر یہ ایک نہیں بلکہ تین یادگاریں برٹش گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی کی آزادی پر ہمیشہ کے لیئے گواہ رہیں گی +

ذیل میں لارڈ موصوف کا اصل مضمون درج کیا جاتا ہے۔ جو انھوں نے اخبار ڈیلی گریفک کے نام بھیجا ہے۔ اور اخبار مذکور میں شائع ہوا ہے۔ ڈیلی گریفک کے علاوہ یہ مضمون اور بھی ولایت کے اخبارات میں کثرت سے شائع ہوا ہے +

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار ڈیلی گریفک۔

جناب من چند ہفتے ہوئے کہ میں نے محکمہ جنگ اور انڈیا آفس میں ایک تجویز پیش کی تھی۔ کہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی بہادری اور وفاداری کی قدردانی کے اظہار کے لیئے ایک مسجد

ان مسلمان سپاہیوں کی بہادری کی یادگار قائم کی جائے جو سلطنت کی حفاظت کے لیئے جنگ کرتے ہوئے اپنی جانیں [illegible] اور [illegible] میں جس کی خاطر اُنھوں نے اپنی جانیں دیں یا اور سرزمینوں میں اپنے گھروں سے ہمیشہ کے لیئے دُور ہو کر سو رہے ہیں۔ ان ہمت افزا جوابوں سے جو مجھے موصول ہوئے ہیں مجھے یہ یقین کامل ہو گیا ہے کہ گورنمنٹ کو

اس تجویز کی معقولیت کا احساس پورے طور سے ہو چکا ہے۔ اور تمام وہ لوگ جو ہمارے اسلامی بھائیوں کی محبت کرنے والی سرشت سے آگاہ ہیں وہ آسانی سے اس بات کو سمجھ لیں گے کہ ایسی قدردانی بہت ہی مفید اور قیمتی ثابت ہوگی اور ان زنجیروں میں جو ہم کو ہماری مشرقی سلطنت سے وابستہ کرتی ہے۔ ایک اور کڑی کا اضافہ ہو جائیگا اور اس طرح تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی قدردانی کا اظہار عیسائیوں [illegible] کے لیئے بھی [illegible] تاکہ اس وجہ سے حاسدانہ خیالات پیدا نہ ہوں۔ اس بات کے لیئے بہت سی قابل قدر وجوہ ہیں کہ کیوں یہ کام ابھی شروع ہو جانا چاہیئے اور جنگ کے خاتمے تک اس کا التوا نہ ہونا چاہیئے۔ میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ عام ریلیف فنڈ سے اس قسم کی یادگار قائم ہو نہیں جا سکتی اور نہ ہی میرا اس طریقہ [illegible] کا منشاء ہے۔ [illegible] کہ ہم قوم کے خرچ سے تیار ہوں اور میری یہ آرزو ہے کہ گورنمنٹ ایک [illegible] خرچ کے لیئے منظور کرے۔ مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آپ کے ناظرین اس کے متعلق کچھ تجاویز کریں تاکہ گورنمنٹ کو [illegible] طریق سے [illegible]

آپ کا صادق [illegible] — رائل سوسائیٹیز کلب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

غیر معقول عقیدے

(از لارڈ ہیڈ لے۔)

ایک چٹھی میں جو حال ہی میں میں نے اپنے ایک دوست کو لکھی تھی جو کلیسائے انگلستان کا ایک ممبر ہے۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ مذہب اسلام میں اس قسم کی مذہبی روکیں اور تعصب جو غیر معقولیت سے پیدا ہوں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے ہم دوسرے مذاہب میں پاتے ہیں۔ جواب میں انھوں نے مسجد سے یہ دریافت کیا ہے کہ تعصب سے اور غیر معقول تعلیم سے میرا کیا مطلب ہے اور یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اسلام اپنی تعلیم میں اسی قسم کی مذہبی قیود عائد نہیں کرتا اور اسی طرح اپنی تعلیم نہیں منواتا جس طرح دوسرے مذاہب۔ اس چٹھی کے جواب میں جو محبت کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ میں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ غیر معقول تعلیم سے میرا کیا منشا رہے۔

عیسائی مذہب مجھے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر سب باتوں کو جاننے والا سب پر رحم کرنے والا ہے اور سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے محبت اور پاکیزگی میں غیر محدود ہے مجھے یہ بھی تعلیم دی جاتی ہے کہ اُس نے ساری چیزیں آسمان اور زمین کی پیدا کیں۔ اور کہ اُس نے انسان کو جو اس کے تمام عجائب کاموں میں سے عجیب تر ہے اپنی شکل پر بنایا۔ یہ سب کچھ اسلام کے مُطابق ہے۔

مگر اس سے آگے چل کر عیسائیت مجھے یہ بتاتی ہے کہ خدا کا ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ اور کہ نسل انسانی کی کمزوریوں کو ناپسند کرنے کی وجہ سے جن کمزوریوں سے وہ بوجہ خالق ہونے کے پُورے طور سے واقف تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ نسل انسانی پر اپنے غضب کو دور کرنے کے لئے اس اکلوتی بیٹے کو مروا ڈالے۔ حالانکہ وہ بیٹا خود خدا اور رُوح القدس بھی تھا۔ اب اِس فعل کے نیچے وہی پُرانے مشرکانہ خیالات موجود ہیں۔ کہ کس طرح ایک غضبناک خدا یا دیوتا کی مہربانی قربانی کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ ساری تعلیم اسلام کے مُطابق نہیں +

مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سارے مرد اور عورتیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس میں استقامت دکھاتے ہیں جو اپنے آپ کو اس کا کامل فرمانبردار بناتے ہیں۔ اور خوشی سے ان تکالیف اور ابتلاؤں کو قبول کرتے ہیں جو اُن کی بہتری کے لیئے ہوتی ہیں۔ اور اپنے ہمسائیوں یعنی سارے بنی نوع کے حقوق ادا کرتے ہیں نجات پائیں گے۔ درحقیقت انہی احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں ہی نجات ہے اور ہم کفارہ کی ضرورت اس لیئے نہیں سمجھتے کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ جب کبھی کسی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ سے سچّے دل سے معافی مانگی جائے اور توبہ کی جائے تو وہ فوراً بلا کسی توسط کے اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ بچپن کے زمانے سے میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ خدائے کریم اتنا بڑا اور غصّے اور کینہ کے چھوٹے چھوٹے خیالات سے ایسا برتر ہے کہ وہ ہم سب کو ایک شفیق باپ کی محبت آمیز نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم اس کے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں۔ اور جس طرح ہم اس سے آئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے بھی ہیں۔ اس قسم کے خیالات کہ وہ اپنا غصّہ ہمارے اُس کے مقرر کردہ رستہ سے اِدھر اُدھر ہو جانے پر اپنے بیٹے پر نکالے۔ اور اس طرح اصلاح کرے۔ اس وقت بھی جبکہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا مجھے اس تند مزاج لڑکی کا قصّہ یاد دلاتے تھے جو اپنی سب سے عمدہ گڑیا کو اس لیئے ٹکڑے ٹکڑے کر دے کہ لکڑی کا برادہ جو اس کے اندر بھرا ہوا تھا وہ اس کی ایک لات میں سے نکلنے لگا تھا۔ جب میری تمام امیدیں ایک ایسے عقیدہ کو قبول کرنے کے لیئے منقطع ہو گئیں جس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانا پڑتا تھا۔ اور جو مجھے یقین ہو گیا کہ ایک تاریکی کے زمانے میں صرف چند خاص اغراض اور مطالب کو سامنے رکھ کر بنایا گیا تھا۔ اور خدائے واحد پر میرا ایمان ہو گیا تو میں نے پہلی دفعہ یہ محسوس کیا کہ میرا قدم مضبوط زمین پر ہے ؏

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی جو ہمیں پیارے ہیں آئندہ نجات اور خوشحالی سب سے بڑا امر ہے جس پر ہم کو غور کرنا چاہیئے۔ عیسائیت کا یہ دعوٰے ہے کہ کوئی شخص جو اس بات پر ایمان نہیں لاتا[۱] اور رسوم مذہبی کے اثر اور تثلیث کو قبول نہیں کرتا وہ نجات نہیں پا سکتا۔ اسلام کوئی اس قسم کا غیر معقول اور عالم نجات سے متعلق نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بنایا۔ اسی کے ہم ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر۔ دل جیسے حضرت موسٰے عیسٰے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر ایمان لانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مگر نجات کا انحصار صرف

(۱) ہوئے بغیر ایمان نہیں لاتا۔

نسل انسانیت بھی آتی ہیں۔ ہمارے خیال میں اسلامی تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت اور اس کی رضا کا حصول اپنے آپ کو کامل فرمانبردار بنا لیا جائے جس میں لازماً یہ شامل ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ کامل درجہ کی ہمدردی ہو۔ یقیناً ایسے مذہب کو غیر معقول نہیں کہا جا سکتا۔

وہ سوال ہے جو بار بار میرے ذہن میں گزرتا ہے جب میں نے علانیہ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کیا تو میرے بعض انگریز دوستوں نے مجھے خطوط لکھے جن میں مجھے یقین دلایا گیا کہ اگر میں مسیح کی خدائی پر ایمان نہ لاؤں تو میں نجات نہیں پا سکتا۔ جواب میں میں نے اس طرف توجہ دلائی کہ میری رائے میں مسیح کی خدائی کا سوال اتنا اہم نہیں جیسا کہ یہ دوسرا سوال کہ کیا مسیح نے خدا کے پیغام لوگوں کو پہنچائے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک نبی تھا اور اس نے پیغام رسالت پہنچایا جس کے پیچھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی آئی جس نے اپنے پیغام اسی طرح دنیا کو پہنچایا۔ اعتقاد کے سوال پر غور کرتے ہوئے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہ خدا جو بڑا رحم کرنے والا ہے مجھے ہمیشہ کے جہنم کی سزا اس لئے دے کہ میں ایک خاص مذہبی فرقہ مثلاً عیسائیت کے اعتقادات کو کیوں قبول نہیں کرتا۔ مگر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ برے اعمال کے لئے وہ مجھے سزا دے۔ میرا دوست مجھ سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم خود ہر ایک قسم کی بدکاری تعصب جھوٹ مکر کمینگی ظلم بہتان وغیرہ کو ناقابل برداشت نہیں پاتے۔ یقیناً میں پاتا ہوں۔ مگر کیوں ایک ایسے مذہب کی تعلیم کو ہم برداشت نہیں کر سکتے جو ان سب باتوں پر لعنت بھیجتا ہے۔

اسلام اور عیسائیت دونوں ان باتوں کو بد کہتے اور ان کو برا بتاتے ہیں۔ مگر یہاں آکر فرق پڑ جاتا ہے۔ اسلام ان لوگوں کے لئے نجات کا دروازہ بند نہیں بتاتا جو اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے والے ہوں۔ خواہ ان کے خیالات دوسرے امور کے متعلق کچھ بھی ہوں۔ مگر عیسائیت وغیرہ سے کہتی ہے کہ نجات کا انحصار نیک کاموں پر نہیں بلکہ نجات ناممکن ہے جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ مسیح خدا تھا۔ اور کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اور کہ بپتسمہ اور عشائے ربانی وغیرہ کی رسوم ضروریات میں سے ہیں۔ اور خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور یہی فرق ہے اسلام کے سادہ اور معقول اور یقینی تعلیم اور عیسائیت کے غیر معقول عقائد پر [illegible]

پھر میں اپنے دوست کی چٹھی کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے:

"ایسے بیانات جن پر مذہب ماننے کی تہ ہو اور نہ ہو جیسا کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ ممکن ہے خدا ہو یا نہ ہو۔ ممکن ہے مسیح خدا ہو یا نہ ہو۔ ممکن ہے خدا کی ذات میں ایک سے اقنوم ہوں یا دو یا ایک ہزار ہو سکتا ہے کہ محمدؐ خدا کے نبی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ قرآن میں پوری صداقت ہی صداقت ہو یا وہ غلطیوں سے پر ہو۔ ممکن ہے خدا پر ایمان لانا اور اس کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو تو کیا اس قسم کا مذہب جس کی بنا اس قسم کے بیانات پر ہو اس قابل ہے کہ کوئی انسان اسے قبول کرے یا دوسروں کے سامنے پیش کرے۔ وہ مذہب جس پر برداشت کرنے والے مذہب کا نام صادق آ سکتا ہے صرف ایسا مذہب ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے اعتقادات اور اعمال کو جائز رکھے اور کسی امر کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرے۔"

اس کے جواب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عیسائی اور مسلمان دونوں اس قدر پر ایمان لانے میں متفق ہیں کہ ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور کہ ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیئے اور اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے اور بنی نوع کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے۔ اب غور طلب امر ہے کہ اختلاف کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ مسلمان کہتا ہے "میں اس سادہ ایمان پر مطمئن ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے میں ہر وقت اس کی جناب میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ جو میں اس کی حمد کرتا ہوں جو میں نماز پڑھتا ہوں جو میں اس کے رحم کے لیئے دعا کرتا ہوں وہ سب کو سنتا ہے اور میرے گناہ معاف کرتا ہے۔" عیسائی کہتا ہے "نہیں یہ کافی نہیں۔ مجھے کچھ اور بکار ہے۔ پروہت ہوں۔ قربانیاں ہوں۔ رسومات ہوں۔ کفارہ ہو جو خدا کے اکلوتے بیٹے کی عارضی موت سے پیدا ہو۔ پھر کنواریوں اور مقدس لوگوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے اور ایک کلیسیا ہو جس کو میں مسیح کی دولہن کہوں تاکہ مذہبی دنیا میں یہ قائم رہ سکے یہ وہ بات ہے جس کا نام میں غیر معقولیت سے منوانا رکھتا ہوں۔"

عیسائی کلیسیا کی سب سے پہلی شاخ کی یہ تعلیم ہے کہ انسان کے لیئے بہشت کا رستہ ٹھیک اور مناسب طور سے اسی وقت کھلتا ہے جب پہلے ایک پروہت اسے کھولنے والا ہو۔ پھر کسی مقدس بزرگ کی امداد طلب کی جائے پھر کنواری مریم کی پھر مسیح کی اور آخر کار ان سب ذرائع سے

خدائے قادر کے کان تک ہماری التجا پہنچ سکتی ہے۔ مرتے ہوئے انسان کو صد درجہ کی رحمت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جس کے بغیر وہ اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ گنہگار کو گناہ سے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے میسر آسکتی ہیں جس کے متعلق کم و بیش یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ بہشت کے دروازہ کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تمام غیر معقول باتیں ہیں جو انسان نے خود بنائی ہیں اور غیر ضروری ہیں۔ اسلامی اعتقاد کسی ایسے درمیانی واسطہ کو نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے ہونے کی وجہ سے ہم ہر وقت دن اور رات کے ہر لحہ میں اُس کے ہاتھوں میں ہیں*

اس قسم کے اعتقادات میرے نزدیک ذرا وسیع پیمانے پر اس قسم کی دھمکیاں ہیں جیسی پُرانے زمانہ میں نیک نیت والدین جھوٹے طور پر بچوں کو دیا کرتے تھے تاکہ وہ ڈر کر فرمانبرداری اختیار کریں۔ پادری نود اعتقاد لوگوں پر اپنا قبضہ اسطرح جمائے رکھتا ہے کہ وہ ان کو ایک فرضی انسان کی دھمکیوں سے ڈراتا ہے کہ گویا ایک غضب آلود خدا ہر وقت اس کو جھپٹ لینے کے لیئے تیار ہے یہ خشم آلود خدا گویا ایک ایسا دیوتا ہے جس کے سامنے ایک قربانی چڑھائی جا چکی ہے۔ مگر اس پر وہ مطمئن نہیں اور مزید قربانی چاہتا ہے۔ گویا علاوہ اس قربانی کے جو ہو چکی عقل اور دل کی قربانی بھی کرنی ضروری ہے۔ اس مہیب جنگ کے سارے مظالم اور خوفناک منظروں کے باوجود میں خدا کے انصاف اور رحم پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرا یہ اعتقاد ہو کہ خدا محض ایک رائے کے معاملہ میں یا خلاف نور قلب ایک بات کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے گا تو میں اس کے رحم اور محبت پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ میں اپنے بچوں کو بہت کہتا ہوں "تم جانتے ہو کہ میرے خیالات کیا ہیں اور میں نے اپنی قابلیت کے مطابق سب باتوں کی تشریح تمہارے سامنے کر دی ہے۔ اب اس کے بعد اگر تم یہ ایمان رکھنا چاہو کہ کنواری مریم خدا کی ماں ہے۔ یا کہ مسیح خدا ہے تو میری محبت میں جو تمہارے ساتھ ہے کمی نہیں ہوگی۔ مگر مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہوگا"*

چند خصوصیات اسلامی

اسلامی کہاوتیں

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مسلم کی زندگی کے بعض اہم ترین اور ضروری اصول چھوٹے چھوٹے فقروں کے لباس میں ہر ایک مسلمان کے سامنے آٹھوں پہر رہتے ہیں خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ عرب ہو یا ایرانی یا افغان یا ہندوستانی یا چینی یا ترک یا مصری۔ ایشیائی ہو یا یورپ افریقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو آج اسلام میں داخل ہوا یا نسلاً بعد نسل مسلمان چلا آیا ہو چونکہ یہ اصول چھوٹے چھوٹے جملوں کے رنگ میں ہیں اس لیے ان کا نام اگر اسلامی کہاوتیں رکھا جائے تو غیر موزون نہیں ہے۔ ان جملوں میں نہ صرف بعض زریں اصول زندگی ہی پوشیدہ ہیں جو انسان کو ہر حال میں کام دینے والے ہیں۔ بلکہ یہ جملے یہ اسلامی کہاوتیں اس وجہ سے کہ ساری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان گھرانے میں یکساں علم الفاظ ہے اور ہر مسلم کی زبان پر یکساں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی محبت و اتحاد کی ایسی قدر ضمانتیں ہیں یا اس زنجیر اخوت کی ایسی قدر کڑیاں ہیں جس کے اندر ساری دنیا کے مسلمان جکڑے ہوئے ہیں اور جو مشرق کے ایک مسلمان کے دل کو مغرب کے مسلمان کے دل سے ملاتے ہیں۔ یہ جملے تمام ملکی اور زمین کی حد بندیوں سے بالاتر قوم اور ذات کی قیود سے آزاد۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے غیر متاثر ہیں اور وہ ایک مسلمان کی سچی وراثت ہیں۔ خواہ وہ ایک پررونق شہر میں ہجوم کے اندر ہو یا اکیلا کسی جنگل میں ہو۔ درحقیقت ان کا دائرہ ایسا ہی وسیع ہے جیسے کہ خود دنیا کا مسلم کی زندگی کے ان زریں ہدایت ناموں کو میں ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں جن سے قرآن کریم کی ابتداء ہے۔ اور جو وہ پہلا جملہ ہے جو ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم میں ہر ایک گھرانے میں ہر ایک مسلم بچے کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے اور جن الفاظ کو ہر ایک مسلمان ہر کام اور بالخصوص اہم کاموں کی ابتداء میں دہراتا ہے۔ دنیا میں شاید کوئی مسلمان نہ ہوگا جو ان الفاظ کو

ناواقف ہو۔ اور وہ الفاظ کیا ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اور بھی اختصار کر کے صرف بسم اللہ جسکے معنے ہیں [illegible] قرآن کریم کا گویا خلاصہ ہے۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کے سارے مطالب اجمالی رنگ میں بسم اللہ کے اندر موجود ہیں اور اسطرح پر گویا بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے لیکن سورۂ فاتحہ خود بلحاظ قرآن کا خلاصہ ہے۔ اسی لیئے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ ان الفاظ کو کیوں ایک مسلمان کے ہر کام کی ابتدا میں رکھا گیا ہے۔ خود ان الفاظ کی ابتدا اس پر روشنی ڈالتی ہے ؂

انسان کی بگڑی ہوئی حالت۔ بنی نوع انسان کی تنزل میں چلے جانے کی حالت کو مشاہدہ کر کے وہ انسان جو نسل انسانی کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہوا ہے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا کی کنج تنہائی میں عزلت گزین ہوا تاکہ ایک خلوص بھرے دل کے اندرونی ارادوں کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے کھولے اور اس کی جناب میں گڑ گڑائے اور گریہ وزاری کرے۔ اگر چہ آپ نے صرف عرب اور شام کی پستی کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ مگر آپ کا پاک دل گویا کل قوموں کی بگڑی ہوئی حالت پر اطلاع پا چکا تھا۔ جیسا کہ بعد کے ان الفاظ سے جو آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوئے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف اگر آپ ان تاریکیوں اور جہالتوں اور بداعتقادیوں اور بداعمالیوں اور ذلیل کاموں کو دیکھتے تھے تو دوسری طرف کوئی ایسی راہ بھی آپ کو نظر نہ آتی تھی کہ نسل انسانی کو اس گری ہوئی حالت سے باہر نکالیں لیکن آپ کے ذرائع کیسے تنگ تھے۔ بڑے کام کے لیئے کچھ بھی نہ تھے۔ آپ کا والد تو آپ کی پیدائش سے بھی چند ماہ پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ ابھی چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ دو سال بعد آپ کے دادا عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے۔ مال و دولت آپ کے پاس نہ تھا کہ کسی اصلاح کی بنیاد مال کے بھروسہ پر ڈالتے۔ علم آپ نے کوئی حاصل نہیں کیا تھا بلکہ آپ کو پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آپ امی یعنی ان پڑھ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بتلایا گیا ہے۔ اس طرح پر اس عظیم الشان اصلاح کے لیئے جس کی تڑپ ایک سچے ہمدرد نوع انسانی کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے آپ کے پاس کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کے دل میں ایک تڑپ تھی۔ مگر اس کے پورا ہونے کا کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی

جن سے آپ ان لوگوں کو ان جہالتوں اور غلطیوں سے باہر نکال سکیں۔ اسی ترابہ اور سبھی مشکلات کو نقشہ قرآن کریم سورہ والضحیٰ میں ایک ہی لفظ میں کھینچ دیا ہے کیونکہ کوئی سامان آپ کے پاس تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے راہ دکھا دی۔ یہاں خیال سے مراد صرف اس قدر ہے کہ آپ کو اپنی کوشش سے۔ ہاں محض انسانی کوشش سے کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ اور آپ حیران تھے کہ کیا ہوگا اور کس طرح دنیا سے تاریکی کا تسلط اٹھ کر لوگ حق کو قبول کریں گے کہ ناگہاں خدا کی طرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور وہی روشنی اُن تاریکیوں کے اندر آپ کی ہادی راہ ہوئی خدا کا فرشتہ ناموس اکبر جو ہمیشہ خدا کے پیغام اسکے برگزیدہ بندوں کو پہنچاتا رہا تاکہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے باہر نکالے۔ آپ پر ظاہر ہوا اور سب سے پہلا پیغام یہی لایا کہ پڑھو۔ کیا پڑھیں اور کس طرح پڑھیں کیونکہ پڑھنا تو آپ جانتے نہ تھے۔ اس لیئے آپ نے جواب میں یہی فرمایا ما انا بقارئ۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دوہرائے اور پھر وہی جواب آپ نے دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ اسی بات کا اعادہ ہوا۔ کیونکہ جو شخص پڑھنا نہیں جانتا تھا وہ کس طرح پڑھنے پر قادر ہو۔ اس لیئے ناموس اکبر نے چوتھی مرتبہ کہا اقرا باسم ربك الذي خلق اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ ان الفاظ میں کیا بجلی کی طاقت تھی۔ ہاں بجلی کی طاقت بھی اس کے مقابل ہیچ ہے۔ کہ رب کے نام سے پڑھنے کا حکم پاتے ہی وہ سب تاریکی دُور ہوگئی وہ سب حیرت اور طبیعت کی کشمکش جاتی رہی۔ ایک لمحہ کے لیئے یہ خیال دل میں آیا کہ کیا کل عالم کی اصلاح کے عظیم الشان کام کو میں سر پر اُٹھا سکتا ہوں مگر باسم ربك نے ساری مشکلات کو حل کر دیا اور سارے بوجھوں کے پہاڑ کو اُڑا دیا۔ ادھر حکم ملا اُدھر آپ اصلاح خلق کے کام میں لگ گئے۔ وہ عظیم الشان کام جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے اپنی کوشش سے کرنا ایسا ناممکن تھا کہ کبھی اُس کے کرنے کا وہم بھی کسی کو نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خدا کی مدد سے ایسا سہل ہو گیا کہ اب کوئی مشکل آپ کی راہ میں باقی نہ رہی۔ ہاں اس خدا کے نام کی مدد سے ہی جو ناممکن تھا ممکن ہو گیا۔

یہ ہے ان الفاظ کی ابتداء اور ان حالات میں۔ ہاں اس بسم اللہ میں جس کے ساتھ قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ایک مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جو فی الحقیقت ناممکن نظر آتا تھا۔ اُس کو خدا کے نام نے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت نے ایسا آسان کر دیا تو ایک مسلم کی زندگی میں وہ کونسی مشکل ہے جو ایسے خدا کے نام کی مدد سے دُور نہیں ہو سکتی۔ ہاں اُس

یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو کام اس کی اپنی کوشش سے نہیں ہو سکتا وہ بسم اللہ سے ہو سکتا ہے اور اسی لیئے اُسے تاکید ہے کہ وہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے۔ وُہ بات جو انسان کو منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے وہ جو اس سے بڑے بڑے جوانمردی کے کام کرا سکتی ہے وہ کیا ہے کامیابی کا یقین۔ یہ یقین کہ کوئی روک اسکے راہ میں ایسی نہیں جو دور نہ ہو سکے۔ اسی سے انسان کے اندر وہ عزم پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ جاتے ہیں وتکون الجبال کالعھن المنفوش اسی یقین کو پیدا کرنے کے لیئے اسے بسم اللہ سکھائی گئی ہے۔ اور اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کسی کام کو ناممکن نہ سمجھے بلکہ خواہ اس کی اپنی کوشش کسی کام کے مقابل میں کیسی ہی کمزور نظر آئے۔ اس کو اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ اس ذات پاک کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہیئے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس طرح پر بسم اللہ گویا انسانی زندگی کی ساری مشکلات کی کنجی ہے۔ جس کے سامنے مشکلات کے تالے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں یہاں انسان کا دل اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کی مدد کا بھروسہ اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر کے اس کے دل کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے بہت باتیں ہیں جو انسان کے نزدیک ناممکن ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک کچھ ناممکن نہیں۔ پس بسم اللہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کے قلب کی کیا حالت ساری مخلوق کی خالق کے سامنے ہونی چاہیئے۔ اپنی عاجزی کا پورا اعتراف اور خدا کی مدد کا کامل بھروسہ۔ پہلا اعتراف انسان کے قلب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ دوسری جگہ سے امداد حاصل کرے۔ دُوسرا یقین انسان کے لیئے وہ سرچشمہ ہے جو اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر دے گا۔ اور یوں توحید الٰہی کا عملی سبق ہر مسلمان کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ملتا ہے اور یہ وُہ بات ہے جو ساری کتب مقدسہ کی اوراق گردانی کے بعد بھی انسان کو کہیں نہیں مل سکتی +

ایک اور بات جو قابل غور ہے وُہ یہ ہے کہ صفات الٰہی کی جو تصویر بسم اللہ میں کھینچی گئی ہے وُہ کیسی ہے۔ یہاں تین نام ذات باری کے آئے ہیں۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور چونکہ ایک مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لیئے یہ تین نام گویا وہ اسمائے الٰہی ہیں جو شب و روز ایک مسلمان کے سامنے رہتے ہیں۔ اور انہی صفات الٰہی میں وہ شب و روز

بناہ ڈھونڈتا ہے۔ ان میں سے لفظ اللہ ذات باری کا ذاتی نام ہونے کے علاوہ توحید الٰہی کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عربی زبان میں سوائے خدائے واحد کے اور کسی پر نہیں بولا گیا۔ پھر اسم اللہ جامع جمیع صفات حسنہ باری تعالےٰ ہے۔ دوسرا اسم ذات باری کا جو بسم اللہ میں پایا جاتا ہے۔ الرحمٰن ہے جس کے معنے ہیں صفت رحم کو کمال کے ساتھ رکھنے والا۔ وہ جس کا رحم کافر و مومن پر یکساں ہے۔ یعنی اس کی صفت رحمانیت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کے استحقاق پیدا کرنے سے پہلے وہ اپنا رحم اس پر کرتا ہے اور اس لیئے یہ رحم اسکا ساری مخلوق کے لیئے عام ہے۔ تیسرا اسم رحیم ہے جس کے معنے ہیں وہ جس کی صفت رحم بار بار کام کرتی رہتی ہے۔ صفت رحیمیت کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے وہ صفت رحیمیت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ گویا صفت رحمانیت کا رحم ایک عام قانون کے رنگ میں ہے اور صفت رحیمیت کا رحم ایک فعل کے نتیجہ کے رنگ میں۔ وہ رحمان ہی کہ اس نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سارے سامان پیدا کیئے جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ رحیم ہے کہ جو انسان اس کے قوانین اور سامانوں کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ اُن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس یہ تینوں اسمائے یعنی اللہ۔ رحمان۔ رحیم ذات باری تعالےٰ کے کمال، اسکی محبت اور اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جو شخص ایسی ذات پر بھروسہ کرتا ہے اسکی مدد طلب کرتا ہے۔ وہ یقیناً محروم نہیں کیا جاتا۔

بسم اللہ اس بات کا فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو کیسا سمجھتا ہے۔ کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم درحقیقت قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ در خلاصہ ہے۔ اس لیئے جن صفات الٰہی کا یہاں اظہار ہے۔ وہ خدائے اسلام کی صفات کا اصلی نقشہ دکھاتی ہیں۔ اب بسم اللہ میں اسم اللہ کمال پر۔ اسم رحمان محبت غیر متناہی پر۔ اسم رحیم غلبہ رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جس کی ذات میں کمال۔ اور جس کی صفات میں محبت اور رحم کا غلبہ ہے۔ اور ان صفات الٰہی کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھنے سے ایک مسلمان بھی انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس نہ صرف بسم اللہ اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ خدائے اسلام کی صفات غالب محبت اور رحم ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی سکھاتی ہے کہ اس

انسان کو جو ہر حال ایک محبت اور رحم والے خدا کی مدد طلب کرتا ہے۔ خود بھی محبت اور رحم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

بعض معترضین سے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عربوں کو طائف کے شاعر امیہ نے سکھائی تھی یہ یقیناً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لکھنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کی بجائے اپنی پرانی طرز میں باسمک اللھم لکھتے ہیں کیونکہ سہیل بن عمرو نے معاہدہ حدیبیہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے اندر ابتدا کرنے کے لئے بطور تبرک کوئی جملہ استعمال کیا جاتا ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ بسم اللہ کسی قوم میں مروج تھی۔ اسلام کا کمال اس میں نہیں کہ پہلوں کی خوبیوں کا انکار کرے۔ بلکہ پہلوں میں بھی خوبیوں کا ہونا تسلیم کر کے اُن سے بڑھ کر خوبی کی بات پیش کرتا ہے۔ بسم اللہ کی جو صورت قرآن کریم نے سکھائی۔ اور جن جن صفات الٰہی کا اس کے اندر بطور خلاصہ نقشہ کھینچا وہی اسلام کے امتیازات میں سے ہے

ایک اعلیٰ خاندان لیڈی کا قبول اسلام

اسلام ایسا مذہب ہے جس کی اشاعت کرنے والے وہی رہے جو الفقر فخری کا نعرہ لگاتے تھے۔ اسلام نہ کسی شاہ گوتم بدھ کا ممنون ہے نہ کانسٹنٹائن کا۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اُس نے تو شہنشاہوں اور اُن کی سلطنتوں کو خاک کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ جب کبھی کسی اصول کی بات آن پڑی۔ آج زار روس اور اس کی کل سلطنت مسلمان ہوتی۔ اگر مسلمان علماء نے اصول سے نہ ہٹنے میں سختی نہ کی ہوتی۔ اسلام نہ صرف اپنے بوریا نشینوں پر نازاں رہا ہے۔ بلکہ اُس نے جمہوریت کے اصول ایسے رائج کئے ہیں۔ کہ بڑے بڑے متکبرین و مغرورین نمرودوں اور گداؤں سے دوش بدوش بغرض ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اسلام کے

آگے سرنگوں ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے کشورستان اسلام کے زیر بار احسان ہیں۔ یہ اسلام کی ایک خاص شان ہے۔ کہ وہ اپنے بے نظیر اصولوں کے باعث دنیا میں نمودار رہا ہے۔ نہ بادشاہوں کی تلوار کا وہ محتاج نہ دولتمندوں کی دولت کا۔ اسلام کے لیئے دل سے بے تاب ہونے والے اب بھی زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان ہی میں سوا ایک بے مثال خاتون جنابہ مکرمہ محترمہ سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال کے اور کون رئیس ہے۔ جن کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اسلام کسی خاص جماعت کا نہیں۔ بلکہ دنیا کا مذہب ہے۔ اور دنیا میں زیادہ تعداد بادشاہوں... اور رئیسوں کی نہیں بلکہ مسکینوں درویشوں اور ماوشما کی۔ لیکن اسلام ہرگز صرف غریبوں کا مذہب نہیں۔ اسلام امیر غریب بادشاہ فقیر سب کا مذہب ہے۔ اسلام سے غریب امیر ہو جاتا ہے۔ اسلام سے بادشاہ شہنشاہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی مساوات ہرگز بادشاہ کی بادشاہی نہیں چھینتی۔ بلکہ اس کی بادشاہی میں اضافہ کرتی ہے۔ اور اسے پائیدار اور خوشحال بناتی ہے۔ رئیسوں کی ریاست کی شان اسلام سے دوبالا ہوتی ہے۔ اس لیئے مبارک ہیں وہ رئیس انگلستان کے جو اسلام قبول کریں ۔

ڈاکٹر الماموں سہروردی صاحب کے وقت میں لارڈ اسٹینلے نے اسلام قبول کیا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے وقت میں لارڈ ہیڈلے نے اب ہمارے مولوی صدرالدین کے دور میں آنریبل مسز گفرڈ نے جو صاحبزادی لارڈ سڈبری ڈربی کی ہے Hon. Mrs. Gifford اسلام قبول کیا۔ اس بزرگ خاتون کا نام حمیدہ بیگم رکھا گیا ہے۔ الحمد للہ الحمد للہ ان کا ایک صاحبزادہ لفٹننٹ بیری گفرڈ جن کا اسلامی نام محمد اسد اللہ ہے۔ پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہے۔ اور انھوں نے اطلاع دی ہے کہ دوسرا بیٹا بھی مسلمان ہے اعلان بھی انشاء اللہ کر دیگا ۔ میں آج نہیں دس سال سے لکھتا رہا ہوں کہ یہاں اسلام کی اشاعت کچھ زیادہ دشوار نہیں۔ اگر معقول تنظیم عمل ہو۔ اور اس وقت تک کے لیئے معقول سرمایہ کا انتظام ہو جاوے۔ جب تک یہاں خود ہی مشن جلدی

کرنے کا چسکا نو مسلموں میں پیدا ہو جاوے۔ یہاں جس بات کی ضرورت ہے وہ اشتہار ہے۔ لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ایک مذہب اسلام ہی ہے جو انسان کی عقل کے مطابق ہے جو انسان کے قلب کو تسکین دے سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یا تو یہاں اسلام سے واقفیت ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ واقفیت متعصب پادریوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسکا یہ حال ہے کہ اسلام کے نام سے ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام وحشیوں کا مذہب سمجھا جاتا رہا۔ اگر یہاں اسلام کا اشتہار کافی ہو سکے تو تثلیث پرستی بہت جلد یہاں سے مفقود ہو سکتی ہے۔ عیسائی یہاں صرف جاہل اور وہ بھی عورتیں ہی ہیں۔ پڑھے لکھوں میں دھریت کا زور ہے۔ اسلام میں خدا نے دھریت اور توہم دونوں کے زیر کرنے کی قوت رکھی ہے۔ اسلام کی اشاعت یہاں آسان ہے۔ اگر کافی روپیہ صرف کیا جاوے۔ اسلئے کہ حرف آشنا بیان کی خلقت ہے۔ آزادی بھی ہے۔ تحریر اور تقریر دونوں ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیئے روپیہ کی بہت ضرورت ہے اور اس کی ابھی کمی اور بہت ہی کمی ہے۔ ابھی یہ توقع رکھنا کہ یہاں کے مشن کے کام کے لیئے روپیہ یہاں سے خود ہی مہیا ہوگا سخت غلطی ہوگی۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اُن پر اسلام کے مشن کا بار ڈالنا ہماری جمعیت کے بھی خلاف ہے اور اس کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ کہ جو مسلمان ہو وہ یہ جرمانہ بھی دے کہ اسلام کے مشن کا کفیل ہو ✤

ہمارے یہاں کے اہل مقدرت لوگوں میں کتنے وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلامی مشن میں مدد دی ہے۔ اس میں بھی ایک والیہ بھوپال کو مستثنےٰ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اُس خاتون کو تو خدا نے واقعی شیدائے اسلام بنایا ہے۔ کوئی صدا اسلام کے لیئے بلند ہو اور وہ لبیک کہنے کو موجود۔ اگر عام طور پر یہی حال ہوتا تو آج ہمارے مشن کی حالت ہی اور ہوتی۔ روپیہ کی کمی ہی کی وجہ ہے۔ کہ مشن ایک دیہات میں پڑی ہے۔ چاہیئے یہ تھا۔ کہ مرکز لنڈن خاص میں ہوتا اور اسکے شعبے ہر بڑے بڑے شہر او قصبہ میں شعبوں کا انتظام تو خیر جا ہے کچھ دیر کو ہی ہو

مگر بہت ضروری ہے۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے لندن میں صدر مقام بنایا جاوے۔ یہاں ووکنگ میں لوگوں کا آنا جانا مشکل۔ پھر یہ ایک معمولی دیہات جس کا پتہ ہی لوگوں کو نہیں چلتا۔ اور چلتا بھی ہے تو یہاں کوئی کیسے جلد جلد آسکتا ہے۔ جب ہماری نماز یہاں عید کے دن شان سے ہوئی Cinema سنما کے ذریعہ سے تمام انگلستان میں ایسا اشتہار ہو گیا۔ کہ ہم لاکھوں روپیہ صرف کرتے۔ تب بھی ویسا نہ ہو سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اُس اشتہار سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے اگر لنڈن میں ہمارا مرکز ہوتا تو اُس اشتہار کی وجہ سے جوق جوق لوگ ہمارے یہاں روزانہ آتے رہتے۔ مجھے تو لندن کے مکان کی اس قدر بیتابی ہے۔ کہ اگر مرکزی اسلامیہ سوسائٹی کے پاس سرمایہ ہوتا تو میں فی الحال اسی کی طرف سے مکان لے لیتا +

یہ سوسائٹی جب پہلے اسلامک سوسائیٹی کے نام سے منسوب تھی۔ تب بھی اُس کے اثر سے متعدد لوگ مُسلمان ہو گئے تھے۔ اور اسلام سے تعصب تو ہزاروں کا اُس نے دفع کر دیا تھا۔ بلکہ اُس کے جلسوں میں تو وہ لوگ بھی شریک ہوتے تھے جو کسی مشن کے جلسہ میں ہرگز نہ شریک ہوتے۔ اور اس طرح اُن کا اسلام سے جہل رفع نہ ہو سکتا +

انشاء اللہ وقت آویگا کہ یہاں کی مشن ہندوستان کی مالی مدد سے مستغنی ہو جاوے گا۔ مگر ابھی تو وُہ وقت نہیں۔ ابھی تو اگر ہندوستان کے مسلمان جلد جلد ویسی خوشخبریاں سُننا چاہتے ہیں۔ کہ فلاں لارڈ یا فلاں بیرونس مسلمان ہوئے تو اُن کو چاہیئے کہ وہ لنڈن میں مرکز کا انتظام کریں۔ جو کام ووکنگ میں ہو رہا ہے وہ بے شک جاری رکھنا چاہیئے۔ جو مسجد یہاں آباد ہو چکی ہے اُسے برابر آباد رکھنا چاہیئے۔ لیکن لنڈن میں مرکز ضروری ہے۔ لندن کی مسجد تو جب بنے بنے۔ اُس کے لیئے تو بہت بڑے سرمایہ کے جمع ہو جانے کا انتظار ہو رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ غلط پالیسی ہے۔ لیکن اب اس کی بحث چھیڑنے

کا موقع نہیں۔ فی الحال یہ ہونا چاہیئے۔ کہ لندن میں کسی اچھے مقام پر دو اڑھائی سو پونڈ سال کے کرایہ پر مکان لے لیا جاوے۔ اور وہ مشن کے کام کا مرکز بنا دیا جاوے۔ مسجد نہیں تو لندن کے ایک مکان میں سے ایک بلال کی اذان کی آواز بلند ہونی چاہیئے۔ تب ہی ہم اُن سر بر آوردہ مسلمانوں سے بھی خوب کام لے سکیں گے جو مسلمان ہوئے ہیں۔ اور لکچر اور سوشیل جلسہ ہو سکیں گے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہاں کی خلقت سے اسلام کی رونمائی کردیں۔ باقی کام اُس کی اپنی دلربائی کرے گی +

مشیر حسین قدوائی
ووکنگ مسجد

بقلم بلال نور احمد ۱۳ ۴/۱۶

براہین نیرہ

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(حصہ اوّل)

(معروف بہ زندہ و کامل الہام)۔ قیمت .... (۱۰/)

اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور

ووکنگ مشن کے ترقی خواہ ضرور ان سطور کو پڑھیں

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا کام آئندہ

کس طرح چل سکتا ہے؟

اس مشن کی آمد و خرچ ۱۹۱۵ء

جس اہمیت کو آج ہمارا مسلم مشن کیا یہاں اور کیا انگلستان پہنچ چکا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جو کامیابی فوق العادہ طریق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فضل و کرم سے ہمیں عطا کی ہم اُس کے ہم مستحق ابھی نہ تھے۔ اُس کے حصول کے لیے ہماری کوششیں کتنی ہیں؟ دنیا کا کوئی مذہب ہمارے مقابل اپنی تبلیغی کوششوں کے ثمرات گذشتہ دو تین صدیوں میں بھی ایسے نادر نہیں دکھلا سکتا جو خدا تعالیٰ نے گذشتہ دو تین سال میں ہمیں عطا کیے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے مغرب میں کچھ اسباب بھی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ جنہوں نے وہاں کے غور و فکر کرنے والے اور مذہب کی کچھ بھی رکھنے والے اصحاب کو اسلام کے قریب کر دیا ہے۔ یہ لوگ مذہب مغرب کی موجودہ مروجہ شکل سے بیزار ہو کر مختلف رنگوں میں اُن صداقتوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ کہ جن کی حیثیت مجموعی کا نام اسلام ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن پر میری نگاہ بتدریج ابتداء میں پڑی۔ اور زیادہ مطالعہ اور دیگر حال مزید تفحص حالات نے مجھے سمجھا دیا کہ جیو شیلزم۔ یہ یونیٹیرینزم۔ یہ تھیوسوفیزم۔ یہ نسوانی تحریک طلب حقوق۔ یہ سپرچولزم۔ یہ ناستیزم۔ یہ ایتھیکل ازم اور آریائی وغیرہ روحانی و اخلاقی مجلسیں تحریکیں جو اس وقت بطور مذہب کے مغرب میں پائی جاتی ہیں۔ جن سے عام طور پر پایا جاتا ہے یکجائی میں کس قدر ہیجان مذہب ہے۔ یہ دراصل اسلام کی ہی مختلف شعبے مختلف رنگوں میں ہیں۔ انھیں نتائج پر میں سال ۱۹۱۳ء میں آیا۔ اور انھیں امور کو سامنے رکھ کر میں نے تبلیغ کا کام

پھر میں نومبر ۱۹۱۴ء میں یہاں جب لاہور پہنچا۔ اور اپنی پہلی تقریر میں ان امور کا ذکر کر کے میں نے اپنا یقین ظاہر کیا تھا کہ اگر ہم اپنی تبلیغی کوششوں کو عقلمندی اور استقلال کے ساتھ یورپ میں جاری رکھیں تو اسلام مغرب میں حیرت انگیز ترقی کو جاوے گا۔ پھر ان امور کا اعادہ میں نے شروع سال ۱۹۱۵ء میں پنجاب اور صوبجات متحدہ کے مختلف شہروں میں کیا۔ جن لوگوں نے میری باتوں کو سُنا وہ خود تصدیق کر لیں گے کہ میرے بیان کے بعد جو اس ایک سال میں نتائج مرتب ہوئے انھوں نے میرے بیان کی کس قدر تصدیق کی۔ میرے یہاں پہنچنے پر پچاس اصحاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن آج یک صد ساٹھ سے زائد اس وقت آنحضرت صلعم کے قدموں میں آچکے ہیں۔ یہ نومسلم کس پایہ کے اور کس علم و فضل سے آراستہ ہیں اُن کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ رسالہ ہذا میں جو ماہواری رپورٹ چھپتی ہے وہ ان امور کا آئینہ ہے۔ میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ نومسلم اخوان میں بعض ایسے فاضل اور اہل قلم ہیں کہ جن پر کسی قوم یا سوسائٹی کو ناز ہو سکتا ہے۔ طبقہ امرا میں سے لارڈ ہیڈلے اور اسی طبقے کی دو معزز خاتونیں طبقہ فضلاء میں سے۔ پروفیسر (یحییٰ) پارکنسن ایف۔ جی۔ ایس پروفیسر (مصطفےٰ) لیون، بی اون۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پروفیسر (امین) وہیمنٹ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ پروفیسر نورالدین سٹیفن وغیرہ یہ لوگ وہ ہیں جو یوروپین شہرت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق ڈڈلے رائٹ فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹننٹ وغیرہ وغیرہ ہیں اس تعداد پر چنداں ناز نہیں جس قدر اس تبدیلی و انقلاب کے لیئے ہم سجدات شکر ادا کرتے ہیں جو آج یورپ میں اسلام وہ اسلام نہیں جو پہلے تھا۔ آج اسلام ایک جیتا جاگتا۔ زندہ معقول حکیمانہ اور مدلل مذہب تسلیم ہو چکا ہے۔ وہ مذہب جسے ناواقفوں یا متعصبوں نے دنیا کے لیئے لعنت سمجھا۔ وہ قریب ہے کہ کل مخلوق الٰہیہ کے لیئے رحمت سمجھا جاوے۔

اگرچہ جو ترقی تعداد نومسلمین میں ہوئی وہ بھی کافی سے زیادہ اطمینان بخش ہے۔ لیکن دراصل اس تعداد کو کئی گنا تعداد تک پہنچا دینا اور تھوڑے عرصہ میں ہزاروں تک کی تعداد دیکھ لینا کوئی مشکل امر نہیں بشرطیکہ ہم کافی طور پر اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ مغربی دُنیا اس وقت اپنے مذہبی عقائد سے بیزار ہو کر ایک صحیح مذہب کی تلاش کر رہی ہے۔ جس کے پاس صحیح اور سچا مذہب ہو آج نُصرت و خدا کی اس کی شامل حال ہو سکتی ہے۔ میں اس بات پر ایک معقول ایمان رکھتا ہوں

کہ جو مذہب میں نے قرآن کریم میں دیکھا اور آنحضرت صلعم سے ہم نے سیکھا ہے۔ وہی مذہب ہے جو مغربی دُنیا کا مذہب ہوگا۔ ہاں یہ سب کچھ ہماری کوشش پر منحصر ہے +

مَیں نے یہ مختلف مواقع پر بیان کیا ہے کہ اشاعت مذہب کا بہترین طریق مغربی دُنیا میں اسلامی لٹریچر کو پھیلانا۔ اور اُس کے ساتھ ایک مرکز قایم کرکے نومسلمین یا مستفسرین وشخصین کو اسلامی زندگی دیکھنے کا موقعہ دینا۔ اور اس کے ساتھ موقع بموقع تقریر و لکچروں سے بھی امداد کرنا اس امر کے لیئے ہم نے اسلامک ریویو شایع کیا۔ اور یہ کوشش کی کہ جہاں تک ہمارے ذرایع اجازت دیں ہم اسے یورپ اور امریکہ میں مفت تقسیم کریں۔ یورپ میں ایسے ذرایع آسانی سے مہیا ہو جاتے ہیں کہ ہم اپنے لٹریچر کو ہزاروں تک کی تعداد میں اُن لوگوں کے پاس پُہنچا سکتے ہیں جو واقعی مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ سرمایۂ کہاں سے لاویں کاش مسلمان اپنے مقابل غیر مسلموں کی تبلیغی کوششوں پر توجہ کریں۔ کیا وہ ڈھائی ہزار رسالہ کا مفت تقسیم کر دینا اُس لٹریچر کے مقابل کسی شمار و قطار میں ہے جو پادری لوگ ایک سمندر کی طرح دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ کیا اگر اس قدر قلیل مقدار یہ نتائج مرتب کر سکتی ہے تو پھر اگر ہمارا رسالہ مثلاً دس ہزار تک ماہوار مفت تقسیم ہو تو پھر کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ یہی ایک غرض تھی جو مجھے انگلستان سے ہندوستان لائی۔ اللہ تعالٰے نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس قابل کر دیا تھا کہ میں قوم کے آگے اپنی محنت کے نتائج پیش کروں اور اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اس کارِ حسنہ میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ میں اگرچہ دو ڈھائی سال کی محنت شاقہ کے بعد ولایت سے واپس نومبر ۱۹۱۴ء میں ہندوستان آیا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میں کچھ آرام کروں۔ لیکن وہ اخراجات ماہواری جو دو ہزار ماہوار کے قریب ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہی پُہنچ گئے تھے اُنھوں نے مجھے گھر بھی آرام لینے نہ دیا۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھرا اور جس شہر میں جتنے دن رہا۔ قریب قریب ہر روز لوگوں کو خطاب کرتا رہا۔ جس سے میری صحت پر بھی بُرا اثر ہوا۔ لیکن میں نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ اب چونکہ ووکنگ مشن کی روز افزوں کارروائیاں چاہتی ہیں کہ میں بہت جلد واپس چلا جاؤں۔ اور اگر اللہ تعالٰے کو منظور ہوا تو چند ہفتوں کے اندر اندر میں ووکنگ میں پُہنچ جاؤں گا۔ اسلیئے

یہ نے پسند کیا کہ میں اپنی قوم کو ووکنگ کے حالات سے کسی قدر اطلاع دیئے جاؤں اور اس امداد سے بھی اطلاع دوں جو مجھے سال ۱۹۱۵ء میں میری تحریک پر ہوئی +

میں اپنے مسلم بھائیوں کا جس قدر شکریہ ادا کروں تھوڑا ہے۔ میں جہاں گیا جس جگہ گیا میری وہ عزت و تکریم کی گئی کہ جس کا میں ذاتی طور پر مستحق نہ تھا۔ دراصل اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو اسلام سے ازحد محبت ہے وہ دل سے اشاعت اسلام کے گرویدہ و عاشق ہیں۔ انھوں نے مجھ میں ایک خادم اسلام اور عاشق اسلام کا نمونہ دیکھا اسلیئے انھوں نے مجھ سے ہر ایک قسم کا نیک سلوک کیا۔ خصوصًا وہ نیک سلوک جو مجھ سے مسلم والیان ریاستہائے ہندوستان نے کیا وہ میرے لیئے خاص تشکر و امتنان کا موجب ہے۔ اعلٰے حضرت حضور نظام و عالیحضرت بائیں والئے بھوپال۔ عالیحضرت شیخ ناحسن نگر دل۔ ان بندگان عالی کا مجھے شاہی مہمان کے طور پر اپنی قلمرو میں رکھنا۔ اور ہر وہ سلوک مری رکھنا جو ایک شاہی مہمان سے ان کے ہاں ہوا کرتا ہے۔ یہ تو ان کے شاہی اخلاق کا ایک ادنٰے کرشمہ ہے۔ لیکن مختلف محل و مواقع پر مجھے انکا خاص الخاص اشفاق کریمانہ کا مورد بنانا۔ یہ اس محبت کو ظاہر کرتا ہے جو عالیمرتبت سے عالیمراتب مسلمان کا دل ایک خادم اسلام کے لیئے اپنے پہلو میں محسوس کرتا ہے۔

میں یہ یقین کرتا ہوں کہ اگر جنگ کے ایام نہ ہوتے تو میرا یہ سفر بہت ہی بہترین نتائج مرتب کرتا۔ بہر حال جو کچھ ہوا وہ حالات موجودہ کے ماتحت میری امیدوں سے زیادہ ہوا۔ اس موقعہ پر میں گورنمنٹ عالیہ کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پر آشوب زمانہ میں میرا کل شمالی ہندوستان میں سفر کرنا اور ہر ایک امن و آسایش کا حاصل کرنا۔ جن اغراض کے لیئے میں نے یہ سفر کیا ان اغراض کے اظہار کے لیئے پبلک لیکچروں کو بے روک ٹوک کرنا۔ بلکہ بعض مواقع پر خود اعلٰے سے اعلٰے مقامی افسروں کا میری امداد کرنا اور مجھے ہر طرح اپنی عنایات سے مرہون منت ٹھہرانا یہ اس دریا دلی کا ثبوت دیتا ہے جو اس گورنمنٹ عالیہ کا خاصہ ہے۔ اور جس کے لیئے ہر ایک شخص کو اس گورنمنٹ کا شکرگذار ہونا چاہیئے +

میں اس موقع پر اس سال کی آمد و خرچ سے اپنے معاونین کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ یہ امر کئی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے مشن کے خرچ کی مدات تین قسم کی ہیں۔ اوّل اسلامک ریویو اور

ایسا ہی دوسرا اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنا۔ دوم - ہر اتوار کے دن شمولیت وعظ کے لیئے جسقدر مہمانوں کا ووکنگ میں باہر سے آنا اور ایسا ہی نومسلم سائنیں ووکنگ کو اپنے ہاں دوپہر کے کھانے اور سہ پہر کی چا پر مہمان کرنا اور ایسا ہی جس قدر نومسلموں کو اسلام سیکھنے کے لیئے باہر سے ہمارے ہاں آنا یا مستفسرین کا ہمارے ہاں ٹھہرنا اور ان کا تعہد بطور مہمان اسلامی طریق پر کرنا۔ سوم - اخراجات متفرقات جس میں لندن یا دوسرے مقام پر علاوہ جمعہ کے وعظ و لکچر کے لیئے جانا اور مسجد ووکنگ کے متعلقہ اخراجات - بڑی بھاری مدات خرچ کی پہلی دو ہیں یعنے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو اور لنگر خانہ۔ انہیں دو مدات کو علے الخصوص سامنے رکھکر معاونین مشن سے امداد کی درخواست کی گئی ہے حصول امداد کو سہل ترین بنانے کے لیئے مینے یہ مناسب سمجھا ہے کہ اسلامک ریویو کی خریداری بہت بڑھا دیجاوے۔ جسقدر اس کے خریدار زیادہ بڑھیں گے اسی قدر اسکے منافعہ کا کثیر حصہ اس کار خیر پر خرچ ہوگا۔ اسی غرض سے مینے اسلامک ریویو کا ترجمہ اردو میں شائع کرنا شروع کیا اور اس کی قیمت ۲ رسالانہ مکمدی ہے۔ تاکہ اس کے منافعہ کا زیادہ حصہ بھی اس مشن پر خرچ ہو +

اسی طرح مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو کی یہی دو صورتیں میرے سامنے رہی ہیں ایک تو عام طور پر برادران اسلام کو مفت تقسیم رسالہ کے لیئے کہا گیا ہے کہ وہ یہ رسالہ خرید کر ہمیں مفت تقسیم کرنے کی اجازت دیں۔ یہ اپیل بھی خالی نہیں گئی۔ اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ ایک کافی رقم اس کی تقسیم کے لیئے ہم نے وصول کی +

اب میں ذیل میں آمد و خرچ کا ایک نقشہ بھی دیدیتا ہوں۔ آمد کی طرف جس قدر رقوم بطور امداد اس سال وصول ہوئیں ان سب کی ایک فہرست بھی مینے رجسٹر آمد سے بنوا کر اس تحریر کے ساتھ شامل کردی ہے ممکن ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کے لیئے تحریص امداد کا موجب ہو ساتھ ہی معطی صاحبان بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جسقدر امداد انھوں نے کی وہ ان کی منشاء کے مطابق ہی خرچ بھی ہوئی + یہ نقشہ اور فہرست منسلکہ مینے دفتر لاہور سے رجسٹرہائے آمد و خرچ سے بنوایا ہے۔ چنانچہ امداد میں ایسے خریدار بھی درج کردیے ہیں جنھوں نے قیمت دے کر رسالہ مفت تقسیم کرایا یا ایسا خاص خریدار رسالہ جات مینے انکو قرار دیا۔ جنھوں نے رسالہ اپنی ذات کے لیئے لیا +

نقشہ آمد و خرچ

آمد

آمد	روپے	آنہ	پائی
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	[illegible]	۱۰	۱
چندہ امدادی از حیدرآباد...	[illegible]	۰	۰
چندہ امدادی د. ہندوستان...	۹۷۷۲	۶	۰
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ...	۱۵۱	۶	۰
چندہ از صاحب معلومہ بحساب پچاس روپیہ ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی ۱۹۱۵ء تا نہایت دسمبر ۱۹۱۵ء	۳۰۶	۰	۰
چندہ از جائے معلومہ بغرض تقسیم اسلامک ریویو......	۹۶۷	۱۱	۱۱
وظیفہ خواجہ کمال الدین از جائے معلومہ بابت اٹھارہ ماہ از جولائی ۱۹۱۴ء تا نہایت دسمبر ۱۹۱۵ء	۱۸۰۰	۰	۰
تحفہ شاہانہ از حضور نظام	۱۰۰۰	۰	۰
سفر خرچ از انجمن ہائے مختلفہ	۲۵۷	۰	۰
میزان کل	۳۲۸۰۸	۵	۰

خرچ

خرچ	روپے	آنہ	پائی
اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر خرچ یہاں ہوا......	۴۰۶۲	۱۵	۷
عملہ لاہور و انگلستان......	۶۷۹۳	۴	۶
سفر خرچ حیدرآباد و ہندوستان بمعہ تنخواہ ایک نفر اور ایک کلرک برائے چند ماہ جو ہمراہ ہے	۱۱۸۲	۷	۹
خرچ ام الالسنہ وغیرہ......	۲۲۱	۱۵	۰
واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں +	۶۳	۲	۰
واپسئی* قرضہ حسنہ......	۲۰۰	۴	۰
متفرق............	۲۸۲	۲	۲
میزان بالا	۱۲۹۰۶	۳	۰
رقوم جو وقتاً فوقتاً ولایت گئیں۔	۱۹۴۲۹	۱۲	۷
میزان............	۳۲۳۳۵	۱۵	۷
گرفتنی از ام الالسنہ......	۷۰	۹	۰
بقایا بدست خود......	۴۰۱	۱۲	۵
میزان کل	۳۲۸۰۸	۸	۵

* ابتداء ۱۹۱۲ء میں میرے ایک عزیز دوست نے مجھے تیس پونڈ بطور امداد مشن اس شرط پر ولایت بھیجے تھے کہ اگر ووکنگ مشن میں کبھی آئندہ گنجائش ہو تو یہ رقم ان کو واپس کر دیجاوے سو ۱۹۱۵ء میں ۲۰۰ ان کو بھیجا گیا مع محصول ڈاک اور ۱۹۱۶ء میں آج تک ان کو [illegible] ۱۵۰ بھیجا گیا۔

+ اس میں دو یا چار روپیہ کی کمی بیشی ہے یعنی صاحب کو بغرض تصحیح لکھا گیا + خواجہ کمال الدین

یہ تخمینہ الامین جو قوم نے بطور امداد چندہ دیا تھا وہ بھی گو بعد اخراجات ہندوستان جاتے ہی سے ان سفروں میں وصول کئے۔ اس کی تقسیم کو بعض صاحبان نے میری اتفاق رائے پر چھوڑ دیا تھا کہ جس نسبت سے چاہوں اُن میں سلسلے انگریزی کی مفت تقسیم یا لنگر خانہ و دیگر ضروریات ووکنگ میں خرچ کروں۔ چنانچہ میں نے دفتر کو ابتدا میں یہ ہدایت دی کہ ان رقوم کو قریب قریب نصف نصف ریویو انگریزی کی مفت تقسیم میں اور لنگر خانہ وغیرہ میں دکھلا دیں۔ لیکن ان رقوم کی بعد از وضع خرچ تقسیم کس طریق پر ہوئی وہ ووکنگ کے حساب کے آنے پر بتلائی جا سکتی ہے۔ لاہور اور ووکنگ ہر دو جگہ باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے اور آمد و خرچ کی رقوم خواہ میری غیر حاضری سے تعلق رکھتی ہوں یا مشن سے ان کا اندراج کتاب میں ہوتا ہے [...] کا حساب شیخ نور احمد صاحب یہاں کے ہاتھ میں ہے اور یہاں کا حساب کتاب منیجر دفتر رسالہ اشاعت اسلام کے ہاتھ میں ہے۔ شیخ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ۱۹۱۵ء کے آمد و خرچ کے حساب کا خلاصہ بھیج دیں۔

خصوصاً یہ کہ مختلف مدات میں کیا خرچ ہوا۔ ہاں میں نے اسی قدر حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی خدمت میں عرض کر دی تھی کہ وہ اس سال دو اور تین ہزار کے اندر اندر مفت تقسیم رسالہ کر دیں۔ اس سال اخراجات لنگر خانہ بہت ہی بڑھ گئے۔ میں نے منشی نور احمد کو ایک دفعہ لکھا تھا کہ وہ تین یا چار ماہ کی تعداد مہمانوں سے ہمیں اطلاع دیں۔ چنانچہ گزشتہ جون سے ستمبر تک دو ہزار آٹھ سو کے قریب مہمان آئے اور اس سے آئندہ جولائی میں ہزار سے زائد تھے۔ اگرچہ الفضل ماہ میں وہ عید میں بھی گنے ہیں جنہیں ہزار [...] کے لگ بھگ مہمان تھے۔ بہرحال جس طرح فروعات [...] ہوئی ان وجوہات پر جن کے لئے بعض معطی صاحبان نے دیا خرچ کر کے بقیہ ولایت بھیجا [...]

ہاں ہم سے یہی ہو سکتا تھا کہ جس قدر روپیہ ہم وصول کریں وہ سب کا سب ضروری اخراجات کاٹ کر ولایت بھیج دیں۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ نقشہ آمد و خرچ میں دو باتیں قابل ملاحظہ ہیں اوّل جہاں تک اس مشن کا عملہ ہے اُس نے [...] کے ایثار سے کام لیا۔ عملہ اس وقت نہایت قلیل ہے۔ ولایت میں مولانا مولوی صدر الدین صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب [...] ہندوستانی باورچی۔ اُن کے علاوہ مولوی صاحب نے وقتاً فوقتاً گو ولایت میں کوئی [...] رکھا اُن کا خرچ نقشہ الامین نہیں دکھلایا گیا۔ ہندوستان میں صرف منیجر دفتر اسلامک ریویو اور [...] کے [...] دو کلارک۔ ایک چپڑاسی۔ اور ایک [...] (؟) [...]

ماہ رما۔ ایک ایجنٹ بغرض تبلیغ و اشاعت اغراض مشن جو گذشتہ اکتوبر سے رکھا گیا اور میں خود۔ اتنے بڑے کام پر اس قدر قلیل عملہ اور پھر اس عملہ پر بھی صرف ساٹھ پانصد روپیہ ماہوار کا خرچ۔ یہ آج کل کے حالات کے ماتحت ایثار نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں مدعملہ پر جو میں نے خرچ دکھلایا ہے اس میں وہ رقم ماہواری بھی شامل ہے۔ جو میں اپنے ذاتی خرچ کے لیے لیتا ہوں لیکن اس کا بوجھ میں نے کسی قسم کے ڈونیشن پر یا زر امداد مشن پر نہیں ڈالا۔ میں نے اپنی ذات کا خرچ بحیثیت ایڈیٹر اسلامک ریویو صرف اسلامک ریویو پر کتب حساب میں ڈلوایا ہے۔ ایسا ہی کچھ رقم بطور امداد جو عملہ میں سے ایک خالص سچے خادم مشن کو میں نے بطور قرض حسنہ دی ہے۔ وہ بھی میں نے اسلامک ریویو کی آمد میں سے دی ہے اور اس کا خرچ بھی اسلامک ریویو پر ڈالا ہے اسلئے ان ہر دو رسالوں کے نفع نقصان کو میری ذات سے تعلق ہے۔ باقی اخراجات جو عملہ لاہور کے ہیں یا سفر خرچ یا اخراجات متفرقہ ہیں ان کا ½ اردو رسالہ پر ½ اسلامک ریویو پر اور ½ دیگر اغراض پر ڈال دیا ہے۔ اور جو عملہ ولایت یا واپس قرض حسنہ کی رقوم ہیں اُن کو اسلامک ریویو اور دیگر اغراض پر نصف نصف ڈالدیا ہے۔

یہ امور محض آمد و خرچ کو حساب کتاب کے باضابطہ شکل میں رکھنے کے لئے کیئے گئے ہیں۔ ورنہ جو عمل ہوا ہے وہ تو یہ ہے کہ جو کچھ منافع ہر دو رسالجات کا ہوا یا جو رقم مجھے ذاتی طور پر بطور وظیفہ یا رخصتانہ بعض محسنوں سے ملی وہ سب کی سب میں نے آمد مشن میں ڈالدی ہے۔ میں آئندہ بھی اللہ تعالےٰ سے یہی دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایسا ہی کرنے کی توفیق دے۔

مسلم بھائیوں سے میری آخری اپیل

میں اب چند ہفتوں میں یہاں سے رخصت ہو کر ولایت جانیوالا ہوں۔ دوران قیام ہندوستان میں میں نے ہر ایک قسم کا آرام چھوڑ کر مسلمان بھائیوں کو اس کار خیر کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔ یہ مشن ایک حقیقت اور طاقت ہے۔ کوئی وہمی یا قیاسی امر نہیں۔ یہ مشن نظری حالات سے نکل کر واقعات اور عمل کا جامہ پہن چکا ہے۔ اس کے مفید اور یقینی طور پر کامیاب

ہو تیئں اب تک نہیں ہوا۔ اس امر سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا اور رسول کے احکام کے ماتحت ہمارے کل قومی کام ایک طرف اور یہ کام ایک طرف ہے۔ ہماری کل کی کل تحریکات پر اس مشن کو فوقیت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلامی خیرات و زکوٰۃ کے مصرف پر کل دیگر خیراتی کاموں پر اسے ترجیح نہ دیں۔ نقشہ آمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ چودہ ہزار کے قریب روپیہ محض بطور ڈونیشن مسلمانان ہند سے اس سال آیا اور اس سے جس قدر بھاری کام ہوا۔ وہ ظاہر ہے کیا ۱۹۱۵ء میں جو تیئں ہزار کا خرچ ہے اور جس کے مقابل کئی ہزار رسالہ اردو و انگریزی بطور خود دار لوگوں کے گھروں میں بھی پہنچ چکا ہے۔ اس کے مقابل یہ کامیابی جو اس سال ہوئی وہ کچھ کم ہوئی ہے کیونکہ اس کی نظیر دنیا بھر کی مذہبی تبلیغی کوششوں میں نظر نہیں آتی

لیکن اب تو میں ہندوستان سے جا رہا ہوں اور ممکن ہے کہ میری غیر حاضری میں بہت جلد کوئی ایسا قائمقام میرا نہ پیدا ہو سکے جو شہر بشہر پھر کر مسلم بھائیوں کو ان کے فرض کی طرف متوجہ کرے۔ تو پھر کیا خود مسلم بھائی اپنے فرض کی طرف متوجہ نہ ہونگے۔

مسلمانو! خدارا یہ غفلت کو چھوڑ دو۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے کام تو ہو کر رہیں گے لیکن مبارک وہ ہے جو اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹا وے۔ تمہارے مال جس دیانت اور احتیاط سے خرچ ہوئے ہیں وہ اس نقشہ سے ظاہر ہو چکے ہیں اور جس ایثار اور محبت سے کام کرنے والے لوگ تم کو مل گئے ہیں وہ بھی اس قحط الرجال میں شاذ و نادر کا معاملہ ہے خدا تعالیٰ ہی اس امر کا شاہد ہے کہ مجھے ایام وکالت کے مقابل دوگنا کام روزانہ کرنا پڑتا ہے اور جو کچھ مجھے بطور وجہ کفاف لیا وہ میری آمدنی وکالت سے جو ۱۹۱۲ء میں تھی کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا لیکن یہ کسی پر احسان نہیں۔ حضور صلی اللہ کا خوش کن مقولہ ہی ہمارے لیئے راحت جان ہے۔ لیکن ہمارا ایثار کس کام آویگا۔ اگر ہمارے پاس اور سامان نہ ہوں۔ خدارا کچھ ایسا کام کرو۔ کہ یہ انگریزی رسالہ دس ہزار تک مفت تقسیم ہو جاوے۔ اگر دس ہزار رسالہ تقسیم کرنے کے سامان کر دو۔ تو پھر اس کے منافع سے ہی دیگر اخراجات ورکنگ مشن نکلیں گے +

بینت شروع سال ۱۹۱۵ء میں آپ کو ناٹب کیا اور اردو رسالہ بھی جاری کیا اسلئے شائع کیا کہ اسکے

منافع سے ووکنگ مشن چلے۔ اگر یہ رسالہ دس ہزار خریدا جا سکے تو میرے نزدیک موجودہ خراجات کے لحاظ سے ⅔ اخراجات ووکنگ مشن کے نکل جاتے ہیں +

اگرچہ یہ رسالہ میرا ہی شائع کردہ ہے۔ لیکن میری یہی غرض ہے کہ اس کے منافع سے اشاعت کے کام کو مدد کافی ملے۔ جیسے کہ گذشتہ سال کیا گیا۔ اس وقت اردو رسالہ کی تعداد اشاعت دو ہزار کے قریب ہے۔ اس اشاعت پر جو منافع ہوتا ہے وہ قطعاً مشن کے لئے کافی نہیں۔ اسی طرح انگریزی رسالہ کی اشاعت ابھی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ یہ بھی بہت تھوڑی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان بھائی صرف پانچہزار تک انگریزی اور دس ہزار تک اردو رسالے کو خرید لیں تو میں کسی اور امداد کا سردست اُن سے مطالبہ نہیں کرتا۔ اور اگر مجھے خدا توفیق دے تو میں اس کے منافع کو اسی کام پر خرچ کروں گا۔ ہاں جب تک یہ صورت نہو میں ان بزرگوں کیخدمت میں عرض کرتا ہوں جنھوں نے دریا دلی سے گذشتہ سال اپنے مالوں سے مجھے مدد دی وہ اب بھی دیں۔ یہ مال وہ بالفاظ قرآن کریم ایک تجارت پر لگاتے ہیں جسکا منافع جو آخرت کو بالفاظ ربی ملنا ہے وہ تو ضرور ملے گا۔ لیکن اسکا منافع تو دمِ نقد مل رہا ہے +

خدارا غور کرو۔ یہ رقوم امداد تو زیادہ تر مئی ۱۹۱۵ء سے پہلے پہلے مجھے وصول ہوئی تھیں۔ آج اس پر ایک سال گذر گیا۔ فہرست سے ظاہر ہو گا کہ مئی ۱۹۱۵ء تک زیادہ حصہ امداد کا آپنے دیا۔ آج مئی ۱۹۱۶ء ہے اب بتلاؤ جو اس سال میں نتائج مرتب ہوئے وہ منافع کیا کچھ کم ہے۔ مسلمان بھائیوں خدا کے اُس فضل کو دیکھو کہ جس غرض کے لیے جو کچھ تھوڑا بہت تمنے دیا وہ غرض پوری ہو گئی۔ پھر اسکے شکریہ میں کیا آپ کو مناسب نہیں کہ اور ہمت کرو۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ مبارک مہینہ زکوٰۃ و خیرات کا ہے +

تمھاری زکوٰۃ کا بہترین مصرف

ووکنگ مشن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کو کھولو وہ بھی ہمیں یہی کہتا ہے۔ ہمارے مشن کی امداد کا ایک سہل طریق یہ ہے کہ تم ہمیں انگریزی رسالہ کی مفت تقسیم کے لیئے امداد دو۔ اپنی طرف سے متعدد رسالہ مفت تقسیم کراؤ۔ ایسا ہی لنگرخانہ کی امداد کا فکر کرو۔ ہاں ایک آسان طریق امداد کا یہ ہے کہ خود رسالہ اردو یا انگریزی خریدو اور دوستوں میں اس کی خریداری بڑھاؤ۔ گذشتہ سال میں

ہمیں اردو رسالہ بہت سا زائد چھپوانا پڑا خیال تھا کہ خریدار بہت بڑھے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا مختلف ماہ کے رسالجات زائد پڑے موجود ہیں۔ سو میں نے یہ پسند کیا ہے کہ تمام گذشتہ رسالجات کے آگے یہ اپیل ذم کرکے بطور نمونہ مسلم احباب کی خدمت میں بھیجوں۔ وہ اس رسالہ کو دیکھیں مختلف احباب کے پاس ۱۹۱۵ء کے مختلف مہینوں کے رسالے پہنچیں گے وہ اس کو شروع سے اخیر تک دیکھیں اور پڑھیں اور پھر اندازہ کریں کہ کیا ایسا قیمتی رسالہ محض اگر لٹریچر کے طور پر ہی خریدا جاوے۔ تو چنداں گراں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا منافعہ ایک ہماری مشن کو چلا رہا ہے۔ اسی طرح جن دوستوں نے بہ سبب حالات خاصہ انگریزی رسالہ خریدنا چھوڑ دیا ہے وہ اردو رسالہ ہی خرید کر عند اللہ ماجور ہوں۔

موجودہ خریداران کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو ہر دو رسالجات کی اشاعت بڑھانے میں کوشش بلیغ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

فہرست زرِ عطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن انگلستان ۱۹۱۵ء

بابت جنوری

معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب قیمت کتب ... ۸ر
جناب فصیح الدین خانصاحب حیدرآباد ... عیـ ۲ر
مرزا غلام سرور صاحب پشاور ... ۲ عہ
حکیم امیر علی صاحب پنڈی ... ۱ عـہ
جناب حامد اللہ خانصاحب کوہاٹ ... صـہ
سردار عبد الرحمن صاحب ... سـہ
غلام حسین صاحب ٹیلیگراف کلرک ... عہ
خانصاحب عبد الحکیم خانصاحب سب جج کوہاٹ للعہ
خان بہادر حق نواز خانصاحب ... ” ما ر
خانصاحب محمد جمیل خان صاحب ... ” ما ر لعہ
میاں مطیع الدین صاحب ... ” ۸ ر
خان بہادر مولوی احمد دین صاحب ... ” صـہ
مولوی محمد عالم صاحب سیکنڈ ماسٹر ... ” عـہ
سردار احمد خانصاحب ... ” عـہ

سید محمد اشرف صاحب کوہاٹ ... صہ
خانصاحب خوشدل خانصاحب کوہاٹ ما ر
بابو معراج دین صاحب نائب تحصیلدار ” صہ
عامل محمد اکبر خانصاحب ڈپٹی ہیڈ ... صـہ
جناب محمد خداداد خانصاحب ” ... عـہ
جناب فقیر ابو الحسن صاحب ... ” ... لعہ
ملک خدا بخش صاحب ... ” ... سـہ
خان بہادر خیر محمد خانصاحب رئیس ” ... ما ر
شیخ عبد العزیز صاحب سب انسپکٹر ” ... عـہ
امام بخش صاحب ... ” ... عـہ
سردار محمد ... اللہ خانصاحب ” ... عـہ
میر عبد اللہ خانصاحب ماسٹر ... ” ... عـہ
دوست محمد خانصاحب ... صہ
سکندر خانصاحب سب انسپکٹر ... ” ... عـہ

ملک خواجہ محمد خانصاحب میونسپل کمشنر بنوں ۵ر
بابو پیر بخش صاحب .... " ۵ر
شیخ اللہ بخش صاحب .... " عہ
مولوی عبد الہادی صاحب .... " عہ
محمد شفیع خانصاحب .... " عہ
امیر خانصاحب .... " عہ
محمد یوسف خانصاحب اجمیری .... " عہ
شیخ ظہیر الدین صاحب .... " عہ
حاجی شیخ محمد بخش صاحب .... " عہ
قاضی عبد الغفور خان صاحب .... " عہ
منشی عبد العزیز صاحب ملتانی .... " عہ
خان محمد خان صاحب .... " ۵ر
فیض اللہ شاہ صاحب .... " عہ
خان محمد ایاز خان صاحب .... " ۵ر
قاضی محمد حسن صاحب .... " عہ
علی محمد صاحب .... " عہ
جناب بابو محمد عبد اللہ صاحب .... " عہ
" مسکین تحصیلی صاحب .... " عہ
" مرزا سلطان خان صاحب .... " عہ
" تاج محمد خان صاحب .... " عہ
" فیض محمد صاحب مستری .... " ۸ر
" شیر خان و قریشی گل محمد و امیر محمد صاحبان " ۸ر
" معاذ اللہ خان صاحب رئیس .... " عہ
" ممتاز خان صاحب .... " عہ
" ملک محمد دوران خان صاحب .... " عہ
متفرق چندہ معرفت جناب دوست علیشاہ صاحب " عہ

سردار بہادر جناب محمد رمضان خان صاحب بنوں عہ
از پارٹی فنڈ .... للعہ
غلام رسول صاحب معرفت فقیہ اللہ صاحب .... عہ
جناب سید فضل الرحمن صاحب وکیل بابت گذشتہ سال عہ
" منشی محمد اسماعیل صاحب تاجر کانپور .... عہ
" حافظ ہدایت حسین صاحب .... عہ
عام چندہ ریزگاری جو جلسہ کانپور میں ہوا عہ
چندہ وصول شدہ معرفت جناب فضل الرحمن صاحب عہ
جناب حسن محمد صاحب راولپنڈی .... عہ
" شیخ خدا بخش صاحب بنوں .... عہ
" خانصاحب سعد الدین خانصاحب پشاور عہ
" حافظ عبد الحلیم صاحب تاجر کانپور عہ
" مولوی شرف الدین صاحب .... عہ
" محمد حنیف صاحب .... عہ
" عبد الکریم صاحب .... عہ
نقد ریزگاری کانپور .... عہ
جناب احمد حسین صاحب .... عہ
بیگم صاحبہ محترمہ صاحبان خاندان مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی عہ
جناب ایڈیٹر صاحب الناظر لکھنؤ .... عہ
معرفت جناب لطف اللہ خانصاحب بنوں عہ
لا معلوم الاسم .... عہ
جناب محمد اسلم صاحب مردان .... عہ
صفدر علی صاحب علیگڈھ قیمت کتب عہ
جلال الدین صاحب سیالکوٹ .... عہ
جناب محمد جان صاحب .... عہ
" شہاب الدین صاحب کولمبو .... عہ

جناب دارشیخ صاحب قیمت کتب . ۱۴ر

جناب یوسف خان صاحب " . ۱۴ر

جناب مرزا امام علی بیگ صاحب . . عگا

ایچ عبد اللہ خانصاحب . قیمت کتب ۱۴ر

عبد الوحید صاحب اجمیر . ... " ۶ر

جناب سید معز الدین صاحب . " ۱۵ر

صاحبزادہ جناب عبد القیوم صاحب پشاور عہ

جناب سید امیر حسن صاحب بنارس ... عہ

جناب مرزا فیاض الدین صاحب " ..... عہ

" مرزا شمس الدین صاحب " ..... عہ

" رفیع الدین صاحب " .... عہ

" شاہ میر عالم صاحب " . عہ

" عبد الواحد صاحب وکیل . " .. عہ

" ضیاء الدین صاحب انسپکٹر پوسٹ آفس . عہ

رقوم ذیل معرفت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب شکو :-

جناب صوفی ظفر حسین صاحب ..... عہ

" عالمگیر خان صاحب . .... عہ

" سید مومن صاحب . . . عہ

" خان روشن دین خانصاحب . عہ

" محمد حیات خان صاحب ... . عہ

" منشی امیر حسین صاحب . ... للعہ

" منشی عبد الواحد صاحب .... عہ

" منشی نصیر الدین صاحب .... عگار

" راجہ ولی محمد خانصاحب ..... عگار

" خان باینگل خان صاحب ...... عگار

تفصیل رقوم از چھاؤنی بنوں

جناب بابو مولا بخش صاحب پوسٹ ماسٹر بنوں عہ

" منشی مہر بخش صاحب ...... " عہ

" غلام حسین صاحب ٹیلر ماسٹر ...... " عہ

" محمد رمضان خانصاحب " ... " عہ

" عبد اللہ خان صاحب " ..... " عہ

" شیخ لاٹ صاحب " ...... " للعہ

" نبی بخش صاحب ٹیلر ماسٹر ... " عہ

" فیروز الدین صاحب " ..... " عہ

" علی بخش صاحب " " عہ

" نور محمد صاحب " .... " عہ

" زمان شاہ صاحب " ..... " ۱۰ر

" مولا بخش صاحب " ...... " عہ

" نور مصطفٰے صاحب " ...... " ۴ر

" زمان علی صاحب " ...... " عہ

" نتھو صاحب " ...... " ۸ر

" جمال الدین صاحب " .... " ۴ر

" اللہ دتا صاحب " ..... " ۴ر

" غلام غوث صاحب .... " عہ

" فضل الٰہی صاحب ..... " ۸ر

" غلام محمد صاحب ..... " عہ

" گل ستار خانصاحب ..... " ۲ر

" محبوب اللہ خانصاحب ..... " ۸ر و پائی

" نور محمد صاحب ..... " ۸ر

" محمد الدین صاحب ..... " ۴ر

" مسٹر عبد العزیز صاحب ..... " عہ

" رمضان خانصاحب بھیرہ ۸ر

جناب شیر علی خان صاحب .... لعہ/
" محمد شاہنشاہ صاحب .... عہ/
" قاضی اسد اللہ صاحب .... عگ
" کریم بخش صاحب .... عگا/
" بابو خدا بخش صاحب .... عہ/
" فضل احمد صاحب ۴/
" بابو کالے خان صاحب .... عگ
" بابو اللہ بخش صاحب .... عگ
" بابو اللہ دتا صاحب .... عگ
" منشی جلال الدین صاحب .... عہ/
" شیخ خدا بخش صاحب .... لعہ
" حسین بخش صاحب .... صہ/
متفرق معرفت جناب خدا بخش صاحب ۱عہ/
جناب غلام محی الدین صاحب سرگودہ .... عگ ۱/
" فضل قادر صاحب لائل پور .... عگ ۱/
" انوار الحق صاحب .... عہ ۱۲/
" علم دین صاحب ۱۰/
از خانہ جناب شیخ محمد حسین صاحب جج غازیپور .... صہ
جناب تفضل حسین صاحب زمیندار ۔ اسنہ .... عہ/
" مولوی محمد ظہور صاحب غازیپور .... للعہ ۲/
" شیخ نور الدین صاحب " .... عہ ۸/
" چوہدری بدر الدین صاحب آرہ .... صہ/
" مولوی برکت اللہ صاحب وکیل بی اے ایم .... لعہ
بابت بازری غازی پور
" بی۔ اے احمد صاحب .... قیمت کتب ۱۰/
" ایم احمد صاحب .... " ۱۴/
" حاجی بشیر خان صاحب غازی پور .... للعہ

جناب مظفر امام صاحب منصف شاہپور .... معہ
" سب رجسٹرار صاحب بطور دعوت " .... عہ/
" مرزا نظیر الدین صاحب .... بنارس عہ
" ولی الدین صاحب ۔ خدا بخش بانکی پور .... سے
" حاجی عبد الرحمن صاحب .... " .... صہ/
" سید علی صاحب .... " .... عہ/
" صدی علی صاحب .... " .... عہ/
لا معلوم الاسم .... " .... لعہ/
چندہ معرفت جناب خواجہ محمد اسمعیل صاحب وکیل بانکی پور للعہ
جناب خواجہ محمد اسمعیل صاحب وکیل بانکی پور .... ما/
" مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر .... " .... ما/
" غلام نظام الدین صاحب .... " .... معہ
" ابو النجیب صاحب .... " .... عہ/
" شیخ رحیم بخش صاحب .... " .... عہ/
" ڈاکٹر عبد الغفور صاحب .... " .... عگ
" جوان بخت صاحب .... " .... صہ/
" محب اللہ صاحب .... " .... صہ/
" ذکی الدین صاحب بجنور .... عگ
" یوسف شاہ صاحب تاجر سرینگر قیمت کتب عہ ۹/
" غلام محمد صاحب .... " .... عہ ۹/
" محمد قاسم صاحب الہ آباد ۱۴/
" محمد اسحٰق صاحب " ۱۲/
" فرید الدین صاحب " .... عگ ۲/
قیمت بابت کتب .... عگ ۴/
" محمد مظاہر حسین صاحب گلزار باغ پٹنہ (اپریل) .... عہ/
" نیاز اللہ صاحب .... قیمت کتب ۱۴/

قیمت کتب .... [illegible]

جناب احمد جان صاحب نسوادی پیا .... [illegible]

" نواب سرفراز حسین خان صاحب بانکی پور [illegible]

" عبدالعزیز صاحب .... [illegible]

" سید صالح حسین صاحب چھپرہ ...... [illegible]

" ناظم صدیق صاحب گورکھپور .... [illegible]

" غلام رسول صاحب " .... [illegible]

" محمد رحیم بخش صاحب احمدی ... گورکھپور سے

" سید ولایت علیشاہ صاحب سبز پوش " [illegible]

" حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق ... [illegible]

" قاضی تجمل حسین صاحب منصف بلیا ... [illegible]

" محمد عمر خان صاحب مختار بستی ..... [illegible]

" مولوی شمس الحسن صاحب ... " ... [illegible]

" مسٹر انور علی صاحب بیرسٹر ... " ... [illegible]

" سید مجتبیٰ حسین صاحب وکیل .. " ... [illegible]

" مولوی سیف اللہ خان صاحب مختار " [illegible]

" مسٹر محمد نسیم صاحب وکیل لکھنؤ .... [illegible]

" سید وزیر حسن صاحب ... " ... [illegible]

" مرزا سمیع اللہ صاحب بیرسٹر لکھنؤ ... [illegible]

" فرزند علی صاحب وکیل لکھنؤ ...... [illegible]

" نواب علی حسن خان صاحب بھوپال ... [illegible]

" حافظ عبدالرزاق صاحب لکھنؤ ...... [illegible]

چندہ معرفت جناب ممتاز حسین صاحب بیرسٹر جو جلسہ بارہ دری قیصری باغ لکھنؤ میں علاوہ رقوم بالا بموقعہ ۲۴ [illegible] ..... [illegible]

جناب مولوی محمود حسن صاحب چھپرہ ... [illegible]

" امام بخش صاحب اڈیٹر ..... [illegible]

جناب صفدر علی صاحب سراج الحق صاحب [illegible]

" شیخ محمد اسماعیل صاحب قیمت کتب [illegible]

" سید فضل علی صاحب چھپرہ .... [illegible]

" امام الدین صاحب [illegible] خیل .... [illegible]

" احمد حسین صاحب معرفت ماسٹر فقیر اللہ [illegible]

" صدیق احمد صاحب سیکرٹری انجمن معتقدان لکھنؤ [illegible]

" غلام حسین صاحب وکیل لکھنؤ .... [illegible]

معرفت مرزا حیدر بیگ صاحب وکیل جونپور [illegible]

جناب خان بہادر مقبول عالم صاحب بنارس [illegible]

" احسن الدین صاحب .... [illegible]

از معلوم الاسم معرفت نواب نذیر جنگ بہادر [illegible]

اسم نامعلوم .... [illegible]

جناب مقصود علی صاحب گنیش پور ..... [illegible]

" عطاء الرحمٰن صاحب .... [illegible]

" حکیم عبدالرشید صاحب لکھنؤ ...... [illegible]

" صادق حسین صاحب .... [illegible]

" فضل احمد صاحب [illegible]

" محمد معین الدین صاحب لکھنؤ قیمت کتب .. [illegible]

" محمد قمر الدین صاحب پٹنہ " ... [illegible]

" محمد تقی صاحب ... [illegible]

" محمد امیر صاحب ... ... [illegible]

" محب اللہ صاحب ..... [illegible]

" [illegible] صاحب ..... [illegible]

" محمد اقبال صاحب .... [illegible]

" شیخ فضل الرحمٰن صاحب ..... [illegible]

" غلام نبی صاحب .... [illegible]

" مرزا [illegible] بیگ صاحب وکیل جونپور ..... [illegible]

" [illegible] صاحب وزیر آباد [illegible]

مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر لکھنؤ ..... [illegible]

جناب مولوی [illegible] الدین صاحب .. [illegible]

جناب فضل الدین صاحب فتحگڑھ ۵ر

جون

" محمد الدین صاحب ...... عہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ...... عہر

جناب خواجہ بشیر الدین صاحب ...... عہر

جناب محمد رحیم بخش صاحب بعد اشاعت ...... للعہ ۸

" خدا بخش صاحب ...... عہر

" محمد محسن علی صاحب رنگون ...... بیے ۱۰ر

نامعلوم الاسم ۵ر

جناب سلطان احمد صاحب کلکتہ ۱۶ر

" محمد عیسےٰ صاحب ۱۴ر

" محمد یار صاحب اعظم گڈھ ۹ر

" میاں محمد صاحب ریشم گر پشاور ۵ر

" شیخ عبد الرؤف صاحب رئیس مؤتمہ الہ آباد ...... عہ

" شیخ رافت اللہ صاحب رئیس گورکھپور ......

جولائی

جناب کرم الٰہی صاحب احمدی پشاور ۵ر

" سیکرٹری صاحب جولیا ۱۰ر

جناب فریدخان صاحب بوشانر ۸ر

جناب بشیر الدین صاحب ٹانک ...... عہر

ہکٹ فرلیندہ اسم نامعلوم ......

جناب محمد اسلم خان صاحب سرخان جیل (مردان) ۱۰ر

" خواجہ صاحب رجسٹری بیمہ از ایبٹ آباد

جناب وٹیم تاجدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ڈھون ......

" ناظر محسن صاحب ......

" ایم عبد القادر خان صاحب ......

" عبد الصمد صاحب سوداگر ......

[illegible] معلوم الاسم ......

[illegible]

دی منوٹیم صاحب ......

جناب ایم یوسف صاحب ۱۴ر

نیاز ایے ۱۴ر

جناب نذر محمد صاحب احمد ......

" تاجدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ڈھون ۵ر

" واعظ الحسن صاحب ۸ر

" زین الدین صاحب ۵ر
" محمد دین صاحب ۵ر } بمبئی
" اسماعیل آدم صاحب ۱ر

" محمد فیروز الدین صاحب انسپکٹر سکولز حیدرآباد دکن ۱۱ر

" سیف اللہ خان صاحب ...... عہر

" احمد حسین صاحب نرہٹ ٹانک ۸ر

" عبد الرحیم صاحب ......

" محمد عبد اللطیف صاحب ۸ر

" احمد حسین صاحب ...... عہر

" اسٹ بوایرو ۳ر

" پیرخان محمد خان صاحب ...... للعہ

" شمس الدین صاحب ......

ستمبر قیمت کتب معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۱۱ر

جناب حکیم غلام محی الدین صاحب ......

" سید منیر احمد صاحب جونپور ...... عہر

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کے لیئے
جناب احمد حسین صاحب گرائی معرفت ......

جناب احمد حسین صاحب نرہٹ ۱۱ر

" مسعود حسین صاحب میرٹھ ......

[illegible] محمد اللہ صاحب ... قیمت کتب ۱۴ر

[illegible]

جناب امیر حسن صاحب پٹنہ ۸ ر
" مولوی محمد یعقوب صاحب
" خواجہ بشیر الدین صاحب عہ ر

....

جناب حبیب النبی صاحب کلکتہ ۱۴ ر
جناب محمد شفیع صاحب قانونگو بذریعہ محمد زکریا صاحب
مسٹر تاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۵
جناب محمد اصغر صاحب وکیل کیمبل پور ۵
جناب عبد الحمید صاحب پشاور ۸ ر
جناب سید احمد حسین صاحب گیا ۱۴ ر
جناب خواجہ بشیر الدین صاحب عہ ر
معلوم الاسم قیمت کھال از حیدر آباد ۵
جناب محمد صغیر صاحب ۶ ر
جناب محمد منظور الٰہی صاحب لاہور احمدیہ بلڈنگس
بابت ام الالسنہ
جناب سیف الرحمٰن صاحب پشاور ۶ ر
جناب الف دین صاحب وکیل کیمبل پور
بنت صفدر جنگ صاحب امرت سر
محمد اسماعیل صاحب ۳ ر
جناب مولوی عزیز بخش صاحب ۱۴
" عبد الرحیم صاحب پشاور ۱۴ ر
" محمد یٰسین صاحب مظفر گڈھ ۱۵ ر
" محمد احمد صاحب کانپور ۳ ر
" محمد حامد اللہ صاحب دہلی ۱۴ ر
" فضل الرحمٰن صاحب کانپور ۱۳ ر
" امتیاز علی صاحب فیض آباد ۱۴ ر

جناب عبد المجید صاحب کانپور قیمت کتب ۱۴ ر
" ایم عبد الکریم صاحب پنڈی
" محمد ضامن علی صاحب لکھنؤ
" مسٹر سیگو
" نصرت علی صاحب لکھنؤ قیمت کتب ۱۴ ر
" عبد الرؤف صاحب " ۱۵ ر
" احسان اللہ صاحب بٹالہ " ۱۲ ر
" شمس الدین صاحب جونپور " ۱۲ ر
" ولی محمد صاحب بنارس " ۱۰ ر
" محمد خالق صاحب فیض آباد " ۱۴ ر
" رحیم بخش صاحب " ۱۴ ر
" شیخ امیر الدین صاحب " ۱۴ ر
" محمد شفیع صاحب " ۱۲ ر
" محمد زکریا صاحب مہاراج گنج " ۱۲ ر
" نظام الدین صاحب جونپور " ۱۰ ر
" عثمان احمد صاحب " ۱۲ ر
" محمد حفیظ اللہ صاحب بنارس " ۱۴ ر
" محمد دستگیر صاحب میسور " ۱۵ ر
" عزیز الدین صاحب مدراس "
" بابو عبد الرحمٰن صاحب ادونی " ۱۲ ر
" محمد حسین صاحب مدراس " ۱۰ ر
" محمد نصیر اللہ صاحب " ۱۴ ر
" شمس الدین صاحب بنارس " ۱۵ ر
" ایم ایم ڈاکٹر خان صاحب ڈیرہ
" محمد بادشاہ صاحب مدراس ۱۳ ر
جناب ایم حفیظ اللہ صاحب کلکتہ

جناب عبدالہادی صاحب عہ ۹
جناب سید غلام مصطفےٰ صاحب علیگڑھ قیمت کتب سے ۴ر
جناب محمد شفیق صاحب مرہونہ عہ
جناب مدیع الزمان صاحب غازیپور " عہ ۹
" فخرالدین صاحب قلعہ بدنی " عہ ۹
" ایڈیٹر صاحب الفاروق " ۱۲
" محمد اسماعیل صاحب فیض آباد " عہ ۱۴
" ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کیمل پور " عہ ۹
" شیخ احمد صاحب پنڈی " عہ ۱۴
" ٹکٹ بابت کتب " ۵ر
" غلام حسین صاحب شہہ شاہ " عہ ۹
" بیگم صاحبہ صفدر علی صاحب " عہ ۱۲ر
" شیر محمد صاحب موگا " عہ ۱۴
" آنریری سیکرٹری احمد نگر " عہ
" بی دستگیر میسور " عہ ۹ر
قیمت کتب مختلفہ " ۱۱ر
قیمت کتب معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۱۰ر
جناب عبدالقادر صاحب دھلی " عہ ۱۲ر
جناب غلام جعفر خانصاحب " عہ ۸ر
" خلیفہ محمد صادق صاحب رائے پور " عہ
" محمد حامد صاحب حمرسنت پشاور " عہ ۱۴
" نوب محمد صاحب سلطان پور " عہ ۱۴ر
" نصر والی کلکتہ " عہ ۱۰ر
" امیر حسین صاحب گیا " عہ ۱۵
چندہ جو حکیم فضل خانصاحب کی وساطت سے
وصول ہوا مفصل ذیل میں درج ہے :-

جناب سید بشیرالدین صاحب چیئرمین میونسپل کمیٹی دہلی عہ
" شیخ عزیزالدین صاحب پراچہ دہلی عہ
" خواجہ احمد صاحب " عہ
" حاجی عبدالغفور صاحب " عہ
" فضل باز خانصاحب ناظم " عہ
" حافظ محمد اسحاق صاحب " عہ
" محمد حیات صاحب ہدالو " عہ ۷ر
" ٹکٹ جناب محمد اعظم صاحب " عہ ۴ر
" عبدالکریم صاحب پورنیہ " عہ ۴ر
" عبدالاحد صاحب نمانی پور قیمت کتب عہ ۶ر
" غلام اکبر صاحب حیدرآباد قیمت کتب عہ ۱۴ر
" منیجر صاحب نور الاسلام " عہ ۲
" عبدالخلیل صاحب آگرہ " عہ ۴ر
" غلام محمد صاحب " عہ
" محمد محسن صاحب حیدرآباد " عہ ۹ر
" شکر اللہ صاحب فیض آباد " عہ ۱۴ر
" محمد حسین صاحب علیگڑھ " عہ
" برکت اللہ صاحب ڈلہوزی " عہ ۸ر
" سلیمان بیگ صاحب " عہ
" عبداللہ خان صاحب سرگودہ " عہ ۱۴ر
" محمد شفیع صاحب فیض آباد " عہ ۱۴ر
" امیر احمد صاحب محلہ گورہ " عہ
" مولوی مومن حسین صاحب حیدرآباد " عہ ۱۴ر
" روشن من اللہ صاحب " عہ ۴ر
" نادر یار شاہ صاحب " عہ
" حبیب اللہ صاحب " ۱۴

جناب عبدالقادر صاحب مسوری ..... ۱۰/۔
" عبدالمحمود صاحب بنگال قیمت کتب ۳/۔
" شاہ محمد صاحب " ۹/۔
" میر حسن صاحب تمکور ۹/۔
" بشیر احمد الدین صاحب احمد علیگڈھ " عہ
" ایم جان صاحب۔ پنڈی " ۱۵/۔
" محمد یعقوب صاحب مراد آباد " ۱۴/۔
" عبدالمجید صاحب بمدود کنگ ۵/۔
" تاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ڈھون ...اللہ

جناب محمد رافت اللہ صاحب گورکھپور ...
" محمد خریف صاحب قیمت کتب ۱۱/۔
" واپسی رقم " ۱۴/۔
جناب سید عبدالعزیز صاحب بنگلور ۱۴/۔
" فضل الرحمن صاحب " ...
" نور محمد صاحب۔ کولمبو " ۱۴/۔

سہ خرچ از انجمن جونپور ... از انجمن ... از انجمن پرتاپگڈھ ... از انجمن فرخ آباد ... میزان ... بقلم خواجہ عبدالغنی منیجر و سیکرٹری اسلامیہ

یہ فہرست اس امداد کی ہے جو اسلام سے درد رکھنے والے اصحاب نے اس مشن کی جو امداد حیدرآباد کے بعض اصحاب نے کی وہ اگلے صفحہ پر درج ہے ہر دو امداد میں کثرت سے وہ رقوم ہیں جو خالص صفت اشاعت ریویو کے لیئے مجھے موصول ہوئیں۔ میرے نزدیک نصف اور پیسے کے درمیان رقمیں اسلامک ریویو کی ہیں۔ جیسے کہ رجسٹر آمد سے اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سال میں دیگر اخراجات وغیرہ بڑھتے دیکھکر ہر ایک قسم کی امداد کو ایک جگہہ فہرستہا مندرجہ میں جمع کرا دیا ہے۔ اور بقیہ کو قیمت خریداری رسالجات میں رکھا ہے ہاں زر امداد میں سے بعض کتب کی قیمت ڈیڑھ صد روپیہ کے قریب اور صرف اس قدر رسالجات اردو انگریزی کی قیمت منہا کرکے جو بعض معطی صاحبان کی خدمت میں جاتے ہیں۔ اور جو چھ سات صد روپیہ ہوگی باقی کل کی کل آمد زر امداد میں دکھلا دی ہے اور جو چودہ ہزار سے اوپر ہوتی ہے۔ ہاں میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اگر رسالجات کی آمد و خرچ کا حساب الگ الگ کیا جاوے۔ اور منافع نکالا جاوے تو پھر یہ آسانی سے نظر آسکتا ہے کہ چار پانچ ہزار کے درمیان رقم اس مشن کو انگریزی اردو رسالہ کے فنڈ سے ملی ہے۔ اور اس امر کے لیئے میں خدا تعالیٰ کا ہی لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا کرنے کی توفیق دی اور میں نہایت عجز و الحاح سے جناب باری میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آیندہ بھی مجھے ایسا کرنیکی توفیق دے کہ میں ان رسالجات کے منافع کو اس کام پر لگا دیا کروں اور خدا وہ دن بھی جلد لاوے کہ میں ان رسالجات کی ایڈیٹری کا بھی معاوضہ نہ لوں اور ان کی کل کی کل آمد اس مشن کی نذر کروں۔ آمین

فہرست زر امداد از حیدرآباد دکن

بہ سکۂ انگریزی

نام	رقم
عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر ...	تین ہزار روپے
عالیجناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر	[illegible]
عالیجناب نواب فیاض الدولہ صاحب بہادر	[illegible]
عالیجناب مسٹر حیدری صاحب	[illegible]
محل نواب ممتاز یار الدولہ بہادر	[illegible]
عالیجنابہ مسز الماس لطیفی صاحبہ	[illegible]
میاں صلاح الدین صاحب عزیز نواب حاکم الدولہ صاحب بہادر مرحوم ...	[illegible]
جناب میر عظمت اللہ شاہ صاحب	[illegible]
جناب کپتان فرحت علی صاحب	[illegible]
״ ״ عنایت علی صاحب	[illegible]
جنابہ مس نصیر الدین تیموری صاحبہ	[illegible]
جناب سید معظم علی صاحب	[illegible]
جناب مولوی حمید الدین صاحب	[illegible]
جناب محمد اکرام حسین صاحب	[illegible]
جناب مولوی غازی الدین صاحب	[illegible]
عالیجناب مسٹر حیدری صاحب منجانب مسز حیدری صاحبہ	[illegible]
نواب عزیز جنگ بہادر	[illegible]
مسٹر نصر اللہ خان صاحب	[illegible]
نظام کلب* بار سوم	[illegible]

*تفصیل بسکۂ حالی جو دفتر کلب سے آئی وہ حسب ذیل ہے:

نام	رقم
مولوی عبد الباقر صاحب	[illegible]
نواب عزیز یار جنگ بہادر	[illegible]

بہ سکۂ حالی

نام	رقم
از نظام کلب* بار اول	[illegible]
جنابہ مسز سید محمود صاحبہ	[illegible]
جنابہ مسز نواب عماد الملک بہادر	[illegible]
انجمن خواتین اسلام بلدہ حیدرآباد	[illegible]
عالیجناب نواب بشیر جنگ بہادر	[illegible]
معرفت جناب ڈاکٹر فقیہ الدین صاحب	[illegible]
جناب ہاشم معز الدین صاحب	[illegible]
عالیجناب نواب بہرام الدولہ بہادر	[illegible]
از معلوم الاسم صاحب بہ اسٹیشن پربھنی	[illegible]
سیٹھ محمد موسیٰ صاحب سکندرآباد	[illegible]
جناب مولوی عبد العلی صاحب وکیل بابت صوت	[illegible]
جناب غازی الدین احمد صاحب	[illegible]
جناب شجاع الدین طیب جی صاحب	[illegible]
از نظام کلب بار دوم ... بہ تفصیل ذیل:-	[illegible]
نواب میر محمد علی صاحب بہادر	[illegible]
نواب مہر الدولہ صاحب بہادر	[illegible]
مولوی غلام محمد صاحب	[illegible]
نواب میر خورشید علی صاحب	[illegible]
جناب محمد عبد الجبار صاحب	[illegible]
نواب اسحاق جنگ صاحب	[illegible]

میزان ۳۱۸۰ ... جو بحساب ... فی صدی بٹاون - برابر ہوئے بہ سکۂ انگریزی ۲۶۵ ...

*اس کی تفصیل دفتر کلب سے دریافت کی گئی ہے جو آنے پر درج رسالہ کی جاوے گی +

نواب مرزا خرم علی صاحب	عــہ
مولوی میر احمد علی صاحب	ما ر
مولوی حامد حسین صاحب	عــہ
ڈاکٹر عبدالحی صاحب	عــہ
مولوی غلام محمد صاحب تعلقہ دار	عــہ
مولوی قاسم الدین صاحب	عــہ
مولوی غلام محی الدین صاحب	عــہ
نواب سردار یار جنگ بہادر	مہ
نواب نظر جنگ بہادر	عہ
مولوی غلام قادر صاحب گرامی	عــہ
مولوی سید احمد صاحب محاسب صدر	عــہ
میزان للعا رعہ بہ سکہ انگریزی	سار للعہ
بہ تفصیل ذیل:- منی آرڈر	سار للعہ
فیس منی آرڈر	۸ ر
بہ قبضہ کلرک	۵ ر

کلرک مذکور سے اور چندہ بھی ۱۹۱۶ء میں وصول ہوا جو اس حساب ۱۹۱۵ء میں شامل نہیں کیا لیکن اس کی تفصیل بیان دیجاتی ہے۔

بار چہارم بماہ فروری ۱۹۱۶ء بہ سکہ انگریزی مار عہ بہ تفصیل ذیل:-

مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی	ما ر
مولوی میر فیض الرحمن صاحب بلگرامی	عــہ
مولوی سید محمد محسن صاحب ”	عــہ
مولوی ابو محمد صاحب	عــہ
مولوی خواجہ شجاعت اللہ صاحب	عــہ
بحث ار بار سوم میزان	ما ر عہ
جو بہ سکہ انگریزی	ما ر عہ
منی آرڈر	ما ر عہ
فیس منی آرڈر	۱۰ ر
بہ قبضہ کلرک	۴ ر

رقم حیدرآباد میں سے صرف اُن رسالجات اردو انگریزی کی قیمت جو بعض عطا کنندگان امداد کے نام جاتے ہیں اور اس فہرست میں بعض اصحاب کی تو قیمت رسالہ ہی ہے۔ منہا کرکے باقی کل رقم نقشہ بالا میں بمد امداد حیدرآباد دکھلادی ہے۔ عالیجناب مہاراجہ سر کرشن صاحب بہادر نے علاوہ مالی امداد مشن کے ایک بیش بہا خلعت میری ذات کے لیے بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزا خیر دے اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی طرف سے علاوہ اُن اشفاق کریمانہ و مراحم خسروانہ کے جو اُنھوں نے میرے قیام حیدرآباد میں مجھ پر مبذول فرمائی۔ اُنھوں نے ایک ہزار روپیہ کلدار بطور زاد سفر مجھے عنایت فرمایا۔ آپ نے خاص محل شاہی میں اپنے حضور میرا لکچر کرایا۔ اور لکچر سن کر اظہار خوشنودی میں دوصد روپیہ کلدار ماہواری کا منصب میرے لیئے منظور فرمایا۔ جو تاریخ لکچر سے جاری ہوا۔ اور اس کا عملدرآمد ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ اس موقعہ پر میں حضور و صاحبزادگان حیدرآباد کا خاص طور پر شکرگذار ہوں۔ مجھے وہاں کے اصحاب میں ایک خاص زندگی ایک خاص محبت اسلام ایک خاص خلوص قومی و عزم نظر آیا۔ میں نے وہاں کی بعض خواتین کو اور علاقوں کے نو فرقہ ذکور سے بھتر پایا۔ ہر ایک وضیع و شریف نے میری ساتھ جو سلوک کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی اُن کو دے۔ آمین ثم آمین +

کوئی طریق مراعات بزرگان حیدرآباد نے میرے ساتھ نہیں چھوڑا۔ امداد کی رو سے بھی کل فی گمر مسلم برادران ہند کے مقابل صرف ایک بلدہ حیدرآباد کے مسلمانوں نے نہایت دریادلی سے اس مسلم مشن کی امداد کی۔ اگر ایک اس بلدہ کے بزرگ اس طرف توجہ کرلیں تو ووکنگ مشن بہت حد تک مالی مشکلات سے بچ جاتا ہے۔

مجھے اخیر میں علی الخصوص مسز سروجنی نائڈو کا اس لیئے شکریہ ادا کرنا ہے۔ کہ آپ نے ایک غیر مسلم کی حیثیت میں میرے ساتھ ایک مسلمہ کا سا سلوک کیا۔ میرا کوئی ہی لیکچر ہوگا جس میں آپ موجود نہ تھیں۔ میرے مشن سے آپ کو ازحد دلچسپی ہے۔ آپ نے اسکی مالی امداد کا بھی بوجہ احسن انتظام کیا۔ یہ آپ کی ہی تجویز تھی کہ ایک تھیٹر میں بذریعہ ٹکٹ کے میرا لیکچر ہوا جو ازحد کامیاب ہوا۔ اس کی آمد جمع ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں بذریعہ نواب صدیو جنگ بہادر مجھے ملی جو ۱۹۱۶ء کے حساب میں درج کی گئی +

حضرت مسیحؑ کا مذہب کیا تھا۔

عہد جدید میں بعض ایسی عبارتیں ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا مذہب صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میں یوحنا باب ۱۷ کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جہاں اس مقدس معلم کے سخت اضطراب اور گہرے اندیشہ کا ذکر ہے جو آپ کو ایسے خطرناک دکھ اور مصیبت کے وارد ہونے پر لاحق ہوا۔ جناب مسیحؑ کو اپنی سلامتی کے اندیشہ سے اپنی مشن کے صحیح مفہوم کا فکر کسطرح کم نہ تھا۔ چنانچہ دیگر انبیاء کی طرح آپ نے بھی دین کی بنیاد کو تمام چیزوں پر مقدم رکھا جب موت آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اس وقت آپ کے دل و دماغ میں کس چیز کا غلبہ تھا۔ ہاں اسی دین حقہ کا جس کی اشاعت کے واسطے آپ مامور کیئے گئے تھے۔ وہ تعلیم با صداقت ہے جسے آپ نے اپنی گرفتاری کے وقت اعلان فرمایا" اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"۔ ملاحظہ ہو یوحنا

کی انجیل باب ۱۷ آیت ۳ +

یہی ایک سچی تعلیم تھی اور یہی جناب مسیح علیہ السلام کا دین تھا۔ یہ آپ کو یقین تھا اور اسی کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی خدا تعالیٰ کے سچے تصور کا نام ہے اور اسی سے اعمال صالح کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے "واحد سچے خدا کے علم" کو "ہمیشہ کی زندگی" سے مطابقت دی ہے۔ کیونکہ اول الذکر موخرالذکر کے لیے لازمی ہے۔ الغرض مسئلہ توحید باریتعالیٰ پر آپ نے سخت زور دیا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی یعنی اس دنیا اور آیندہ کی راحت و آرام کی زندگی کی طرح کی ایک آرزو ہوتی ہے۔ اور اس وقت جب جناب مسیح نے یہ سمجھا کہ اب میرا وقت قریب آگیا تو آپ نے اپنے لوگوں کو واضح طور سے بتلادیا کہ کسطرح ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوسکتی ہے۔ آپ نے صاف اور بین الفاظ میں بتلایا کہ اکیلے سچے خدا پر ایمان رکھنا چاہیئے۔

اُسی باب کی سترھویں آیت میں مذکور ہے۔ "انھیں اپنی سچائی سے پاک کر۔ تیرا کلام سچائی ہے" پھر چھبیسویں آیت میں اس طرح آیا ہے " اور میںنے تیرا نام اُن پر ظاہر کیا۔ اور ظاہر کرونگا تاکہ وہ پیار جس سے تونے مجھسے پیار کیا ہے ان میں ہو اور میں اُن میں ہوں چھٹی آیت میں بھی لکھا ہے کہ "میںنے تیرے نام کو ان آدمیوں پر ظاہر کیا ہے" متی اور لوقا نے بھی اسی تعلیم کو جناب مسیح علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سوال پر کہ "اے اُستاد شرع میں بڑا حکم کون ہے" مندرجہ ذیل اہم جواب دیا گیا ہے۔

"یسوع نے اُس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر۔ پہلا اور بڑا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اُس کے مانند ہے۔ کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو۔ انھیں دو احکام پر ساری شرع اور سب انبیاء کی باتیں موقوف ہیں" (متی باب ۲۲ آیت ۳۷ تا ۴۰) +

یہ تعلیم جو صاف اور پُر زور الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ ہمہ اقسام کے مشرکانہ خیالات اور مسئلہ تثلیث کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اگر ہم واحد خدا کی اپنی ساری دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے عبادت کریں تو پھر کسی دوسرے معبود کی گنجائش نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں صداقت قطعی اور دائم ہے۔ ان تمام انبیاء نے صداقت کے علاوہ کچھ بھی تعلیم نہیں کی۔ اب

اس امر سے کہ جناب مسیح کی وہی تعلیمات تھیں جو دیگر انبیاء نے دیں۔ آپ کی مشن کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ جو طرز ذیل آپ نے اختیار کی۔ اُس سے صرف یہی ثابت کرنا مقصود نہ تھا۔ کہ جملہ انبیاء کی بعثت کا مدعا توحید الٰہی تھا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی بتلانا چاہا کہ بقول یہود آپ مکار نہ تھے بلکہ آپ ایک سچے رسول تھے۔ خدا تعالےٰ کی توحید کا اعلان کرنے کے بعد جناب مسیح نے اپنے نام کے ساتھ الفاظ "جسے تو نے بھیجا" زیادہ کئے تاکہ پیرووں کو یہ معلوم ہو کہ آپ خدا تعالیٰ کے ایک رسول تھے نہ معبود۔ ہندوستان میں کرشن اور رامچندر خدا مانے جاتے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے۔ بدھ بھی ایک معصوم ذات سمجھا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے جناب مسیح کے پیرووں نے بھی آپ کی آخری ہدایات کو ترک کر کے آپ کو معبود بنا لیا۔ اُنکے اس فعل پر آپکی روح کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ہدایات کا اعلان کرنے کے لئے کہ میں خدا کا ایک رسول ہوں۔ کس قدر تکلیفیں اور مصائب برداشت کئے۔ بہرحال جو کچھ پیرو کر رہے ہیں آپ اُس سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیدیا۔ غالباً آپکو پہلے سے یہ گمان تھا۔ کہ آپ کے پیرو اصلیت سے دور جا پڑیں گے۔ کیونکہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے "جب تک کہ میں اُن کے ساتھ دنیا میں تھا۔ تب تک میں نے تیرے نام سے ان کی حفاظت کی" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۲)۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو خوش کرنے کا اب صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو تعلیم آپ نے دی اُس پر ایمان قائم ہو۔ چنانچہ یوحنا باب ۱۷ آیت ۳ میں مرقوم ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اسکے ایک رسول ہیں۔

اسی قسم کی تعلیم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آنحضرت صلعم نے غلطی ہو جانے کی کوئی بھی گنجائش نہیں رکھی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام کا جوہر رکھ دیا۔ جسے روزمرہ ایک مسلم بچہ۔ مرد۔ عورت۔ اعلیٰ ادنےٰ۔ مشرقی مغربی ورد کرتا رہتا ہے۔ اور یہ کلمہ ہمیشہ یاد دلاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی پرستش ہرگز نہ کی جائے۔ بلکہ آپ کو خدا تعالےٰ کا رسول سمجھنا چاہیئے اور صرف واحد خدا کی عبادت کرنی چاہیئے جس کی تعلیم صرف آنحضرت صلعم ہی نے نہیں دی بلکہ تمام انبیاء نے دی۔

اُجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاوے گا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہار درج کرانے کا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا +

مینجر رسالہ

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ چوتھائی	عہ/	عگر/	للعہ/	الہ/
نصف	عنہ/	صہ/	معہ/	صہ ۱۵
پورا	للعہ/	عہ ۱۱	مہ ۱۸	سنہ ۳۰

نوٹ:- باقی امورات خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

النبوۃ فی الاسلام

فاضل اجل حضرت قبلہ مولوی محمد علیؓ صاحب ایم۔ اے کے لاجواب تصنیف جس میں آپ نے نہ صرف احمدی جماعت کے حصہ خیال کی اصلاح فرمانے کی طرف توجہ کی ہے۔ بلکہ اس لاجواب کتاب میں اعلےٰ سے اعلےٰ اصول اور دلائل قائم کرکے عقلیہ رنگ میں ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم پر نبوت کا دروازہ ختم ہوگیا۔ یہ کتاب فریق بحث کے علاوہ ان غیر مسلموں کا بھی قیمتی جواب اپنے اندر رکھتی ہے جو ختم نبوت پر عقلیہ اعتراض کرتے ہیں۔ چھ سو صفحہ کے قریب یہ کتاب ہے جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے .... (عہ)

ووکنگ مشن فنڈ بڑھانیکی ایک آسان تجویز

اسلامک ریویو کے گذشتہ سالہائے کے پرچے ہم نے اس لیئے نصف قیمت پر کر دیئے ہیں کہ ان کی قیمت کو ووکنگ مشن کے اخراجات پر لگایا جاوے۔ اسلامک ریویو کے پہلے دو سال کے پرچے قیمت فیجلد ع؎ اس لیئے بھی خریدنے کے قابل ہیں کہ ان پرچوں سیاہ ظلمت اور شب دیجور تاریکی میں بجلی کا کام کیا۔ ایسے وقت جب اسلام کے چہرہ پر افترا۔ غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اسلامک ریویو نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھوں میں چکاچوند کردی +

مکمل جلد اسلامک ریویو ۱۹۱۵ء کی قیمت ؏ جو اصلی قیمت سے نصف ہے۔ اور اردو پرچہ ۱۹۱۵ء کی مکمل جلد قیمت عگ + ان پرچوں کو خریدنا ہی بہترین کار ثواب ہے +



پتہ

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور

بواسیر کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ اور اس کا علاج

بواسیر سات قسم کی ہوتی ہے جس کے باعتبار صورت مختلف نام ہیں

کون قسم بواسیر اچھا ہے اور کون بڑا؟

یاد رکھئے کہ جو مسے پچھلی طرف پاخانہ کے : ائیں ملیں ہوں وہ کم تکلیف دیتے ہیں اور جو مسے اگلی طرف ہوں یعنی عضو تناسل کے نیچے ہوں۔ وہ خراب قسم ہے کیونکہ درد سے پیشاب میں سوزش ہو جایا کرتی ہے اور پیشاب رک رک کر آیا کرتا ہے

جو لوگ صرف مسوں کو کٹوا کر خوش ہوتے ہیں کہ

کہ بواسیر سے عمر بھر کے لئے بچ جائیں گے وہ غلطی پر ہیں جب تک کہ اندرونی علاج پر زور دے کر اعضاء کی اصلاح نہ کی جائے یہ مرض جڑ سے نہیں جائے گا۔

پس اگر آپ بواسیر سے نجات چاہتے ہیں تو باصول علاج

کریں جو تشریح کے مطابق ہے اور علم طب سے جس کے مفید ہونے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

عمل و فیصلہ بواسیر اور اس کے عوارض سے بچنے کی تدبیر

یہ ہے کہ :- (۱) دائمی قبض کو دور کیا جائے (۲) جگر کے فعل کو درست کیا جائے (۳) معدہ کی خرابی سے جو فتور جگر و ہاضمہ میں ہو گیا ہو اس کی اصلاح کی جائے (۴) امعاء کے فعل کو جذب اور اس کی حرکت دودی کو درست بنایا جائے (۵) خراش امعاء اور رکاوٹ امعاء کی درستی (۶) ان دواؤں اور غذاؤں سے اجتناب کیا جائے جن کا اثر امعاء میں خراش پیدا کیا کرتا ہے مثلاً گرم مصالحہ۔ بینگن۔ کریلا۔ سنا مکی (۷) اجتماع خون سے جو غدود و ریدین مجتمع ہو کر رستہ میں حارج ہیں ان کی رکاوٹ دور کی جائے اور وہ تحلیل ہو جاویں (۸) پاخانہ نرم آنے کی کوشش کی جائے کیونکہ سخت شدہ امعاء میں خراش کرتا ہے۔

بواسیر کا علاج جلد کرنا چاہیئے کیونکہ یہ پیچیدہ مرض ہے

ورنہ بہت سی بیماریاں حاضر ہونے کو تیار ہونگی اول تو جگہ شرمناک ہے اگر مرض زیادہ بڑھ گیا تو پھر لوگوں کو چوتڑ دکھاتے پھرنا کیسا قبیح امر ہے۔ دوم اس حصہ کا مرض اس لئے خراب ہوتا ہے کہ گزرگاہ فضلات ہے۔ سوم یہ حصہ شدید الحس ہے۔ چہارم یاد رہے کہ امعاء کی خرابی سے ۱۲ عارضے پیدا ہوتے ہیں (۱) بواسیر (۲) ریح البواسیر (۳) کثر البواسیر (۴) ناسور (۵) ورم معدہ (۶) شقاق (۷) استرخاء مقعد (۸) خروج مقعد (۹) سکر مقعد (۱۰) قروح مقعد (۱۱) مقعد مثقوب (۱۲) نزف الدم۔ پس اگر آپ ان سب سے نجات چاہتے ہیں تو حکیم حاذق کا علاج کرائے۔

بواسیر میں اکثر وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو عیش و عشرت

کی زندگی بسر کرتے ہیں غذا کھا کر جماع کرنا۔ چھوٹی عمر کی بداعمالیاں۔ بلاضرورت مسہل لیتے رہنا چورن کثرت سے کھانا۔ غذا کھا کر بیٹھ کر کام کرنا۔ اور جو مرغن غذا مثل پلاؤ، گوشت، قورمہ کھا کر ریاضت نہیں کرتے ملک سندھ میں بوجہ کثرت یبوست و خرابی خون اسکے موئد و محرک ہیں **علامات** مندرجہ بطور پیشگوئی بواسیری کا چہرہ مخصوص رنگ کا ہوتا ہے۔ یعنی زردی مائل بہ سبزی۔ مقعد میں بوجھ۔ کبھی درد کبھی خارش۔ اور خونی میں خون دودھ کی دھار کی طرح آنا۔ براز کے ساتھ ملا ہوا نہ آنا۔

بے علم لوگوں کے علاج سے بچو اور ہماری حب دافع بواسیر

فوراً منگا کر استعمال کرو۔ ان گولیوں سے بواسیر خونی و ریحی و بادی آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہے مسوں کی میس درد جلن۔ پانی نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ قیمت دو روپے۔ مسوں پر لگانے کی دوا جس سے درد۔ سوزش۔ ورم۔ خارش دور ہوتی ہے قیمت فی پڑیہ آٹھ آنہ۔

حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکما موچی دروازہ لاہور

ص

معاونین اشاعت اسلام توجہ فرماویں

آج جنگ کے باعث تمام اور چیزیں گراں ہو گئی ہیں۔ وہاں کاغذ کی قیمت آگے سے ڈیوڑھی سے بھی زیادہ ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اب کیا کریں۔ قیمت رسالہ بڑھا نہیں سکتے اور جس کاغذ پر خود رسالہ پچھلے سال رسالہ چھپتا رہا ہے اس کی گنجائش نہیں۔ بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ کاغذ سابق کے قریب قریب ہی لگایا جاوے۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ کاغذ دن بدن قیمت میں گراں ہوتا جاتا ہے۔ اور موجودہ حالات کے باعث گنجائش نہیں رہتی۔ ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ رسالہ کی قیمت بڑھا دیں۔ ہاں معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے متعلقین میں اس رسالہ کی اشاعت بڑھانے کا انتظام فرماویں۔ اگر خریداری اس کی بڑھ جاوے تو یہ اس کمی کاغذ کے نقص بھی آسانی سے دور ہو سکتے ہیں۔

خرید کتب اور اشاعت اسلام کی اعانت

اشاعت اسلام بک ڈپو کی کتب آپ خرید کر صرف ایک بہترین مذہبی لٹریچر ہی حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ آپ اشاعت اسلام کی بھی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کتب کا منافع اشاعت اسلام پر ہی خرچ ہوتا ہے۔

المشتہر

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور احمدیہ بلڈنگس

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

اردو ترجمہ اسلامک ریویو لنڈن۔

معروف بہ

جلد (۲) نمبر (۹)

اشاعت اسلام

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین — مولوی صدر الدین

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری ہوں کیونکہ انھیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی (دو ہزار) اشاعت خریدار ووکنگ مشن کے ½ خرچ کی (ذمہ وار ہو سکتی ہے۔)

قیمت سالانہ تین روپے (۳)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء۔

اشاعت اسلام بک ڈپو

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری	دیگر مختلف تصنیفات
خطبات ۶ بیہ زیر طبع سات خطبات قیمت فی خطبہ (۵؍)	قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اردو (۶؍)
(۱) براہین نیرہ حصہ اول المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر امام ہے۔ اردو قیمت دس آنے ... (۱۰؍)	نکات القرآن حصہ دوم 〃 〃 〃 (۶؍)
(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبین کل زبانوں کی ماں ہے۔ اردو قیمت دس آنے ...... (۱۰؍)	〃 〃 حصہ سوم 〃 〃 〃 (۸؍)
(۳) اسوۂ حسنہ۔ الموسوم بہ " زندہ اور کامل نبی " اردو۔ قیمت چار آنے .... (۴؍)	عصمت انبیاء (۸؍) غلامی 〃 〃 〃 (۴؍)
(۴) [illegible] نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت دو آنے (۲؍)	النبوۃ فی الاسلام۔ نبوت کی اصلی غرض و غایت۔ 〃 〃 〃 (۱۲؍)
مسلم پیغمبر انگریزی قیمت چار آنے ..... (۴؍)	ویسٹرن دیکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی قیمت بارہ آنے (۱۲؍)
صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام حضور نظام حیدرآباد دکن اردو (۲؍)	التوحید حصہ لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس قیمت (۱؍)
بنگال کی لجونی انگریزی اردو فی کتاب قیمت (۱؍)	طریق فلاح جنت پرستی کی بنیاد اور اس سے بچنے کی آسان راہ 〃 〃 〃 (۱؍)
مسلم مشنری کے ولایتی لکچروں کا سلسلہ اردو " (۱؍)	فلاسفی آف نوٹ حقیقۃ مشیر حسین صاحب قدوائی انگریزی ۱۲؍ Miracle of Mohd
اور تین عدد انگریزی قیمت تین آنے۔ (۳؍)	مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء انگریزی (۱۲؍)
مسلم انڈیا چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی کرشن اوتار اردو فی (۱؍)	اسلام اینڈ سوشلزم 〃 〃 〃 (۱۲؍)
اسلامک ریویو مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳۔۱۹۱۴ء	پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت ... (۱؍)
انگریزی قیمت فی جلد سنہ ۱۹۱۳ء ۶ر ۸؍ جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ر (۸؍)	حدوث مادہ مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے (۴؍)
رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء قیمت صرف ایک روپیہ .... (۱ء)	جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت تین روپے (۳؍۸)

جلد رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مکمل بابت سال ۱۹۱۵ء قیمت صرف تین روپے علاوہ محصول ڈاک (۴؍)

پتہ

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور

نوٹ: ملا۔۲۔۳۔۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقۂ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں *



AN ENGLISH MUSLIM FAMILY

From left to right: Mrs. Shareefa Begum Howell, Miss Naseema Howell, Miss Zeitoon Howell, Mr. Mohammad Aslam Howell, and Master Qasim Howell.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) بابت ماہ اگست ۱۹۱۶ء نمبر (۸)

شذرات

اس رسالہ کے ساتھ ایک انگریز نومسلم خاندان کی تصویر شایع ہوتی ہے۔ جس کے پانچ ممبر ہیں پچھلی قطار میں خود مسٹر ہاول دائیں طرف کھڑے ہیں۔ جن کا اسلامی نام محمد اشرف ہاول رکھا گیا ہے۔ ان کی بائیں جانب ان کی لڑکی مس نسیمہ ہاول کھڑی ہیں۔ اگلی قطار میں بائیں طرف مسز شریفہ بیگم ہاول بیٹھی ہوئی ہیں۔ درمیان میں ان کی دوسری لڑکی مس زیتون ہاول ہیں اور دائیں جانب ان کا لڑکا ماسٹر قاسم ہاول ہے ٭

ماہ جون میں چار نومسلموں کا اضافہ دائرۂ اخوت اسلامی میں ہوا۔ جن میں سے دو مرد اور دو خواتین ہیں۔ ان کے مختصر حالات مولانا مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد ووکنگ نے حسب ذیل ارسال کیئے ہیں۔ جن کو ہم ناظرین رسالہ کی واقفیت کے لیئے یہاں درج کرتے ہیں:۔

تین اشخاص کا مشرف باسلام ہونا۔

(۱) ایک صاحب ہمارے ابنائے وطن میں سے کئی سال سے انگلستان میں جاگزین ہیں۔

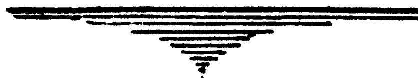
نہیں ہو جاتا۔ ایک شخص ایک گھر میں سے پہلے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے باقی ممبران خاندان کو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کیسی پاک کیسی سادہ اور کیسی آسانی سے قابل عملدرآمد ہے۔ پھر اس شخص کی نیکی دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور وہ باقی ممبران کے اسلام میں داخل ہونے کا موجب بن جاتا ہے۔ اِس سے اگر ایک طرف اسلام کی تعلیم کا کمال نظر آتا ہے کہ کس طرح محض ایک نومسلم کی اچھی زندگی دوسروں کے لیئے کشش کا موجب بن جاتی ہے تو دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نومسلم عموماً اسلام کے لیئے اپنے دلوں کے اندر درد اور محبت بھی رکھتے ہیں۔ اور ایک مسلم کا حقیقی فرض کہ جس خزانہ سے وہ خود متمتع ہوا ہے اُسے دوسروں تک بھی پہنچائے۔ بڑی خوبی سے ادا کرتے ہیں گویا ان نومسلموں کے اندر تبلیغ کی وہ روح پائی جاتی ہے جس سے صدیوں کے مسلمان بھی کثرت سے غافل نظر آتے ہیں بعض وقت گھر کی بی بی پہلے شہدائے اسلام ہو کر کسی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے داخل اسلام ہو جاتی ہیں تو آہستہ آہستہ اپنے خاوند کے لیئے موجب ہدایت بن جاتی ہیں۔ بعض وقت ایک نوجوان لڑکی اپنے ماں یا باپ یا بھائی کے لیئے موجب ہدایت بن جاتی ہے۔ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کے اندر کسی کو داخل کر لینا بڑی ہمت اور بڑے عزم کا کام ہے۔ جہاں اور کسی قسم کا لالچ نہ ہو۔ پس ان بیبیوں کی ہمتیں نہایت ہی قابل تعریف ہیں جن کی وجہ سے ان کا سارے کا سارا خاندان داخل اسلام ہو گیا ہے۔ اور جیسا کہ کسی گذشتہ اشاعت میں نوٹ کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا بعض نومسلم خاتونیں اور مرد کئی کئی لوگوں کے اسلام میں لانے کا موجب ہوئے ہیں +

کاش ان مثالوں سے ہمارے بھائی مسلمان سبق حاصل کریں۔ اگر ان میں اس قدر ہمت اور عزم نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اسلام کے اندر داخل کر سکتے ہیں۔ تو کم از کم اس قدر احکامِ الٰہی کی عزت تو اپنے دلوں میں پیدا کریں کہ اپنے اپنے دائرہ اثر میں اپنے متعلقین کے لیئے نیک نمونہ بن کر انکو اسلام کی سچی تعلیم پر قائم کریں۔ بہت سے گھروں کے اندر شرک اور بدعت کی رسوم جاری ہیں۔ حالانکہ گھر کا سردار تعلیم یافتہ بھی ہوتا ہے۔ اگر وہ تھوڑی سی کوشش بھی کرے تو بڑی آسانی سے اپنے متعلقین کو غلط راہ سے بچا سکتا ہے۔ مگر اکثر حالات میں اپنے متعلقین کے اخلاقی اور روحانی حالات کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور اُن کی جسمانی تربیت پر ہی سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے

حالانکہ جسمانی تربیت تو دُوسرے حیوانات بھی خوب کرتے ہیں۔ انسان کو ان سے بڑھ کر کچھ اپنا امتیاز دکھانا چاہیئے۔ اور اپنے اپنے گھروں کے اندر قرآن کریم کی تعلیم کو رواج دینا چاہیئے +

ہر کام میں جب کامیابی کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں تو ایک گروہ حاسدین کا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیئے قرآن کریم کی آخری دو سُورتوں میں سے سورہ فلق میں آخری آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب ایک کام جس کو تم نے شروع کیا ہے۔ ابتدائی تاریکیوں کے مرحلہ سے نکل جائے اور دشمنوں کی رخنہ اندازیوں سے بھی بچ جائے تو پھر اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم ان حاسدوں کے حسد سے بھی خدا کی پناہ مانگتے رہو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کا کام اب اس مرحلہ پر پہنچ گیا ہے کہ اُس کی کامیابی روز روشن کی طرح نظر آتی ہے۔ اور دشمنوں کی رخنہ اندازیاں بھی اُسکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ پس اب وُہ آخری مرتبہ اس کے سامنے ہے جس کی طرف من شر حاسد اذا حسد میں توجہ دلائی گئی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس مرحلہ پر بھی اس کی اسی طرح دست گیری فرمائے گا جیسے پہلے دو مرحلوں پر فرمائی ہے اور اس نازک پودہ کی جڑوں اور شاخوں کو دور دور تک پھیلائے گا +

بعض لوگ ووکنگ کے نومسلموں کی نسبت بدظنیاں پھیلانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ کسی جماعت کا اندازہ اس کے ایک فرد کی حالت سے نہیں لگایا جاتا۔ اوّل تو اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ نومسلموں سے ہم یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وُہ پہلے دن اسلام میں داخل ہوتے ہی سب مراتب کو طے کر کے کمال تعلیم اسلامی پر جا پہنچیں۔ دوسرے جہاں اب قریباً دو سو کی تعداد تک نومسلم داخل ہو چکے ہیں تو ان سب پر محض ان میں سے ایک شخص کیحالت کو پیش کر کے فتوے لگا دینا خدا ترسی سے بہت دُور ہے۔ ناظرین کے سامنے وقتاً فوقتاً ان نومسلموں کے کارنامے ان کے تبلیغی جوش۔ ان کے مضامین تائید اسلام میں۔ اسلام کے ساتھ ان کا عشق و محبت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اگر اتنے اچھے نمونوں میں ایک شخص کا عقیدہ یا عمل قابل اعتراض بھی ہو تو اُس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کس جماعت میں کمزور لوگ نہیں ہوتے +



شیرازۂ اسلام

(از پروفیسر لیون)

کسی مذہب کو لے لو جب اس کی بابت اس امر کی تحقیق کی طرف توجہ ہوگی کہ آیا وہ مذہب خدا کا فرستادہ مذہب ہے تو اُس کی بہت سی مختلف حیثیتوں کو مدِنظر رکھنا پڑے گا بعض خصوصیتیں تو ہر مذہب کا لازمہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قابل عملدرآمد ہو۔ معقول اور دیرپا ہو۔ لیکن ان کے علاوہ اسلام میں ایک خصوصیت ہے جو اسلام سے ہی مختص اور اسلام کی ذات سے ہی وابستہ ہے اور وہ اسلام کی وحدت اور اخوت ہے۔ اس خصوصیت کی اہمیت کو ہیچ ثابت کرنے کے لئے اسلام کے بعض دشمنوں نے اکثر بے فائدہ سر پٹکا کیا۔ طرح طرح کی بے بنیاد توجیہوں سے اس کو ایسے اسباب اور اثرات کی جانب منسوب کیا جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن یہ اسلام کا ایک ایسا بیّن اور امتیازی نشان ہے کہ اس پر پردہ ڈالنا کوشش بے سود اور اس کے چھپانے کی جدوجہد لاحاصل ہے۔ یہاں تک کہ اسلام کے غالی دشمنوں کو بھی آخر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بانی اسلام صلعم سیاسی حیثیت میں ایک نہایت ہی عظیم الشان انسان تھا۔ اور کہ اُس نے نہائت دُور اندیشی سے اپنے متبعین کو ایک ایسے شیرازہ میں باندھ رکھا ہے جو ہر دور زمانہ سے بے خطر ہے۔ اس شیرازہ کا ایک رشتہ وہ اسلامی اخوت ہے جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ انما المؤمنون اخوۃ کی پاکیزہ تعلیم اسلام نے پیش کی۔ اور یہ محض تعلیمی رنگ میں ہی نہیں۔ بلکہ اس کو ایسا عملی جامہ پہنایا گیا۔ کہ اس پاکیزہ اصول کی بنا پر امیر اور غریب شاہ و گدا محمود و ایاز میں ایک ایسی مساوات قائم کردی گئی جس کا احساس ہر ایک مسلمان کے سینہ میں بھرا ہوا ہے۔ گورے کالے کی تفریق ہرگز اسلام نے کسی امتیاز کی بنا نہیں رکھی۔ چاہے ہندی ہو چاہے عربی النسل ہو۔ افریقہ کا حبشی ہو یا کہ یورپ کا گوراخون جونہی کہ لا الہ الا اللہ کہکر مشرف باسلام ہوا۔ اپنے تمام امتیازات قومی سے نجات حاصل کرکے وہ اسلام کی وسیع اخوت میں داخل ہو جاتا ہے ؞

مساجد اور معابد اسلامی کی سب سے بڑی خصوصیت اس اصول کی پابندی سے وابستہ ہے یہی مقام ہیں جہاں شاہ و گدا کی جھوٹی خصوصیت کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ مسجد کے دروازہ سے

باہر چاہے کوئی شاہ ہو یا امیر۔ بڑا ہو یا چھوٹا مسجد میں داخل ہوتے ہی وہ امتیاز ٹوٹ جاتا ہے اخوت اور مساوات کی ہموار سطح پر سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ کندھے سے کندھا ملا کر وہ سب بلا تفریق و امتیاز اپنے اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس خصوصیت پر پابندی کیلئے خاص احکام دیئے گئے اور اُن پر روزمرّہ عملدرآمد ہوتا ہے +

پھر اس اصول کے قیام کے لیئے روزانہ پنجوقت صلوٰۃ بالجماعت پر اکتفا نہیں کیا۔ حکم ہوا کہ ہر جمعہ کو شہر کی جامع مسجد میں اجتماع ہو۔ اِس سے بڑھ کر عیدین کے اجتماع کی ایک اور صورت قائم کی اور پھر تمام دُنیا کے مُسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرنے کی غرض سے حکم ہوا کہ حج ہر ایک ذی حیثیت مسلمان پر جسے اور کوئی اہم اور جائز رُکاوٹ نہ ہو فرض ہے۔ کیا اجتماع پر زور ہے اور اس اجتماع کی عملی صورت پیدا کرنے کی کیا ہی آسان تجویز ہے۔ حج کا اجتماع کتنا اہم اور نتیجہ خیز اجتماع ہے۔ مختلف ممالک اور اقوام کے اجتماع سے جو عام تمدّنی فوائد اقوام کو ایک دُوسرے سے پہنچتے ہیں۔ اگر اس کو نظرانداز بھی کر دیا جاوے۔ اور محض اس کے ان اثرات پر غور کیا جاوے جو مذہبی اصولوں پر ایسے اجتماع سے لازماً ہوتا ہے تو معلوم ہوگا کہ عقائید اور اصولوں کے قیام کے لیئے اس اجتماع سے بہتر اور کوئی صورت متصوّر نہیں ہو سکتی۔ اِس سے نہ صرف ان مفاسد سے عقائید کا تنقیہ ہوتا ہے جو وقتاً فوقتاً صحیح عقائید کی تخریب کے لیئے مختلف راستوں سے داخل ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان عقائید اور اصُولوں کی ہمیشہ تجدید ہوتی ہے۔ اور اِس طرح اسلام ان خطرات سے مصؤن ہے جنھوں نے دُوسرے مذاہب کی بُنیادوں میں پانی کا کام کیا اور آخر کار مذہب کی عمارت کی تخریب اور انہدام باعث ہوئے +

اس سے ہرگز یہ گمان نہیں کر لینا چاہیئے کہ اسلام میں آزادیٔ خیال کے لیئے کوئی گنجایش نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں وسعت اور آزادی کے لیئے ایک وسیع میدان ہے۔ بُنیادی اصُولوں کو برقرار رکھنے کے بعد اسلام خود آزادی کا سبق دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ دائرۂ اسلام میں اصولاً وحدت مگر تفصیلات میں آزادی ہو لیکن ان دونوں حالتوں میں برادرانہ اور کریمانہ رنگ ہو۔ فقہا کے فروعی اختلاف سے بھی انکار نہیں۔ یہ بھی اسلام کا خاصہ اور اسلام میں رحمت کا ایک سبب ہے۔ لیکن اصولاً سب ایک۔ ایک ہی خدا۔ ایک ہی

رسول اور ایک ہی کتاب۔ وہی وحدت وہی اخوت اور وہی حبل اللہ ہے۔ جس کے اعتصام کا حکم سب پر یکسان جاری ہے *

آزمایش

ابتلا یعنی آزمائش سے ہمیشہ انسان کو ایک گونہ دلچسپی رہی ہے۔ ایسے امتحانات میں کامیابی کے مضمون پر ہر ایک قوم کی تاریخ میں کچھ نہ کچھ ذکر پایا جاتا ہے۔ ابتلا انسان کے مخفی کمالات کو ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ اس کے بغیر کسی انسان کی عظمت اور شان پر کوئی ظاہر دلیل ہی نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ تواریخ نے جن عظیم الشان انسانوں کے کمالات کا ہم پر انکشاف کیا ہے وہ تمام مصایب تکالیف اور دکھوں سے آزمائے گئے۔ اُنھوں نے بڑے بڑے مصایب دیکھے۔ اُن کا مقابلہ کیا اور بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ اور اس طرح دُنیا کی تواریخ میں اپنا نام و نشان چھوڑ گئے۔ ان کی زندگیاں اوروں کے لیئے زندہ مثالیں بن گئیں جن کی پیروی سے بہتوں کا بھلا ہوُا۔ اکثروں کو نجات ملی۔ انجیل نے بھی اپنے پیرُوان کی ہدایت کے لیئے ایک اسی قسم کی آزمائش کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ شیطان کے یسوُع کو آزمانے کا ذیل کا واقعہ انجیل میں موجود ہے:۔

تب یسوُع روح کے وسیلے۔ بیابان میں لایا گیا۔ تاکہ شیطان اُسے آزمائے۔ اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکھا ہوُا۔ تب آزمائش کرنے والے نے اُس پاس آکے کہا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھّر روٹی بن جائیں۔ اُس نے جواب میں کہا۔ لکھا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے مُونّھ سے نکلتی جیتا ہے۔ تب شیطان اُسے مقدّس شہر میں اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ وُہ تیرے لیئے اپنے فرشتوں کو فرمائے گا۔ اور وے تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لیں گے۔ ایسا نہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوّع نے اُس سے کہا یہ بھی لکھا ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔ پھر شیطان اُسے ایک بڑے اُونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی ساری بادشاہتیں

اور اُن کی شان و شوکت اُسے دکھائیں۔ اور اُس سے کہا۔ اگر تو گر کے مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔ تب یسوع نے اُسے کہا اے شیطان دُور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر۔"

اس ابتلا کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ لیکن چونکہ یہ ایک ایسی آزمائش تھی جو ایک انسان کے تخیل اور دماغی کیفیات کے علاوہ کوئی خارجی وجود نہیں رکھتی۔ اس لیئے زندگی کی حقیقی آزمائشوں پر نہ یہ کوئی روشنی ڈال سکتا ہے اور نہ کوئی اسوہ قائم کرسکتا ہے۔ یہ ایک خیالی معاملہ تھا۔ اور خیالی کیفیات چاہے اپنے اندر ایک حقیقت کو لیئے ہوئے کیوں نہ ہوں خارجی زندگی میں اُن کی چنداں اہمیت نہیں ہوتی۔ لیکن ہمارے سامنے ایک اور عظیم الشان انسان کی زندگی کے زندہ اور سچے واقعات ہیں۔ اس انسان کی زندگی مختلف حیثیتوں میں ہمارے پیش نظر ہے۔ اور ہر ایک حیثیت میں یہ زندگی انسان کے اصلی جوہر اور کمال کو احسن صورت میں ظاہر کرتی ہے۔ سالت کے ابتدائی زمانہ میں قسم قسم کی آزمائشیں ہوئیں۔ احتیاج غربت فاقہ کشی۔ جان کا خطرہ۔ رفقا کے دکھ۔ غرض کونسی جسمانی یا دماغی تکلیف نہیں ہے جو اُنھوں نے نہ دیکھی ہو۔ کون سی مصیبت ہے جس کا اُنکو مختلف اوقات میں سامنا نہ کرنا پڑا۔ لیکن وہ جوش جو اس چھاتی میں بھرا ہوا تھا ٹھنڈا نہ ہوا۔ وہ تصمیم جو اس ارادہ میں تھی ذرا کمزور نہ ہوئی۔ وہ روشنی جس سے اُن کی زندگی منور تھی ذرا مدھم نہ پڑی۔ ہر ایک نئی مصیبت نے نئی اُمنگ پھونکی۔ ہر ایک نئے دکھ نے پوشیدہ کمالات کا انکشاف کیا۔ وہ عزم و تصمیم جو اس کے ارادوں میں تھی اُس نے دشمنوں کے منہ سے تعریف کے کلمات نکالے۔ آخر کار اُن کے ارادہ کے مقابلہ میں اپنی کمزوریوں کو مشاہدہ کرکے دشمنوں نے مصالحت کا ارادہ کیا اور مداہنہ کی صورت قائم کرنے کی تجاویز میں لگ گئے۔ وہ قوم ان کی امانت دیانت کی تو ہمیشہ سے قائل تھی ہی۔ لیکن چونکہ ان کے خیالات کا دائرہ محدود تھا۔ ان کی آنکھ دور بین نہ تھی۔ ان کی خواہشات خورد و نوش۔ زناشوئی کے دائرہ سے تجاوز نہیں کرتی تھیں۔ اس لیئے ان کے اخلاق رذائل کے سوا کسی اعلےٰ نصب العین کو پیش نہ کر سکتے تھے۔ اور اسی قسم کی تحریصات اور مرغوبات کو اُنھوں نے اس حق کے شیدائی کے سامنے

پیش کرنے کی غرض سے اکابر قوم کا ایک وفد بنایا عتبہ کو ان کا سرگروہ ٹھیرایا۔ آنجناب خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے کہ یہ لوگ ان کی خدمت میں پہنچے۔ عتبہ نے جن الفاظ میں ان مرغوبات کو اُنکے سامنے پیش کیا۔ اس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہم آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ ہم اپنے اور آپ کے درمیان امن قائم کریں۔ ہم آپ کے اجداد کی اعزاز سے واقف ہیں۔ آپ خود ہم میں امین۔ دیانتدار اور بہت مشہور ہیں۔ آپ کے ذریعہ ہم لبا اوقات کشت وخون اور جنگ وجدال سے بچے۔ ہم آپ کے سامنے مصالحت کی ایک صورت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ کو دولت کی خواہش ہو تو ہم اپنا تمام اموال آپ حوالہ کر دینگے اگر کسی عورت کی خواہش ہو تو اہل عرب میں جو لڑکی پسند خاطر ہو آپ کے نکاح میں دے دینگے اگر امارت چاہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمارے بتوں کی توہین چھوڑ دیں۔ کیا آزمائش تھی؟۔ کیا مرغوبات تھے؟ کیا زندگی کا سبز باغ پیش نظر تھا؟ اور یہ سب خیال نہیں بلکہ حقیقت۔ تمام مصائب کا یک قلم خاتمہ ہو جاتا۔ تمام دکھ کافور ہو جاتے آرام سے زندگی گذرتی۔ لیکن اس سچائی کی شمع ہمیشہ کے لیئے گُل ہو جاتی جو دُنیا کی ہدایت کرنے والی تھی۔ اس سچائی کا خون ہو جاتا۔ جس کی اشاعت ان کی زندگی کا مشن تھا۔ ایک طرف یہ ظلمت دکھائی دیتی تھی دوسری طرف اہل وفد سے انکار کی صورت میں جو کچھ ظہور پذیر ہونا تھا اس کا نقشہ اُن کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ اس نازک حالت میں آپ کیا جواب دیتے ہیں ذرا تامل نہیں۔ کچھ تشویش نہیں۔ کچھ خوف نہیں۔ فوراً قرآن کی آیات پڑھ کر سُنا دیں جس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

"جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا۔ خدا نے اُن کے اعمال رائگان کر دیئے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور اس سچائی کو قبول کیا جو محمدؐ پر اتری۔ ان کے گناہوں کو ڈھانپ دیا گیا اور دین و دُنیا میں ان کی اصلاح کر دی۔ یہ اس لیئے کہ کافروں نے باطل کی اور مومنوں نے حق کی پیروی کی۔ اس طرح اللہ تعالےٰ تمثیلی رنگ میں اپنی سچائیوں کا اظہار کرتا ہے"۔

یہ آیات اُن کے سامنے پڑھ کر آنحضرت نے فرمایا۔ یہ دو راستے آپ کے سامنے ہیں۔ آپ انمیں سے

جو چاہیں انتخاب کریں یہی میرا جواب ہے۔ یہ ایک ابتلا تھا۔ اس کے نتائج کی اہمیت سے
کس کو انکار ہے۔ پھر کیا ہی عظیم الشان ہے وہ انسان جو اس امتحان میں کامیاب ہوا۔ کیا ہی
اعلےٰ نمونہ قائم کیا۔ اللھم صل علیہ وآلہ

پروفیسر ہیکل اور اسلام

(از قدوائی)

اس زمانہ کے ماہران سائنس میں ہیکل کی شخصیت سب سے بڑھکر نمایاں ہے۔ اس کی ذہانت ہر پہلو
میں اپنا کام کرتی ہے اور سائنس کی بہت سی شاخوں میں وہ مسلم طور پر ماہر ہے۔ وہ گویا ایک
دیو ہے جس کے ہزاروں سر ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اوّل درجہ کا میٹریلسٹ کہتا ہے اس کا مذہب
مونزم ہے (یعنی یہ کہ یہ کل عالم سب ایک ہی ہستی ہے) باقی سب مذاہب کی اُس نے زور سے اور عام
طور سے تردید کی ہے۔ اسلام کے متعلق اُس نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

"اسلام یا محمدی توحید۔ توحید کی سب سے آخری اور سب سے پاکیزہ صورت ہے۔ جب
نوجوان حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہموطن عربوں کی بت پرستی اور مشرکانہ رسُوم سے
اپنے اندر تنفر پایا اور انھیں عیسائیوں کے حالات کا علم ہُوا تو انھوں نے اس کے بڑے
بڑے اصول کو عام طور پر مان لیا۔ مگر مسیح میں اُن کو ایک نبی سے بڑھ کر کچھ نظر نہ آیا۔ جیسے کہ
موسےٰ بھی ایک نبی ہی تھے۔ تثلیث کے عقیدہ میں ان کو وہی کچھ معلوم ہوا جو ہر ایک آزاد
خیال کو منصفانہ نگہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ ایک بیہودہ قصہ ہے جس کو نہ ہی عقل
کے ابتدائی اصول تسلیم کرسکتے ہیں اور نہ ہی یہ ہماری مذہبی ترقی میں کچھ کام دے سکتا ہے۔ وہ
ٹھیک طور پر یہ سمجھ گئے کہ خدا کی ماں کی پرستش خالص بُت پرستی ہے۔ ایسے ہی جیسے تصویروں
یا مجسموں کی حد سے بڑھی ہوئی عزت۔ جتنا زیادہ اُنھوں نے اس پر غور کیا۔ اور جس قدر زیادہ
اُنھوں نے ذات باری کے متعلق ایک پاک خیال کی طرف جدوجہد کی اسی قدر زیادہ صفائی
سے اُن کو لا الہ الا اللہ کا یقین حاصل ہوتا چلا گیا یعنی یہ کہ ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں"
"مگر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا کے متعلق اپنے آپ کو اس قسم کے خیال سے آزاد نہ

کر سکے جس کے اندر انسانی صفات پائی جاتی ہوں۔ اُن کے نزدیک خدا بے شک اعلےٰ صفات اپنے اندر رکھنے والا۔ مگر ایک طرف موسیٰ کے خدا کی طرح خشمناک اور غضبناک۔ اور دوسری طرف مسیح کے خدا کی طرح محبت اور رحم کرنے والا پایا جاتا ہے۔ تاہم ہمیں یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ مذہب اسلام نے اپنی ساری تاریخی ترقی میں پاک توحید کے اصلی جوہر کو موسوی اور عیسائی مذاہب سے بہت بڑھ کر کمال کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ ہم آج اس بات کو اس کے خارجی حالات میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ جیسے اُن کی نماز اور وعظ میں اور ان کی مساجد کی تعمیر اور آرائش میں جب مَیں نے پہلے پہل ۱۸۷۳ء میں مشرق کو دیکھا۔ اور قاہرہ۔ سمرنا۔ بروسا اور قسطنطنیہ کی عالی شان مساجد کو دیکھا تو ان مساجد کے اندر کی سادہ اور پُر مذاق آرائش اور باہر کے بلند اور خوبصورت تعمیر نے میرے دل میں ایک سچا جذبۂ محبت پیدا کر دیا۔ یہ مساجد کیسی پُرشوکت اور کیسی بلند خیالی پیدا کرنے والی ہیں۔ بمقابلہ اکثر کیتھولک گرجاؤں کے جو اندر سے بھڑکدار تصاویر اور ملمع سازی سے پُر ہوتے ہیں۔ اور باہر سے بہت سی انسانی اور حیوانی شکلوں سے بدنما کر دیے جاتے ہیں۔ ایسا ہی قرآن کی سکھائی ہوئی طرز پر خاموش دُعائیں اور سادہ افعال عبادت بہت ہی ارفع اور اعلےٰ ہیں۔ جب ان کا مقابلہ کیتھولک عبادتوں کی بیہودہ الفاظی اور تھیئیٹر کے رنگ کے باجوں والے جلوس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

تمام وہ لوگ جنھوں نے ہیکل کی توجہ سے مطالعہ کیا ہے۔ اور جو اسلام کو جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے سمجھتے ہیں جانتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہیکل بجائے مونسٹ کہلانے کے مسلم کیوں نہیں کہلاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام درحقیقت کیا ہے۔ اس کو یہ خیال ہے کہ اسلام ایسے خدا کو پیش کرتا ہے جو انسانی صفات سے متصف ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کی تعلیم ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی صفات میں قرآن کریم فرماتا ہے لیس کمثلہ شیئ۔ اس کی مثل کی طرح بھی کوئی چیز نہیں پھر خود جو نام خدا کا قرآن میں یا زبان عربی میں پایا جاتا ہے وُہ ایک ایسا نام ہے کہ سوائے ایک خدائے واحد کی ذات کے دوسری کسی چیز پر نہیں بولا جاتا۔ یعنی اللہ جو کہ اُس کا اصلی نام ہے پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کا کوئی کفو نہیں کوئی شریک نہیں۔ کوئی ایسی ہستی نہیں جس کا مرتبہ اس کے برابر قرار دیا جاسکے۔ اس کے لیئے کوئی ہمسر نہیں۔ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں کوئی اس کے برابر کا نہیں +

یہ کہنا کہ اسلام کا خدا انسانی صفات سے متصف ہے۔ اسلام کے ابتدائی اصولوں سے ناواقفیت کا اظہار کرنا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اُن کو یہ بتایا جاتا ہے کہ خدا سننے والا۔ جاننے والا محبت کرنے والا قادر مطلق رحمان رحیم اور آخر سزا دینے والا اور عقاب پیچھے لانے والا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام گویا ایک بڑے صاحب طاقت انسان کو خدا بناتا ہے۔ یا یہ کہ اس نے یہودیوں کے غضبناک اور کینہ پرور خدا کے خیال اور عیسائیوں کے محبت کرنیوالے خدا کے خیال کو ملا کر ایک کر دیا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی اسلام نے کسی طاقتور انسان کو خدا نہیں مانا۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے متعلق جو خیالات یہودیوں یا عیسائیوں میں پائے جاتے تھے۔ ان پر بہت کچھ ترقی اسلام نے کی ہے۔ جب قرآن فرماتا ہے کہ للہ الاسماء الحسنیٰ یعنی خدا کے اسمائے حسنیٰ ہیں یا اس کے اندر اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ صفات پائی جاتی ہیں اور وہ ہر قسم کے نقصوں اور عیبوں سے پاک ہے۔ جیسا کہ اس کی تسبیح میں صاف یہ بتا دیا تو ان اوصاف یا نقصوں کا مقابلہ کسی انسان یا کسی دوسری مخلوق کے ساتھ وہ ہرگز نہیں کرتا۔

صدیاں گذریں جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اللہ اکبر کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا مخلوق سے بڑا ہے کیونکہ مخلوق اس کی قدرت کا ظہور ہے جیسے روشنی سورج کا ظہور ہے۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ سورج اپنی روشنی سے بڑا ہے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت اور کبریائی ہمارے احاطہ علم و قدرت سے بڑھ کر ہے اور کہ ہم کو اس کی کمال عظمت و کمال کبریائی کا صرف ایک دھندلا سا علم ہے۔ اگر ایک بچہ ہم سے یہ دریافت کرے کہ ہم اس کے سامنے اس خوشی کو بیان کریں جو تخت حکومت پر متمکن ہونے سے حاصل ہوتی ہے تو ہم اس کو یوں سمجھائیں گے کہ یہ ایسی ہی خوشی ہے جیسے اسے گیند بلا کھیلنے میں حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ دونوں خوشیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور صرف یہی اشتراک ان دونوں میں ہے کہ دونوں پر خوشی کا نام صادق آتا ہے۔ پس اللہ اکبر کے یہ معنے ہیں کہ اس کی کبریائی ہماری صفات مدرکہ سے بہت بالاتر ہے۔"

انسان کے پاس اظہار خیالات کے بہت محدود ذرائع ہیں۔ اس لیئے خدا کی صفات کا اظہار اُس کے سامنے انہی الفاظ میں کیا جا سکتا ہے یا وہ خود انہی الفاظ میں کر سکتا ہے جن الفاظ میں اپنی

کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسلام مرد اور عورت کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کرتا سوائے اسکے جس کا منشا صرف ان کی نظری بناوٹ کا اختلاف ہے اور وہ بھی اس لیئے نہیں کہ عورت کی حیثیت کو کم کیا جائے۔ قرآن کریم نے ایک موقعہ پر ہر ترک شر اور کسب خیر کے فعل میں مردوں اور عورتوں کا ذکر پہلو بہ پہلو رکھ کر کیا ہے اور اس طرح یہ بتا دیا ہے کہ خدا کے ہاں مرد اور عورت کا فرق ترک شر اور کسب خیر میں کوئی فرق نہیں رکھتا۔ یہ آیت سورہ احزاب میں ہے جہاں فرماتا ہے (آیت ۳۵)

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجہم والحٰفظٰت والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذاکرٰت اعد اللّٰہ لہم مغفرۃ واجرا عظیما ۝

ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صابر مرد اور صابر عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عصمت کی حفاظت کرنے والی عورتیں۔ اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں۔ ان کے لیئے اللہ تعالٰی نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

کمزور جنس کے لیئے یہ کیسی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ مذہبی اور اخلاقی امور میں اس نے مرد اور عورت کے درمیان کمال درجہ کی مساوات قائم کر دی ہے قرآن کریم کے نزول سے پہلے عورت اس قابل بھی نہ سمجھی گئی تھی کہ وہ قرب الٰہی کے میدان میں قدم رکھ سکے۔ اور پاکیزگی اور طہارت کے اعلےٰ منازل کو طے کر سکے جو صرف مردوں کے لیئے ہی مخصوص سمجھی گئی تھیں۔ جاپان نے ایام قدیم میں اپنی مذہبی درسگاہوں کے دروازے عورتوں پر بند کر رکھے تھے چین میں اس بات کو گوارا نہ کیا جاتا تھا کہ مردوں کے ساتھ مذہبی عبادات میں عورتیں بھی حصہ لے سکیں ہندوستان کے وہ بت جن میں خدا کا حلول سمجھا جاتا تھا۔ اگر ان کو عورت اتفاق سے چھو جائے تو بعض شاستروں کے مطابق اُن کی خدائی بھی جاتی رہتی تھی۔ بائبل شہادت دیتی ہے کہ

حضرت سلیمان علیہ السّلام نے بھی اپنی ملکہ کو ہیکل کی مقدس حدود کے اندر داخل ہونیکی اجازت نہ دی۔ ایام وسطیٰ کے کلیسیا نے تو عورت کی ذلت کو انتہا تک پہنچا دیا جب غلط مذہبی خیالات کے ماتحت ہر قسم کے بدترین الزامات اس کے سر پر تھوپے جانے لگے۔ مگر وقت پر اسلام عورت کو اس مصیبت اور ذلت سے چھڑانے کے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر پہنچ گیا۔ اور اس کے لیئے بے نظیر برکات کا موجب ہؤا۔ مگر جیسا کہ مینے پہلے کہا ہے۔ اسلام کے متعلق خطرناک غلط بیانیاں کی گئیں اور غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ یہاں تک کہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب نے عورت کو اور بھی نیچے گرا دیا ہے۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ اسلام پر ایک خطرناک بہتان تھا۔ اور ہے۔ اس بہتان کے باندھنے والے یا تو یہ نہیں جانتے کہ رُوح کیا چیز ہے یا اُنھوں نے ہمارے ان اخلاق فاضلہ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ جن کی اگر مناسب طریق پر پرداخت کی جائے۔ تو وہ ہماری رُوحانیت کو مضبوط کرتے اور رُوح انسانی کو بلند سے بلند پرواز کے قابل بناتے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السّلام سے آپ کے شاگردوں نے دریافت کیا کہ وہ بڑے بڑے عجائبات کس طرح دکھا سکتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ یہ قسم سوائے نماز اور روزہ کے نہیں نکل سکتی۔ جس سے معلوم ہؤا کہ نماز اور روزہ سے ہی انسان اعلےٰ ترقیات حاصل کرتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے نماز اور روزہ کی حد تک اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہماری رُوحانیت کی تکمیل کے لیئے کچھ اور اخلاق فاضلہ ساتھ بڑھا دیئے ہیں جو مندرجہ بالا آیت کی رو سے مرد اور عورت دونوں یکساں طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ منقولا بالا آیت میں صفائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیت (اور خدا کی پاک کتاب میں اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں) ان لوگوں کو جھٹلانے کے لیئے کافی ہے۔ جنھوں نے مغرب میں یہ خیال پھیلا رکھا ہے۔ کہ اسلام عورت میں رُوح ہونے سے انکار کرتا ہے +

غرض ساری اسلامی تعلیم میں یہ میلان صاف نظر آتا ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات قایم کی جائے۔ ہاں دونوں جنسوں میں اگر فرق کیا گیا ہے تو صرف یہ کہ اپنی بناوٹ کی رُو سے ان کے فرائض الگ الگ ہیں۔ اور قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ وُہ اپنے فرائض کو الگ الگ پُورا کریں۔ نسل انسانی کی ترقی کے لیئے اُن کو علیحدہ علیحدہ فرائض انجام دینے ضروری ہیں اور

اس لیئے ان فرائض کی ادائگی کے لیئے انھیں سامان بھی الگ الگ دیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ لازمی تھا کہ ان کی بناوٹ میں معتدبہ اختلاف ہوتا۔ اس کا اثر بعض اخلاقی اوصاف پر بھی ضروری تھا مثلاً عورت کے اخلاق میں نرم دلی اور رحم کا پہلو بہت غالب ہو۔ مگر اسی وجہ سے ان اخلاق کا مالک اس قابل بھی نہیں کہ عام طور پر زندگی کے خطرناک مصائب اور شدائد کے مقابلہ میں مضبوطی کے ساتھ قائم رہ سکے پس اگر اندرون خانہ کے فرائض کی تکمیل عورت کے سپرد کی گئی تو زمانہ کی شدائد کا مقابلہ مرد کے سامنے رکھا گیا۔ اسی لیئے یہ بھی ضروری ہوا کہ امن اور حفاظت مال وجان کا کام بھی مضبوط جنس کے سپرد کیا جائے اور اس طرح مرد کو عورت پر ایک فوقیت مل گئی۔ مرد کی یہ خصوصیت نسل انسانی کی ترقی کے سامانوں کے قائم رکھنے کا لازمی نتیجہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ فرق قائم نہ کیا جاتا تو نسل انسانی کی ترقی اور حفاظت کا کوئی انتظام نہ ہوتا ورنہ یوں مرد اور عورت ہر رنگ میں یکساں پیدا کیئے گئے اور اس لیئے ان میں مساوات بھی ہر رنگ کی پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو بڑی خوبی سے حل کیا ہے۔ جہاں فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة عورتوں کے لیئے حقوق ہیں مثل ان کے جو ان عورتوں کے اوپر ہیں اور مردوں کو ان کے اوپر ایک مرتبہ دیا گیا ہے (البقرہ - ۲۲۸) یہ درجہ کی فوقیت جسکا اس ایت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی قرآن کریم نے خود ہی ہمیں بتادیا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم۔ مرد عورتوں کے متکفل ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اسلیئے کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں (النساء - ۳۴)

۲۔ چھوٹے بچوں کی تربیت سکے لیئے یہ ضروری تھا کہ

اسلام اور شرک

(از ڈوڈلے رابٹ)

مسلمان کیوں عقیدہ تثلیث کو نفرت کی نگہ سے دیکھتے ہیں؟ اوّل اس لیئے کہ اُس کی بُنیاد کسی الہامی کتاب پر نہیں اور دوسرے اس لیئے کہ یہ عقل کے خلاف ہے۔ عیسائی عقیدہ کے حامیوں کے لیئے بہت ہی مشکل کا سامنا ہو۔ اگر ان کی زندگی صرف اسی بات سے وابستہ ہو کہ پُرانے یا نئے عہدنامہ میں کوئی ایک ہی فقرہ ایسا نکال دیں جس میں صراحت کے ساتھ مسیح کے خدائی کے عقیدہ یا خدائی میں تثلیث کے عقیدہ کی تائید ہو +

عیسائیت کے شروع شروع میں اس عقیدہ کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی جسٹس مارٹر جسکی تصانیف کا زمانہ دوسری صدی کا آغاز ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے خدائی مسیح کی طرف منسوب کی اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عیسائی ہونے سے پہلے وہ ایک فلسفی تھا۔ اور تبدیل مذہب نے فلسفہ کا رنگ اس کی طبیعت سے دور نہیں کر دیا تھا۔ وہ جہاں یسوع کو خدا کا بیٹا کہتا ہے ساتھ ہی اس کے اُس کا عذر بھی ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ "یہ عقیدہ ان لوگوں کے لیئے نیا نہیں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ جیٹر یعنی سب دیوتاؤں کا سردار بیٹے رکھتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے" اگر مسیح محض انسان بھی ہو تو بھی وہ اپنی دانائی کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہے کہ اُسے خدا کا بیٹا کہا جائے اور غیر عیسائی اقوام خدا کو دیوتاؤں اور انسانوں کا باپ سمجھتی ہیں اور اگر وہ غیر معمولی طور پر خدا کا کلام ہے تو اس قول کا ان لوگوں کے ساتھ اشتراک ہے جو مشتری کو کلام سمجھتے ہیں جو خدا کی مرضی کا اظہار کرتا ہے" +

مگر تثلیث کا عقیدہ باقاعدہ طور پر اس وقت مشتہر کیا گیا جب ۳۲۵ء عیسوی میں نائس کی کونسل منعقد ہوئی اور اس کونسل کے انعقاد اور اس کے فیصلہ کے اعلان کے بعد بھی ہلری نے بارہ کتابیں تثلیث کے عقیدہ پر لکھیں۔ جن میں اُس نے یہ ثابت کیا کہ خدا باپ ہی قائم بالذات اور لفظ کے حقیقی معنوں میں سچا خدا تھا۔ بلکہ نائس کی کونسل میں بھی وہ دعوے نہیں کیا گیا۔ جواب کیا جاتا ہے کہ تثلیث کا ہر ایک اقنوم یکساں طور پر ازلی اور غیر مخلوق ہے

خود لفظ ٹرینٹی (تثلیث) بہت پیچھے استعمال ہوا ہے جس کو پہلے پہل سکندریہ کے رہنے والے کلیمنٹ نے استعمال کیا ہے۔ اور وہ بھی اپنی بہت ساری تحریروں میں صرف ایک دفعہ خدائی کے اقانیم کی تثلیث کو ظاہر کرنے کے لیئے نہیں بلکہ ایمان امید اور فیاضی کے برکات ثلاثہ کے اظہار کے لیئے ۳۸۱ء میں کلیڈن کی کونسل میں عقیدۂ تثلیث نے قریبًا قریبًا اپنی موجودہ صورت اختیار کی۔ مگر اس وقت بھی کلیسیا کے ایک سے زیادہ فرقوں نے اس کی سخت مخالفت کی +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت بُت پرستی اور شرک کا مسیحی کلیسیا کے سارے فرقوں اور عرب کے اندر خوب زور و شور تھا۔ عرب کے لوگ اللہ تعالیٰ کے سب سے اُوپر ہونے کے قایل تھے۔ مگر پھر بھی لکڑی اور پتھر کے بتوں کی پُوجا کرتے تھے۔ بلکہ انسانی قربانی کی خوفناک رسم بھی جاری تھی۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد اس قربانگاہ کی نذر کیئے گئے تھے۔ اور ایک سو اونٹوں کا فدیہ دے کر اُن کی رہائی ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے کعبہ کے بتوں کے سامنے یہ قسم کھائی تھی (کیونکہ اس وقت کچھ خدا کی توحید کا نشان ہونے کی بجائے بُت پرستی کا مرکز بنا ہُوا تھا) کہ اگر وہ دس بیٹوں کا باپ ہوجائے تو وہ اُن میں سے ایک کو قربانی پر چڑھا کر اظہار شکریہ کرے گا۔ آخر کار یہ عدد جس کے ساتھ ایک انسانی جان کی ہلاکت وابستہ تھی پورا ہوگیا۔ اور دسواں یعنی سب سے چھوٹا عبداللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والد تھا جس کے ساتھ اس کے باپ کو سب سے بڑھ کر محبت بھی تھی۔ نذر کے پورا کرنے میں کچھ توقف کیا گیا۔ مگر اس کا پورا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ دیوتاؤں کے سامنے جو قسم اُٹھائی جائے اُسکی خلاف ورزی نہ ہوسکتی تھی۔ دسوں بیٹوں کو باپ لے کر کعبہ میں گیا اور اُن میں سے ہر ایک کا نام ایک پتھر پر لکھا گیا۔ تاکہ قرعہ سے یہ فیصلہ کیا جائے۔ کہ کونسا بیٹا قربان کیا جائے۔ قرعہ میں سب سے چھوٹے عبداللہ کا نام نکلا۔ باپ نے غمزدہ ہوکر پھر نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کی جگہ دس اونٹ قربان کرے گا۔ اگر جوے کا تیر اس طرح فیصلہ کردے۔ پھر قرعہ ڈالا گیا اور پھر بھی وہ عبداللہ کے نام پر نکلا۔ عبدالمطلب نے اونٹوں کی تعداد کو دُگنا کردیا۔ مگر قرعہ پھر بھی عبداللہ کے نام پر ہی رہا۔ آٹھ مرتبہ اسی طرح یکے بعد دیگرے قرعہ اندازی کی گئی اور ہر دفعہ دس دس اونٹ زیادہ کیئے گئے۔ یہاں تک کہ نوّے اونٹوں کے بالمقابل بھی قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلا

آخر جب سو اونٹ تک نوبت پہنچی تو قرعہ میں عبداللہ کا نام خالی نکلا اور اس طرح اُس کی جان بخشی ہوئی۔ ایک سو اُونٹ ذبح کیئے گئے اور اُن کا گوشت غربا میں تقسیم کیا گیا۔ اور عبداللہ اپنے والدین کے سپرد کیا گیا۔ اور آخرکار اُن کے گھر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے +

حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس شرک کو جڑ سے کاٹا جائے جس میں یہُودی عیسائی اور بت پرست لوگ سب یکساں مبتلا ہو رہے تھے۔ آپ کا مقصد تھا کہ خدا کی توحید دُنیا سے منوائیں اور بت پرستوں کو صداقت کا علم دیں جو کہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک پہلے بُت پرستی کا استیصال ہو۔ اسلام کی ابتدا میں کچھ عرصہ تک مسلمان نماز پڑھتے وقت یروشلم کیطرف موُنہ کیا کرتے تھے۔ مگر نہ اس غرض سے کہ یہودی اسلام میں داخل ہو جائیں۔ جیسا کہ بعض مصنفین نے خیال کیا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد بجائے یروشلم کے کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا اور اس کے تھوڑا عرصہ بعد خانہ کعبہ بتوں سے پاک کر کے اپنی اصل حالت پر قائم کیا گیا۔ جیسا کہ ابراہیم و اسماعیل نے اس کی تعمیر کی تھی +

اس طرح پر اسلام نے ہمیشہ انسان کے سامنے ایک بُلند نصب العین رکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اپنے ہر فعل کا خدا کے سامنے ذمہ وار ہے اور یہ بھی اسے سکھایا ہے کہ نجات کی بُنیاد عقیدہ نہیں بلکہ اخلاق ہیں۔ اسلام انسانی قربانی اور کفارہ کو غلط بتاتا ہے اور اس کی بجائے انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک زندہ قربانی کے طور پر پیش کرے اور وہ یہ کہ اپنے آپ کو اسکی خدمت میں لگائے۔ غریبوں اور بوڑھوں اور والدین کی تعظیم اور اُن پر شفقت کو ایک مقدس فرض انسانی قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح محتاج اور یتیم کی خبرگیری کو بھی۔ ان کی طرف بار بار قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے +

چرچ مشنری سوسائٹی کا پادری ٹی۔ پی ہیوز کہتا ہے کہ "محمدّی مذہب کی کچھ بھی کمزوریاں ہوں تمام انصاف سے کام لینے والے اس بات کے معترف ہیں کہ اُس نے غربا کی مدد کا جو انتظام کیا ہے وہ بہت ہی قابل تعریف ہے مُسلمان ممالک میں کوئی محنت کے گھر نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پراٹسٹنٹ ممالک میں پائے جاتے ہیں +

جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اتفاقی نظر بھی ڈالے گا اس پر یہ بات اثر کیے بغیر نہیں رہے گی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بن مذہب کی کیفیت اور اس کی اشاعت کے لیئے آپ کی سرگرمی اور ہمت اپنے اندر ایک بھاری حقیقت مضمر رکھتی ہے۔ جس طرح پر دوسرے انبیا جھوٹ اور غلط بیانیوں کا شکار رہوئے ہیں۔ وہی خدا کی سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ بھی ہوئی۔ اور ان میں سے بہت سے جھوٹ آج تک چلے جاتے ہیں۔ اس کو ایک مذہبی دیوانہ کہا گیا۔ مگر اس میں کیا مضائقہ ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو کچھ بھی دیر پا اچھا کام کسی نے کیا ہے اسکو ضرور دیوانہ کا خطاب دیا گیا ہے اور یہ اصطلاح ان لوگوں کے لیئے مخصوص کی گئی ہے جو حق کی حمایت میں پورا زور لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ اور تب اُن کو بہادر کہا جاتا بلکہ پیغمبر مان لیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ سب باتیں دیکھیں جو مصلحوں کی دیکھنی پڑتی ہیں اور اگر آپ کے رفقاء اور اہل وطن جو آپ کے حالات کے بہترین واقف تھے۔ آپ کو الامین کے معزز نام سے پکارتے تھے۔ مگر جن لوگوں کو آپ کے حالات کا علم نہیں تھا۔ اور نہیں ہے اُنھوں کو عمداً یا جہالت سے آپ کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ جیسا کہ کارلائل نے کہا ہے وہ جھوٹ جو نیک ارادہ کے پیرایہ میں اس شخص کے نام کے گرد اکٹھے کیئے گئے ہیں تو داپنے لیئے شرم کا موجب ہو گئے ہیں۔ اس مذہب کی جس کی آپ نے بنیاد رکھی بعض مخالفین نے اپنی اغراض کیلیئے یہی مفید سمجھا ہے کہ جھوٹے قصوں کو پھیلائیں۔ اور بالخصوص اب یہ پراٹسٹنٹوں کا شیوہ ہو گیا ہے اور خود یہی امر اس امید پر پانی پھیرنے کے لیئے کافی ہے جس کا اظہار سیل نے کیا تھا۔ کہ اسلام کی تباہی پراٹسٹنٹوں کے ہاتھ سے ہوگی +

نئے عہد نامہ کا زمانہ

نمبر ۲

(از بشپ بارکنسن)

اب ہم اگنیشس* کے خطوط کو لیتے ہیں۔ یہ وہ تحریریں ہیں جن کی وجہ سے ایک ایسی غیر ضروری بحث نے طول پکڑا ہے جس کا فیصلہ مدت سے ہو گیا ہونا چاہیئے تھا۔ ان خطوط پر جو بحث ہوئی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں علم و فضل کا بڑا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ صرف اس صورت میں قابل تسلیم ہے۔ جب ہم علم و فضل کو صرف یونانی اور لاطینی زبانوں کے علم تک محدود سمجھیں۔ لیکن اگر علم و فضل سے مراد محققانہ تنقید۔ گہری سوچ اور وسیع علم ہے تو ہم میں سے بعض کے لیئے یہ بحث بالکل خشک ہے۔ کل پندرہ خطوط اگنیشس کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں۔ یعنی:۔

(۱-۲) یوحنا حواری کے نام	۲ خط	(۹) انسیوں کے نام	۱ خط
(۳) کنواری مریم کے نام	۱ "	(۱۰) مگنیسیوں کے نام	۱ "
(۴) طرسیون کے نام	۱ "	(۱۱) ٹرالیوں کے نام	۱ "
(۵) انطاکیہ والوں کے نام	۱ "	(۱۲) رومیوں کے نام	۱ "
(۶) فلپیوں کے نام	۱ "	(۱۳) فلاڈلفیا والوں کے نام	۱ "
(۷) ہیرو انطاکیہ کے ایک ڈیکن کے نام ۔	۱ "	(۱۴) سمرنیوں کے نام	۱ "
(۸) کیسبلو کے مریم کے نام	۱ "	(۱۵) پالیکارپ کے نام	۱ "

تین خطوط صرف لاطینی زبان میں ہیں۔ باقی لاطینی اور یونانی دونوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں اس فہرست میں اول الذکر آٹھ خطوط کو عموماً جعلی سمجھا جاتا ہے۔ اندرونی شہادت بتاتی ہے کہ وہ بعد کے زمانہ کے ہیں اور کسی پہلے زمانہ کے مصنف کی تصنیف میں اُن کا نام نہیں پایا جاتا۔ موخر الذکر سات خطوط کے یونانی اور لاطینی دونوں زبانوں میں دو دو نسخے پائے جاتے ہیں۔ ایک طویل اور ایک مختصر ان دونوں میں عبارت کا بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ چند نسلوں میں سے یہ بحث گذر کر اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور معتقدین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ طویل نسخہ بعد کے زمانہ کا ہے اور اسی میں مزید عبارتیں

داخل کی گئی ہیں۔ اور مختصر نسخہ قدیم ہے اور اصلی ہے ٭

۱۸۴۵ء میں یہ بحث از سرِ نو کھل گئی۔ جب ڈاکٹر کیورٹن نے ایک سریانی نسخہ تین خطوط کا شائع کیا۔ ایک خط بنام پالیکارپ۔ ایک خط افیون کے نام اور ایک خط رومیوں کے نام۔ یہ خطوط چند مسودات میں سے ملے تھے۔ جو ڈاکٹر ٹاٹم نے سینٹ میری ڈیپارا کے راہبوں سے خریدے۔ یہ سریانی نسخے مختصر یونانی نسخوں سے بھی چھوٹے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اصل یہ سریانی ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ یونانی نسخوں کے خلاصے ہیں۔ مگر یہ عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ چھوٹے یونانی نسخے بھی زوائد سے خالی نہیں۔ اس بحث کا ابھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ میری رائے ہے کہ یہ جعلی ہیں اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے سوائے اور کوئی نتیجہ ان نسخوں کو پڑھ لینے کے بعد کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔ اس فرضی خطوط نویس اگنیشس کے اپنے حالات کا ہم کو کوئی علم نہیں۔ سوائے اس کے جو خود خطوط بتلاتے ہیں۔ اگر ہم اُن کو اصلی فرض کریں۔ ہاں اُس کا ذکر اور اُس کی چٹھیوں کا حوالہ پالیکارپ کے خط بنام فلپیوں میں ہے اور اس خط پر میں اگلے نمبر میں بحث کروں گا۔ پھر کچھ شہادت نامے ہیں۔ مگر وہ خود بہت پچھلے زمانہ کے ہیں اور اُن کی بنیاد انہی خطوط پر ہے۔ اس کی شہادت کی ساری کہانی جیسا کہ وہ رومیوں کے نام کے خط میں اور شہادت نامہ میں مندرج ہے بالکل ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ ذیل کی عبارت جو رومیوں کے نام کے خط سے لی گئی ہے قابلِ غور ہے ٭

شام سے لے کر روم تک میں درندوں کے ساتھ جنگ کرتا ہوں خشکی پر بھی اور تری پر بھی۔ رات بھی اور دن بھی۔ دس چیتوں سے وابستہ ہو کر میری مراد سپاہیوں کے ایک گروہ سے ہے جن کو جب فائدہ بھی پہنچایا جائے تو وہ پہلے سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ مگر میں اُن کی تکلیف رسانی سے اور بھی زیادہ تعلیم حاصل کرتا ہوں۔ مسیح کے ایک شاگرد کے طور پر کام کرتا ہوا۔ مگر صرف اس قدر سے میں گناہوں سے نجات نہیں پاتا۔ ایسا ہو کہ میں ان جنگلی درندوں سے تمتع حاصل کروں جو میرے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ اور میں دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر حملہ کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اور میں خود بھی اُن کو ترغیب دُونگا کہ وہ جلدی سے مجھے نگل جائیں۔ اور میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کریں جو بعض ایسے لوگوں سے کیا ہے۔ جن کو انھوں نے خوف کی وجہ سے چھوڑا نہیں۔ لیکن اگر وہ مجھ پر حملہ کرنیکے لئے رضامند نہوں تو میں انکو ایسا کرنیکے لئے مجبور کرونگا مجھے اس امر میں معاف رکھا جائے میں خوب جانتا ہوں۔ کہ میرے

فائدہ کی کیا چیز ہے۔ اب میں ایک شاگرد بننا شروع ہوتا ہوں اور کوئی چیز ظاہر ہو یا چھپی ہوئی۔ اس بات میں مجھ پر حسد نہ کرے کہ میں یسوع مسیح کو پاؤں۔ آگ اور مصائب (صلیب) آئیں جنگلی درندوں کے گروہ آگے بڑھیں۔ مجھے پھاڑ دیا جائے۔ میری ہڈیوں کو الگ الگ کرکے توڑ دیا جائے۔ میرے اعضاء کو کاٹ دیا جائے۔ میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے۔ اور شیطان کے تمام خطرناک دُکھ مجھ پر آئیں ان کی مجھے پروا نہیں۔ اگر میں یسوع مسیح تک پہنچ جاؤں۔"

میں ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ اس تحریر کے لکھنے والے کی دماغی حالت کا اندازہ کریں۔ یہ فرض کیا گیا ہے کہ پارتھیا کے جنگوں میں ٹراجن نے انطاکیہ کے مقام پر اس شخص پر ۱۱۶ء میں موت کا فتوےٰ صادر کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ اسے روم میں لیجا کر جنگلی جانوروں کے آگے ڈال دیا جائے اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ یہ خطوط اس شخص نے انطاکیہ سے روم کو جاتے وقت لکھے جب وہ سپاہیوں کی حراست میں ایک مجرم کے طور پر لیجایا جارہا تھا۔ جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے وہ اُن کے ظلم کی شکایت کرتا ہے۔ اور ان کا جنگلی درندوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ اسقدر آزاد تھا کہ دوست اس کی ملاقات کو آتے ہیں وہ خطوط لکھتا ہے۔ جہاں جہاں سے وہ گذرتا ہے وہاں کے بشپ اور ڈیکن اور عیسائی اقوام کے وفد اس کے پاس آتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مخلص وفادار دوست ہیں اور وہ دس چیتے کچھ دخل نہیں دیتے۔ نہ ان امور میں اسکی کچھ مخالفت کرتے ہیں۔ یہ ظالم وحشی درندے اُس کو وہی کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں جنکی بنا پر اس پر موت کا حکم صادر کیا گیا ہے۔ اب یہ ساری کہانی اس قدر بیہودہ ہے کہ ایک انسان جو اپنی درائیت سے کچھ بھی کام لے کبھی اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ رومی سپاہیوں کی تاریخ خود اس کہانی کی تکذیب کرتی ہے اور خود ان چٹھیوں کو جھوٹا اور فرضی ٹھیراتی ہیں +

آئیرینیس جس کا زمانہ ۱۲۰ء اور ۲۰۲ء کے درمیان ہے رومیوں کے نام کے خط سے ایک فقرہ نقل کرتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا۔ کہ یہ فقرہ اس نے کہاں سے لیا۔ اس لیئے لارڈ ززعطہ کا خیال ہے کہ یہ فقرہ کہیں اور سے نہیں لیا گیا۔ آریجن تیسری صدی کے نصف میں دو دفعہ اگنیشس کا نام لے کر ذکر کرتا ہے اور رومیوں کے نام کے خط سے ایک فقرہ نقل کرتا ہے۔" مگر میری محبت صلیب دیگئی ہے" اور ایک فقرہ افیسون کے نام کے خط سے نقل کرتا ہے۔" اس دنیا کے شاہزادہ سے مریم کا کنوارپن مخفی رکھا

گیا۔ یوسی بی ایس ان سات خطوط کا ذکر کرتا ہے جن کو اصلی سمجھا جاتا ہے۔ جس کی بڑی وجہ خود یہ ذکر ہے۔ وہ رومیوں کے خط سے کچھ نقل کرتا ہے۔ آئرینیس کا حوالہ دیتا ہے اور اس فقرہ کو نقل کرتا ہے جو پہلے اریجن نقل کر چکا ہے۔ اور چند الفاظ ایک جعلی انجیل کی بھی نقل کرتا ہے جو سمرنیوں کے نام کے خط میں ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ آخری حوالے کے سوائے باقی سب حوالے سریانی نسخہ سے ہیں۔ اور اس خط کا سریانی نسخہ دنیا میں کوئی موجود نہیں۔ اتھنیسیس سب سے پہلا مصنف ہے جو اگنیشس کی طرف ان تین خطوط کا کوئی فقرہ منسوب کرتا ہے جن کے سریانی نسخے ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ مگر وہ فقرہ سریانی نسخہ میں موجود نہیں اور یہ چوتھی صدی کے پچھلے حصہ کا ذکر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان خطوط کے بعض فقرے ہماری انجیلوں سے لئے گئے ہیں۔ مگر یہ امر ایسا بالبداہت غلط ہے کہ اس پر بحث کی بھی ضرورت نہیں۔ مثال کے طور پر جو سب سے بڑا حوالہ پیش کیا جاتا ہے میں اُسے لیتا ہوں۔ یہ رومیوں کے نام کے خط کے چھٹے باب میں ہے۔ "اس دُنیا کی ساری خوشیاں۔ اور اس زمانہ (یا زمین یا وقت) کی ساری سلطنتیں مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ میرے لیئے یہ بہتر ہے کہ یسوع مسیح کی خاطر مرجاؤں بہ نسبت اس کے کہ زمین کے سارے کناروں پر حکمرانی کروں۔ کیونکہ ایک انسان کو کیا فائدہ ہے کہ وہ ساری دنیا کو حاصل کرے۔ مگر اپنی رُوح کو کھو دے۔ میں تو اُسی کو تلاش کرتا ہوں جو ہمارے لیئے مرا۔ میں اسی کو چاہتا ہوں جو ہماری خاطر دوبارہ اُٹھا۔ یہ وہ فائدہ ہے جو میرے لیئے رکھا گیا"۔

یہ ظاہر ہے کہ اس عبارت میں جو متی ۱۶: ۲۶ کا حوالہ ہے وہ بعد میں بڑھایا گیا ہے۔ لاطینی نسخہ میں یہ مطلق نہیں پایا جاتا اور کیسلز کے مطابق سکندریہ کے تھاؤس کی تصنیف میں یہ نہیں پایا جاتا اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو اس کے بغیر فقرہ پورا ہے۔ مفہوم صاف ہے اور عبارت بہتر ہے۔ اسکا بعد میں بڑھایا جانا صاف ہے۔ کسی ابتدائی زمانہ کے پڑھنے والے نے اس عبارت کو متی ۱۶: ۲۶ سے ملتا جلتا پاکر وہ فقرہ حاشیہ پر لکھ دیا۔ اور آہستہ آہستہ اصل عبارت میں درج ہو گیا۔ اکثر محقق اسے زائد تسلیم کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ عام دستور تھا کہ ایک عبارت میں کوئی فقرہ بڑھا دیا اور اس کا ثبوت سب سے بڑھ کر خود انہی خطوط سے ملتا ہے جن پر ہم یہاں بحث کر رہے ہیں۔ اور گو میں ڈرتا ہوں کہ ناظرین کے لیئے ذیل کا طویل حوالہ باعث ملول ہو۔ مگر ایسے طریقوں پر غور

کرکے ہی ہم کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ ذیل کی عبارت سمرنیوں کے نام کے خط میں مختصر یونانی نسخہ کا تیسرا باب ہے +

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اپنے جی اُٹھنے کے بعد بھی وہ گوشت رکھتا تھا۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایسا ہی وہ اب بھی ہے۔ مثلاً جب وہ اُن کے پاس آیا جو پطرس کے ساتھ تھے۔ تو اُس نے اُن کو کہا پکڑو مجھے ہاتھ لگاؤ۔ اور دیکھو کہ میں رُوح بلا جسم نہیں ہوں۔ اور اُنھوں نے فوراً اُس کو چھو اور یقین کیا اور اس کے گوشت اور روح دونوں کی وجہ سے قایل ہو گئے اسی وجہ سے وہ موت کو بھی حقارت کی نگہ سے دیکھتے تھے اور اُس کے فاتح بن گئے۔ اور اپنے جی اُٹھنے کے بعد اُس نے اُن کے ساتھ کھایا اور پیا۔ جیسے کہ وہ گوشت رکھتا تھا۔ گو وہ رُوحانی طور پر باپ کے ساتھ مِل چکا تھا"

یہ آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ اسی باب میں ہماری انجیلوں سے نہ کوئی فقرہ نقل کیا گیا ہے اور نہ ہی اُن کی طرف کوئی اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ بعض الفاظ یسوعؑ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جو ہماری انجیلوں میں نہیں پائے جاتے۔ ان الفاظ پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔ لوسیبئس فقرہ کو نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ معلوم نہیں یہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ جیرومی کہتا ہے کہ یہ فقرہ عبرانیوں کی انجیل میں پایا جاتا ہے۔ یہ انجیل نصرانیوں میں مروج تھی۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آریجن یہ فقرہ ایک ایسی تصنیف سے نقل کرتا ہے جو کلیسیا میں پہلے زمانہ میں مروج تھی۔ جس کا نام "پطرس کی تعلیم" ہے۔ یہ آگے چل کر ہم کو معلوم ہوگا۔ کہ ابتدائی زمانہ کے مصنف وضعی انجیلوں سے فقرے نقل کر دیتے تھے جو بعض حالات میں ہماری انجیلوں سے مختلف ہیں۔ بعض ان سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ نہایت ضروری ہے +

طویل یونانی نسخہ میں وہی تیسرا باب یوں چلتا ہے:۔

"اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایک جسم رکھتا تھا۔ جو صرف پیدا ہونے اور صلیب پانے تک نہ تھا مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اپنے جی اُٹھنے کے بعد بھی ایسا ہی تھا۔ اور یقین کرتا ہوں کہ وہ اب بھی ایسا ہی ہے۔ مثلاً جب وہ ان لوگوں کے پاس آیا جو پطرس کے ساتھ تھے۔ تو اُس نے اُنھیں کہا۔ پکڑو مجھے ہاتھ لگاؤ اور دیکھو کہ میں روح بلا جسم نہیں ہوں۔ کیونکہ رُوح گوشت

اور ہڈیاں نہیں رکھتی۔ جیسا کہ تم مجھے دیکھتے ہو۔ اور اُس نے تھوما کو کہا۔ ادھر اپنی انگلی کیلوں کے نشانوں کے اندر پہنچا۔ اور اپنا ہاتھ ادھر پہنچا اور اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کر۔ اور فوراً اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ مسیح تھا۔ اس لیئے تھوما بھی اُسے کہتا ہے میرے آقا اور میرے خداوند۔ اور اس لیئے وُہ موت کو بھی حقیر سمجھنے تھے۔ کیونکہ یہ بہت تھوڑا تھا کہ کہا جائے ذلت اور کوڑے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ بعد اس کے کہ اس نے اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کر دیا۔ واقعی وُہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اور صرف ظاہری صورت میں ہی نہیں وُہ پورے چالیس دن تک ان کے ساتھ کھاتا اور پیتا رہا۔ اور اس طرح وہ گوشت کے ساتھ ان کے دیکھتے دیکھتے اس کے پاس جا پہنچا جس نے اُسے بھیجا تھا۔ اور پھر اسی گوشت کے ساتھ شان وشوکت اور طاقت کو لیئے ہوئے دوبارہ آئے گا کیونکہ مقدس پیشگوئیاں کہتی ہیں کہ وہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان میں اُٹھالیا گیا ہے۔ اسی طرح پر واپس آئے گا۔ جس طرح پر تم نے اُسے آسمان میں جاتے دیکھا ہے۔ لیکن اگر وہ کہیں کہ وہ دُنیا کے خاتمہ پر بغیر جسم کے آئے گا۔ تو وہ لوگ اس کو کس طرح دیکھیں گے جنہوں نے اسے چھیدا تھا اور جب وہ اسے پہچانیں گے تب اپنے لیئے ماتم کریں گے۔ کیونکہ وہ ہستیاں جو جسم نہیں رکھتیں وہ شکل وصورت بھی نہیں رکھتیں۔ اور نہ صورت والے حیوان کی طرز اُن کی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی بناوٹ خود سادہ ہوتی ہے"۔

قارئین دیکھ لیں گے کہ اس عبارت میں کیا کیا فقرے بڑھائے گئے ہیں اور ان کے اندر ایسے فقرات داخل کیئے گئے ہیں جو ذیل کی عبارات سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنی لوقا ۲۴: ۳۹۔ یوحنا ۲۰: ۲۷ و ۲۸۔ اعمال ۱: ۱۱۔ مکاشفات ۱: ۷۔ ذکریا ۱۲: ۱۰۔ اور استدلال مسیح کے جسم کے ساتھ جی اُٹھنے پر ہے۔ نہ ہی سریانی نسخہ اور نہ ہی مختصر یونانی نسخوں میں ہماری اناجیل کی موجودگی کی کوئی شہادت پائی جاتی ہے اس کے بالمقابل طویل یونانی نسخہ میں وہ فقرات نقل کرکے جو ہماری اناجیل میں پائے جاتے ہیں۔ کوئی ذکر اس بات کا نہیں کیا کہ ان فقرات کا ماخذ کیا ہے۔ نہ ہی ہماری اناجیل کا نام لیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ فقرات وضعی تحریروں سے لیئے گئے ہوں۔ یقیناً وہ بہت پچھلے زمانہ کے ہیں۔ اور خواہ وہ وضعی ہوں یا کسی شخص وگنیشس نام کے اصلی خطوط ہوں اُن سے تو اس بات کی کوئی تائید ہوتی ہے کہ جن واقعات کا اناجیل میں ذکر ہے وہ اُنکی قابل اعتبار شہادت ہیں۔ یا اسکی کہ اناجیل قابل اعتبار ہیں۔ نہ ہی اُن کے

مصنفوں کے سوال کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے۔

چارلس ڈی گورہم اور مسیح

چند الفاظ مسیح کے کمال اخلاق کی نسبت یہاں لکھے جاتے ہیں۔ نہ اس خواہش سے کہ کتاب میں کوئی ایسا امر داخل ہو جس پر بحث کا سلسلہ چلے۔ بلکہ صرف اس خیال کی تردید کے لیئے جو اکثر اوقات ظاہر کیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ایک دھندلا سا خیال بہت دلوں میں جاگزین ہے۔ کہ عیسائیت کا اخلاقی پہلو پورے طور پر اس کے چھوٹے چھوٹے اخلاقی فقروں سے ظاہر نہیں ہوتا جن کے متعلق اب یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان کی اصلیت کچھ نہیں بلکہ یہ کہ اس مذہب کی اصل حقیقت نے ایک ایسی شخصیت کے اندر شکل اختیار کی ہے جس کی اخلاقی عظمت کو دنیا میں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ انسانیت اور خدائی کے اس بے نظیر اور کامل اتحاد سے یسوع مسیح کا کمال اخلاق اس کے مذہب کی فوق الطاقت اصلیت کی بہترین شہادت ہے۔

یہاں اس قدر اشارہ کر دینا ناموزون نہیں کہ خود چاروں انجیلوں کی شہادت پر یہ نتیجہ قابل تسلیم نہیں ٹھیرتا۔ اگر ہم اس ہالہ کی جو روایات قومی نے یسوع مسیح کے سارے افعال اور اقوال کے گرد بنا دیا ہے پروا نہ کریں۔ تو معلوم ہو گا کہ وہ انسانی کمال کے بھی اعلےٰ سے اعلےٰ مراتب تک نہیں پہنچ سکے۔ پھر انصاف کی نگہ سے کس طرح انھیں خدائی کا حقدار ٹھیرایا جاسکتا ہے؟ اگر ہم الفاظ کے معمولی اور سادہ معنے لیں تو اناجیل کے مختلف فقرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی کے قدرتی جذبات کی طرف سے وہ کسی قدر لاپرواہ تھے (دیکھو متی ۱۰: ۳۷۔ لوقا ۲: ۴۹ ۸: ۱) بلکہ یہاں تک کہدیا کہ میں گھروں کے اندر فساد ڈلوانے آیا ہوں (متی ۱۰: ۳۴-۳۶) اور کہ کم از کم ایک موقعہ پر اُنھوں نے اپنی ماں کے ساتھ نامناسب سلوک کیا (یوحنا ۲: ۴) بہت دفعہ اُنھوں نے ایسے احکام دیئے جو بجائے حکیمانہ یا عملی ہونے کے زیادہ تر وہمی سے معلوم ہوتے ہیں اس کی مثالیں بھی دیجا سکتی ہیں۔ مثلاً بدی کے مقابلہ سے اس قدر گریز کرنا کہ جس سے ظلم دنیا میں بڑھے۔ یا مثلاً خیرات کے معاملہ میں بلاتمیز موقعہ زور دینا۔ اُنھوں نے ایک اپنے دوست کو

مرنے دیا۔ جب قصہ کے مطابق ان کو طاقت تھی کہ موت کی تکلیف ان پر وارد ہونے سے اسے
بچا سکیں اور اس کی بہن کو ایک تلخ غم سے بچا سکیں اور پھر اپنے شاگردوں کو کہا کہ اس دوست
کی بیماری مہلک ثابت نہ ہو گی۔ حالانکہ ان کو ضرور علم ہو گا کہ اس بیماری کا نتیجہ موت ہے (یوحنا)
بعض وقت وہ مباحثہ میں اس قدر جوش میں آجاتے تھے کہ ایک موقعہ پر ان لوگوں کو جنکے متعلق
یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اس کے اپنے پیروؤں میں تھے۔ یہ کہدیا کہ ان کا باپ خدا نہیں۔ بلکہ
شیطان ہے۔ (یوحنا ۸: ۳۱ و ۴۴)+

اُن کو اس بات پر بھی ایمان تھا۔ جو بڑی نقصان دہ ثابت ہوئی ہے کہ جن بھی انسانوں پر
متصرف ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے دوزخ کا مسئلہ اس طرح پر بیان کیا جس سے طبیعت متنفر ہوتی
ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے عام وعظوں کو کسی قدر تاریک کر دیتے تھے۔ تاکہ سُننے والے
ان سے پورا فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ ایک بھی نقص کمال کے دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے
مگر ہم نے یہاں چند نقصوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اگر اناجیل کو صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ نقص ایسے
نہیں کہ انھیں خفیف اور معمولی سمجھا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ کتابیں جن میں اُن واقعات
کا ذکر ہے پوری قابل اعتبار نہ سمجھی جائیں۔ اور ممکن ہے ان کے اندر تغیرات راہ پا گئے ہوں۔
لیکن اگر اس بات کو درست مانا جائے تو پھر یہ دعوے کہ یہ کتابیں الہامی ہیں باطل ہو جاتا ہے۔
اور اگر اس دعوے کو غلط مانا جائے تو پھر اس بات کی شہادت کیا رہ جاتی ہے کہ یسوع مسیح کی زندگی
ایک خدائی اور فوق القدرت تحریک تھی۔ اس مسئلہ کی کیا وقعت باقی رہ سکتی ہے جو مشتبہ تحریروں
کی بنیاد پر کامل انسانیت اور کامل خدائی ایک ایسے انسان کی طرف منسوب کرے جس نے خود
انہی تحریروں کے مطابق نہ ایک کا ثبوت اپنے اندر دیا نہ دوسرے کا +

پھر کمال انسانی یہ چاہتا ہے کہ انسانی فطرت کے سارے قوےٰ کا کامل نشو و نما ہو۔ خواہ وہ
ذہنی قوائے ہوں خواہ اخلاقی۔ اب اگر اخلاقی کمال کو خوش اعتقادی سے مان بھی لیا جائے
تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ قوائے ذہنی کے لحاظ سے بھی یسوع مسیح کامل ترین انسان تھا۔
پھر ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ بالخصوص اس لیئے کہ اس دلیل کو ایک عیسائی مصنف
نے بدھ کے کمال اخلاقی کی تردید میں استعمال کیا ہے۔ ایک انسانی زندگی کے جو تیس اور چالیس

سال کے درمیان تھے۔ حالات میں سے اناجیل اگر کچھ ذکر بھی کرتی ہیں تو صرف تین سال کے واقعات کا اور وہ بھی نامکمل طور پر۔ اس بات پر یقین کامل کرنے کی کیا وجوہات ہیں کہ اس زمانہ میں جس کی کوئی یادداشت باقی نہیں ملتی مسیح نے کوئی کمزوری نہ دکھائی تھی + یہ باتیں صرف یہ ظاہر کرنے کے لیئے لکھی گئی ہیں۔ کہ عیسائیت کی اخلاقی تعلیم کا صحیح اندازہ لگانے میں بانی مذہب کے متدعویہ کمال کیرکٹر کو یوں ہی چھوڑا نہیں گیا +

اسلام و عیسائیت

اعتراف کی گردن خم ہوگئی

اسلام اور عیسائیت پر حال میں بمقام لندن ایک دلچسپ مباحثہ ہوا ہے۔ اس کی مختصر کیفیت کسی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکی ہے۔ جلسہ کے صدر مسٹر اے یوسف علی سابق آئی سی۔ ایس تھے۔ مباحثہ کا افتتاح مسٹر سی۔ ایف رانڈر نے کیا۔ مسٹر موصوف نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ " باشندگان انگلستان کو اپنی مادری تہذیب پر بہت ناز ہے۔ لیکن وہ اِس بات کو بھول گئے ہیں کہ اس تہذیب کا آفتاب یورپ کے مطلع پر حال ہی میں طلوع ہوا ہے تاریخ عالم میں نہ سہی۔ گذشتہ چند صدیوں میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ سرزمین ایشیا کو ایشیائے یورپ کے دو پاٹوں کی رگڑ میں آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لیئے ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ایشیائیوں اور دنیا کی تمام رنگ دار اقوام کے مذہب سے واقفیت پیدا کریں اور بحیثیت ایک عیسائی کے مجھے اس کے کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے۔ کہ اسلام کے متعلق ایک ملک میں شدید غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔ عامۃ الناس اس سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ اور حیرت ہے کہ وہ جہالت کی تاریکی سے پیچھا چھڑانے کے لیئے کوئی کوشش نہیں کیا کرتے "

ہم کو مسٹر موصوف کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے۔ واقع میں اگر اہل یورپ اور بالخصوص اہل انگلستان ایشیائیوں اور خاص کر مسلمانوں کی اصلی حالت وحیثیت کو کماحقہ طور پر

پہچانیں اور ان کے جو احسانات مغربیوں پر ہیں۔ ان کو عمیق نگاہوں سے دیکھیں تو بہت سے بین الاقوامی تنازعات کا تصفیہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔

انگلستان کے ماتحت دس کروڑ مسلمان آباد ہیں جن میں سے سات کروڑ صرف ہندوستان میں ہیں۔ اگر انگلستان کے باشندے ان کے جذبات وحسیات کا انصاف اور دلسوزی سے مطالعہ کریں اور ان کا احترام بھی کریں۔ تو دولت برطانیہ کی سطوت وصولت میں چار چاند لگ جائیں اور اس سلطنت کو وہ تقویت اور پیوستگی حاصل ہو جو اور کسی حکومت کو حاصل نہیں ہے لیکن حیف ہے کہ ظاہر پرست لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں اور اسکے نتائج اظہر من الشمس ہیں۔

مسٹر موصوف نے کہا۔ کہ "اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عیسائیت سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے یہودی جناب مسیح کی نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ مگر مسلمان ان کو انبیاء اربعہ میں سے سمجھتے ہیں پس ایک ایسے مذہب کی اصلیت کو سمجھنا جو علاوہ اس قریبی تعلق کے برّ اعظم افریقہ میں بڑی سرعت سے پھیلتا جاتا ہے۔ اور جس نے دنیا کو ایک بے نظیر تہذیب بخشی ہے۔ ہر ایک انگریز کا فرض اوّلین ہونا چاہیئے۔ اس ملک (انگلستان) کے پیشوایانِ دین اس حقیقت پر غم کے آنسو بہایا کرتے ہیں کہ افریقہ میں اسلام بہ نسبت عیسائیت کے زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ شائد وہ اس امر سے آگاہ نہیں ہیں۔ کہ اس سرعت رفتار کی وجہ اس کی سادگی میں مضمر ہے۔ کیونکہ عقائد اسلام عیسائیت کی نسبت بہت کم پیچیدہ ہیں۔ اس نے جو ضابطہ حیات انسانی کے لیئے بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے وہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور یہی ایک بڑی وجہ افریقہ میں اس کی سبک رفتاری کی ہے"۔

اسلام مفسرین یورپ کی شہادت کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے اصول وآئین کی عظمت سادگی جو خود بخود دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔ اس کے دین الفطرۃ ہونے کی سب سے بڑی شہادۃ ہے۔ لیکن مسلمانوں کو شرم آنی چاہیئے کہ وہ اس چشمۂ آبِ زلال کو اپنی خود غرضی کی آلائیشوں سے گدلا کر رہے ہیں۔ اور اپنے اعمال وافعال سے اسلام کا ایک ایسا نمونہ دنیا کے روبرو پیش کر رہے ہیں جس کو دیکھ کر کوئی شخص ان شہادتوں پر یقین نہیں کر سکتا۔ مسلمان غور کریں کہ ایک نامسلم کس پیرایہ میں اسلام کی صداقت کو دنیائے عیسائیت میں نمایاں کر رہا ہے جب وہ

بعد حسرت وافسوس کہتا ہے کہ "موجودہ جنگ میں ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے کہ انسان اپنے ملک کے فائدے کے لیئے خواہ کتنا ہی زبون طرزعمل کیوں نہ اختیار کرے وہ ایسا کرنے میں بالکل حق بجانب ہے اور ایسے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ جو اس اصول کی پیروی کا میلان رکھتے ہیں۔ لیکن کیا ایک فعل جو فطرۃً خراب ہے۔ اس وجہ سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کا کرنیوالا ایک مدبر سیاست ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی نظارہ قابل افسوس ہو سکتا ہے۔ کہ جنگ سے پیشتر ایک ملک (جرمنی) کے ماہران سیاست دُوسرے ملک کے ملازموں کو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے۔ حلف توڑنے اور رشوت لے کر اپنے ملک کے رازہائے سربستہ کو طشت از بام کرنے کے لیئے ورغلاتے تھے"۔

مسٹر رائنڈر کا خیال ہے کہ اگر تمام اقوام عالم ایک دُوسرے کے مذہب اور فلسفہ کو سمجھنے کی اچھی طرح کوشش کریں تو بین الاقوامی اخلاقیات کی ایک ایسی سکیم وضع کر سکتے ہیں۔ جس سے اس قسم کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سکیم بجز اسلام کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ جو احکم الحاکمین نے تمام قوموں۔ تمام زبانوں اور تمام حالتوں کیلیئے بنائی ہے +

رائنڈر صاحب کی تقریر کے بعد چند اور مقررین نے بھی تقریریں کیں۔ مسٹر اوڈانل نے کہا۔ کہ بحیثیت ایک کیتھولک عیسائی ہونے کے بہ نسبت پراٹسٹنٹوں کے ان کی ہمدردی اسلام کے ساتھ زیادہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں پراٹسٹنٹ مذہب کی نسبت اسلام کے اصول و عقائد زیادہ قابل تعریف ہیں +

مسٹر البقری نے ایک سوال کے جواب میں بیان کیا۔ کہ اسلام نے محدود کثرت ازدواج کی اجازت ان برائیوں کو روکنے کے لیئے دی ہے۔ جو مسیحی ممالک میں عام طور پر پائی جاتی ہیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک معقول و شائستہ مذہب ہے۔ اور ان قیود و پابندیوں کے لحاظ سے جو اسلام نے عائد کی ہیں۔ کثرت ازدواج کے اصول سے وہ تمام اقوام فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ جن کے مردوں کی کثیر تعداد ضائع ہو رہی ہے۔ مسٹر موصوف نے اسلام سے انگلستان کے عیسائیوں کی عدم واقفیت پر اظہار افسوس کیا +

مسٹر بقری کے مشاہدہ کی نسبت ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام چونکہ آخری

دین فطری ہے۔ اور انسانی زندگی کی تمام منازل اور تمام ضرورتوں پر حاوی ہے۔ اس لیئے اس کا ہر ایک اصول خواہ وہ بادی النظر میں بعض اوقات کتنا ہی فضول اور غیر ضروری معلوم ہوتا ہو۔ دراصل کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ مسئلہ کثرت ازدواج اس کی ایک نمایاں مثال ہے جس پر نکتہ چین طبائع ہمیشہ معترض رہی ہیں۔ لیکن جس کی ضرورت اب پورے زور کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے۔

مسٹر ڈڈلے رائیٹ نے اپنی تقریر میں بتلایا۔ کہ اسلام سے انگلستان کے عیسائیوں کی عدم واقفیت اس وقت تک برابر قائم رہے گی۔ جب تک کہ ان کی معلومات کا سرچشمہ متعصب عیسائی مصنفین ہیں اور جب تک وہ اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کرنے کے لیئے اسلامی مصنفین کے افادات سے استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے +

پادری اے۔ گریہم بارٹن نے کہا۔ کہ مہذب دنیا اسلام کی ایک بڑی حد تک مرہون منت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسے وقت میں مبعوث ہوئے جبکہ عیسائیوں کا کیتھولک فرقہ انحطاط کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ پادری صاحب نے توقع ظاہر کی کہ تمام عیسائی اسلام کو بطور ایک عظیم الشان طاقت کے دیکھیں گے جو دنیا کو نفع کثیر پہنچا رہی ہے۔ اسلام کے بغیر دنیا اس قدر نیک اور اچھی نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ اب ہے +

ہماری دعا ہے کہ پادری صاحب کی گردن اسلام کے آگے جھکی ہے۔ تو خدا کرے اسلام کے آگے اُن کی جبین بھی خاک آلود ہو جیسی کہ دنیا کے تیس چالیس کروڑ انسانوں کی ہوتی ہے۔ اور اُن کا دل بھی رب العالمین کے حمد کے ترانے گائے۔ کہ اسلام زبان اور دل کی مکمل اطاعت چاہتا ہے +

ووکنگ کے اسلامی مشن کی ششماہی رپورٹ

ذیل میں ہم قارئین کرام کی توجہ کے لیئے اس رپورٹ کو درج کرتے ہیں جس میں ووکنگ کے اسلامی مشن کے صرف ایک ہفتہ کا کام دکھایا گیا ہے۔ یعنی خرچ مہمانداری اور جو ابھی ہمیں مولینا مولوی صدر الدین

صاحب امام مسجد ووکنگ کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

"اشاعت اسلام کا کام جس قدر اہم تھا۔ اسی قدر اس کی طرف سے مسلمان ابتک غافل ہیں اس غفلت کی ایک وجہ تو وہی مسلمانوں کی عام حالت خوابیدگی ہے جو ان کے سب کاموں میں پائی جاتی ہے۔ ان کو اپنی قومی زندگی کا اصلی احساس باقی نہیں رہا الا ماشاء اللہ اور نہ کبھی وہ اس طرف متوجہ ہونا پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ حالت جس کو موت کے نام سے تعبیر کرنا چاہیئے کس طرح روز بروز ان پر اپنا اثر ڈالتی جا رہی ہے۔ زبان سے وہ بے شک سب کچھ بننے کے مدعی ہیں۔ مگر عملی حالت نہایت گری ہوئی ہے۔ اس بات پر تو لڑنے مرنے کو تیار ہیں کہ کوئی شخص قرآن کریم کے ایک لفظ بلکہ حرف کے بھی منجانب اللہ ہونے اور انسان کے لئے باعث فلاح ہونے سے انکار کرے۔ لیکن عملی دیکھو تو قرآن کے لئے حصہ پر ایمان نظر نہیں آتا۔ بہرحال یہ بھی ایک مبارک علامت ہے کہ وہ منہ سے قرآن کریم کے پاک ارشادات کو اپنے لیئے نجات اخروی ہی نہیں بلکہ فلاح دنیوی کا بھی اصل ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جس بنیاد پر ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہو سکتی ہے وہ ابھی قائم ہے۔ اور ضرورت ہے تھوڑی سی توجہ اور تھوڑی سی کوشش کی۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ جو کچھ منہ سے کہا جاتا ہے اس پر عمل کر کے دکھایا جائے۔ یہ تو ایک پہلو غفلت کا ہے۔ لیکن ایک اور بڑی وجہ کم توجہی کی یہ بھی ہو گئی ہے کہ اشاعت اسلام کی تحریک کو کچھ لوگوں نے مشغلہ بنا رکھا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ اس اُمت کے آئمہ اور اولیائے کرام کی زندگیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ اشاعت اسلام کے کام کے اہل وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو پہلے نہ صرف اپنے مال و جان کو خدا کی راہ میں یعنی اشاعت اسلام کے لیئے قربان کرنے کے لیئے تیار ہو چکے ہوں۔ بلکہ واقعی طور پر اس کوچہ میں قدم رکھ کر اپنی اہلیت کا ثبوت بھی دے چکے ہوں۔ لیکن آئے دن جو تحریکات پیدا ہو تی اور مر جاتی ہے ان کی وجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ جو کہیں اس کام کی اہمیت پر پہلے غور نہیں کرتے اور نہ شاید خود اس قدر قربانی کرنے کے لیئے تیار ہو چکے ہوتے ہیں جس کی ضرورت اس کام کے لیئے ہے۔

ان اور بعض اور وجوہ سے مسلمان اس وقت اپنے دین کی تبلیغ کے کام میں سب قوموں سے پیچھے رہے ہوئے ہیں۔ وہ جن کو امام اور پیشرو بنایا گیا تھا لتکونوا شہداء علی الناس۔ وہ جن کو دنیا کی سب سے افضل قوم قرار دیا گیا تھا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ وہ آج اپنے فرض

سے عملاً اس قدر غافل ہیں کہ اس جد و جہد میں جو قومی زندگی کے لیئے ہے۔ نہ صرف سب سے پیچھے ہی ہیں بلکہ اس قدر پیچھے ہیں کہ دُنیا کی پیشروی اور امامت کے منصب کا خیال بھی اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ کاش کم از کم اس غرض کو تو نہ بھلا دیا ہوتا اور اس قدر ہمت تو نہ ہار دی ہوتی کہ اُٹھنے کی اُمنگ بھی جاتی رہتی۔ غور کے قابل بات ہے کہ اگر ووکنگ کے اسلامی مشن کو صرف ہندوستان کی کوشش کا ہی نتیجہ قرار دیا جائے تو چھ کروڑ مسلمانوں کا اس کو موجودہ حالت میں چھوڑنا۔ کہ اسکی زندگی کا انحصار صرف اِس بات پر ہو کہ ایک شخص جو اپنے دل اور دماغ کو غیر مسلموں پر خرچ کر کے اُن کو اسلام کی طرف لا سکتا ہے۔ صرف مسلمانوں کو بیدار کرنے پر لگا رہے۔ کیسا قابل افسوس امر ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ جو لوگ اس بات کے اہل ثابت ہو چکے ہیں کہ وہ اسلام کے پاک چہرہ کی اصلی خوبصورتی لوگوں کو دکھا کر ان کو اسلام کا شیدا بنا سکتے ہیں۔ انھیں اور دھندوں سے بالکل فارغ کر دیا جاتا۔ مگر جب تک کچھ اور لوگ ایسے پیدا نہ ہو جائیں جو اخراجات مشن کا فکر اسی طرح رکھتے ہوں جس طرح اپنے ذاتی اخراجات کا فکر ایک ہی آدمی کو کئی کام کرنے پڑتے ہیں ؛

جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مشن میں ہو چکا ہے۔ بلحاظ اس کوشش کے جو اُس کے لیئے لگی گئی ہے ایک عظیم الشان کامیابی ہے۔ لیکن اس کام کو سامنے رکھ کر جو ابھی ہم نے کرنا ہے۔ وہ ابھی کچھ بھی نہیں۔ اس وقت کی تیاری کے لیئے جب اس چھوٹے سے پودے کی شاخیں دور دور کے ملکوں میں پھیل جائیں۔ ہمیں ایک بڑا وسیع لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیئے ضرورت ہے کہ کئی آدمیوں کے دل اور دماغ محض اس لٹریچر کے پیدا کرنے پر لگے رہیں۔ اور پھر ایک حد تک اس لٹریچر کی مفت اشاعت کا انتظام بھی ہونا ضروری ہے۔ ایسے آدمیوں کا پیدا ہونا پھر ان کو یہ توفیق ملنا کہ وہ اپنی قوتوں کو بجائے اور اشتغال کے اس کام پر لگا دیں۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ لیکن جس قدر آدمی بھی اس وقت کام کرنے والے ہیں۔ اُن کے نفس اس طرف لگا رہنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں جو نہ صرف اپنے اموال میں سے ہی ایک معین حصہ اس کام پر خرچ کرنے والے ہوں۔ بلکہ دُوسروں کو بھی بیدار کرنے والے ہوں کہ وہ اس کام میں حصہ لیں۔ اکثر لوگ جو کچھ اشاعت اسلام کے لیئے دیتے بھی ہیں تو تھوڑا دے کر ہاتھ روک لیتے ہیں۔ اور اعطے قلیلا واکدی کا مصداق اپنے آپ کو بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے تھا

کہ جس قدر کام ترقی کر رہا تھا اسی قدر بالمقابل اس کے لیئے سامان کے فراہمی کی کوشش کو بھی بڑھایا جاتا۔ ناظرین رسالہ رپورٹ کو پڑھ کر دیکھ سکتے ہیں کہ کس قدر اخراجات صرف مہمانداری کے ہیں۔ اور یہ محض اخراجات مشن کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے۔ اگر رسالہ کے خریداروں میں سے جن کو اس کام کے حالات سے اطلاع ہے ایک سو آدمی بھی یہ کرلے کہ وہ اس اسلامی مشن کے واسطے فنڈ مہیا کرنے کے لیئے کمربستہ ہو جائیں تو مشن کے مہتمم ادھر سے فارغ البال ہو کر کلیتہ دوسرے کام میں لگ سکتے ہیں ÷

مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی چٹھی سے یہ بھی واضح ہوگا۔ کہ مولوی صاحب موصوف اب واپس تشریف لاتے ہیں اور اسی غرض کے لیئے جناب خواجہ کمال الدین صاحب ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ولایت تشریف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان ہر دو صاحبوں کا حافظ و ناصر ہو جناب خواجہ صاحب کی غیر حاضری میں مولوی صدرالدین صاحب نے کام کو کس قابلیت سے چلایا ہے وہ اس سے عیاں ہے کہ چالیس پچاس نومسلموں سے ڈیڑھ سو تک نومسلموں کی تعداد اس اثناء میں پہنچ گئی ہے۔ اور بعض سالم کے سالم خاندان مسلمان ہو چکے ہیں۔ گویا خواجہ صاحب اپنی واپسی پر کام کو چہار چند پائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اب ہم ذیل میں مولوی صدرالدین صاحب کی چٹھی درج کرتے ہیں" ÷ (ایڈیٹر اشاعت اسلام)

مسجد ووکنگ کی تازہ ڈاک

(انگلستان میں اشاعت اسلام۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

مخدومی مکرمی معظمی سلکم اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ :۔ یہ شاید آخری چٹھی ہے جو میں یہاں سے جناب کی خدمت میں لکھتا ہوں۔ عید الفطر قریب آرہی ہے۔ اس مبارک دن کے بعد میں غالباً اپنی واپسی کی طیاری کردوں گا۔ یہ پانچویں عید ہوگی۔ جو میرے ایام قیام میں مجھے یہاں نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالےٰ نے مسجد شاہجہان ووکنگ میں پہلی نماز عید اور

خطبہ میرے مقتدی میں رکھا تھا اور اس کے بعد متواتر پانچویں عید ہوگی جس کی خوشی مجھے انشاء اللہ میسر آئے گی۔ میں اپنی واپسی میں اپنے اندر بڑا سرور پاتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے میرے زمانہ قیام میں یہاں بہت سے پہلوؤں سے ترقی کے سامان بہم پہنچائے۔ جہاں تک میں اس میں اپنی کوشش کا حصہ دیکھتا ہوں۔ وہ بہت ہی کم ہے۔ جہاں تک میں اپنی استعداد پر نظر ڈالتا ہوں وہ بہت ہی تھوڑی ہے۔ اس لیئے میں تو کسی تعریف کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالےٰ بڑی حمد کا مستحق ہے جس نے محض ذرہ نوازی سے اس کام کو جو اس کا اپنا ہے فروغ دیا۔ اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ رنگ نہ تھا جو اس نے جما دیا۔ اب ہم سب مسلمانوں کی متفقہ کوشش بکار ہے۔ اس باغ کی آبیاری کے لیئے جس میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ پودہ اگ چکا ہے۔ علاوہ ازیں سرزمین انگلستان میں چونکہ علم و تہذیب موجود ہے۔ اور تمام نہیں تو اکثر لوگ آزاد دل و دماغ رکھتے ہیں۔ جو معقولیت پسند ہیں۔ اس لیئے اسلام جو فطری مذہب ہے۔ اسلام جس کے معقول ہونے کے متعلق حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کا اعلان فرمایا۔ اسلام جس کے خدا کو بار بار الحکیم بیان فرمایا اور خاتم الکتب کو الفرقان اور الحکیم کے ناموں سے مکرر یاد فرمایا۔ کیوں یہ مذہب اس مہذب اور معقول پسند کے لیئے مقبول نہ ہو۔ عیسائیت کی الجھن تو کوئی سلجھا نہیں سکتا۔ ایک بچہ بھی ایسی تعلیم کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جو تلقین کرتی ہو کہ تین برابر ایک ہوتے ہیں اور ایک برابر تین کے ہوتے ہیں یا کسی کا سر پھوڑ دینے سے تمام دنیا کے گناہ مٹ جاتے ہیں تو پڑھے لکھے لوگ کیسے ان اصولوں کے پابند ہوں۔ میں سمجھتا ہوں پادری صاحبان کی ایسی تلقینوں نے یہاں کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم کے لیئے طیار کر رکھا ہے۔ اور کثرت سے ایسے لوگ یہاں ہیں جو مسلمان ہیں پر جانتے نہیں کہ اسلام دنیا میں کوئی مذہب ہے اور وہ فطرت انسانی کے مطابق اور عقل خداداد کے موافق ہے۔ لفظ اسلام سے تو وہ واقف ہیں۔ لیکن اس کے معنی ان کے ہاں حضرت رسول کریم صلعم کی پوجا۔ زیادہ بیویاں کرنا وحشی طرز و طریق کا عادی ہونا ہے۔ ایسے لوگوں سے جب کبھی گفتگو کا موقعہ ہوتا ہے۔ تو بڑے امید افزا انکشافات ہوتے ہیں۔ اور ان کو خود حیرت ہوتی ہے کہ اسلام ان کے فطری خیالات کا فوٹو ہے۔ اور کیوں دغاباز لوگوں نے اسلام کو ایک گھنونی شکل میں پیش کیا پچھلے ہفتہ مجھے انتشار ہر دو جگہ ... اور جن اتنین سے گفتگو کا موقع ملا۔ ان میں سے اکثر عیسائیت

سے بیزار اور انجیل نے اسلام کے قایل تھے۔ بعض اوقات ان حالات کو دیکھ کر اپنے اوپر افسوس آتا ہے کہ ہم اس وقت اتنا بھی تو نہیں کر سکتے کہ وہ لوگ جو بالکل اسلام کے قریب آئے ہوئے ہیں اُن کو اسلام کی ندا پہنچانے کا انتظام کر دیں۔ میں جمیع مسلمانانِ ہند کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ کہ اس طرف ضرور توجہ کریں۔ آپ بہت جلد قلوب پر اپنا تسلط جما سکتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کا کام آپ کے آباو اجداد کا مایہ ناز تھا۔ اسی سے اُنھوں نے ترقیاں کیں۔ اسی سے انھوں نے دوسری اقوام سے سچی ہمدردی کی۔ اسی سے اُنھوں نے ہمیشہ کے لیئے بہت سے ممالک کو مرہون منت کر لیا اب وقت ہے آپ لوگ اِس طرف توجہ کریں اور بڑے زور سے کریں۔ اس جزیرہ میں آپ کی الٰہی کوشش کے لیئے بہت بڑا میدان ہے۔ میں اس چیٹھی کے ساتھ ایک نقشہ شامل کرتا ہوں۔ جو جناب کو پتہ دے گا۔ کہ اس ششماہی میں قریباً تین ہزار آدمی نے ہمارے ہاں کھانا کھایا۔ [illegible] ہندی انگریزی مسلم اور غیر مسلم۔ ایرانی۔ مصری اور بعض دوسرے یورپی اقوام کے زائرین تھے اس سے نہ صرف آپ کو اس امر کا اندازہ لگانے کا موقعہ ملتا ہے کہ مسجد شاہجہان ووکنگ کو کس قدر خدائے تعالےٰ نے مقبولیت بخشی ہے۔ مسجد جب نمازیوں سے پُر ہو جاتی ہے تو بے اختیار خدا تعالیٰ کی تقدیس تسبیح کرنی پڑتی ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے درود زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس امر کا بھی کہ یہ مشن کس نہج پر چل رہا ہے۔ اور کس قدر بڑھے ہوئے اخراجات کا اس کو انتظام کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں ایک شخص کے اسلام قبول کرنے کی خبر بھی ابلاغ خدمت کرتا ہوں۔ یہ بزرگ نائیجیریا کے ہیں۔ بڑے اخلاص سے اُنھوں نے اپنے اسلام کا اعلان بھیجا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کا اسلام قبول کرے اور ان کو استقامت عطا فرمائے۔ ان کا اسلامی نام مسٹر ہارون ہمنتہ ہوگا۔ اللھم زد فزد۔ والسلام

نقشہ ششماہی اوّل بابت لنگر خانہ مسجد ووکنگ

جس سے معلوم ہوتا ہے کس قدر لوگوں نے یہاں کھانا تناول فرمایا

(از ابتدائے جنوری ۱۹۱۶ء لغایت ۳۰ جون ۱۹۱۶ء)

نام ماہ	بوقت صبح	بوقت دوپہر	بوقت شام چار	رات کا کھانا	رات کو شب باش ہوئے	تعداد مردمان جو اتوار کے دن ٹھہرے
جنوری ۱۹۱۶ء	۶۰	۸۰	۱۸۲	۲۰۰	۶۱	۱۳۵
فروری ۱۹۱۶ء	۲۷	۴۵	۱۱۸	۱۳۱	۲۷	۱۳۰
مارچ ۱۹۱۶ء	۳۱	۶۰	۱۶۴	۱۷۹	۳۱	۱۵۰
اپریل ۱۹۱۶ء	۵۹	۹۷	۲۲۵	۲۴۱	۵۹	۱۸۰
مئی ۱۹۱۶ء	۶۴	۱۱۹	۲۳۴	۲۵۳	۶۴	۱۵۵
جون ۱۹۱۶ء	۴۸	۵۵	۱۵۵	۱۰۷	۴۸	۱۴۴
کل میزان	۲۸۹	۴۵۶	۱۰۷۸	۱۱۶۸	۲۸۰	۸۹۴

کل تعداد مردمان جنھوں نے کھانا کھایا ۱۰۹ ہے۔ صدر الدین امام مسجد ووکنگ۔

عورت کی حالت مختلف مذاہبی اور تمدنی قوانین کے ماتحت

نمبر۲

(از قدوائی)

مختلف مذاہب کے قوانین کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ایک مدت مدید تک ذلت کی حالت میں رہی۔ دُنیا کے چار ممتاز مذاہب میں سے جن سے مراد بدھ یہودی عیسائی اور اسلام کا مذہب ہے۔ موخر الذکر نے ہی جو خاتم المذاہب تھا عورت کی عزت اور مساوات کے حقوق دیئے +

(بدھ مذہب)

بُدھ مذہب کی تعلیم اخلاقی حیثیت سے نہایت ہی اعلےٰ پایہ کی تعلیم ہے۔ لیکن باوجود تخیل اور اخلاق کی بلندی کے عورت کے حق میں جو کچھ بھی کہا نامناسب کہا۔ مہاتما بدھ جو کہ بُدھ مذہب کے بانی ہیں اور جنھیں کمالات انسانی کا ایک اکمل ترین نمونہ بتایا جاتا ہے

اُنھوں نے بھی حصول کمال اور زن و شوہر کے تعلقات میں اتنا بُعد اور تناقض دیکھا کہ اپنی بیویوں تک سے تعلق قطع کر دیا۔ بجائے اس کے کہ عورت کو ان کمالات انسانی کے حصول میں ممد بلکہ اسکو اور ذرائع کی طرح ایک ذریعہ تصور کیا جاتا۔ برخلاف اس کے ان کے تعلقات کو ایسی زندگی کے لیئے روک اور ان کے میل جول کو اس کے لیئے سم قاتل سمجھا گیا۔ عورت کو نروان حاصل ہو جاوے۔ اس کا تو کیا امکان اس بیچاری سے تعلق رکھ کر مرد بھی نجات اور فلاح کے دروازوں کو اپنے اُوپر بند کر لیتے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بُدھ اور عیسائی مذہب دونوں کے بانی ایک اعجازی رنگ میں پیدا ہوئے۔ ان کی بابت دعوے ہے کہ ان کی ولادت میں مرد کا کوئی حصّہ نہ تھا۔ عورت ہی اُن کے کمالات کا باعث ہوئی۔ اور پھر انہی دونوں مذاہب میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کے حقوق کو نہایت ہی بے پروا ہی سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ عورت بلا شرکت مرد انکی ملادت کا باعث ہوئی اور اُن میں امتیازی کیفیات اور کمالات پیدا کر دیں۔ اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ یہی امر ان کے اعزاز اور احترام کا سبب ٹھیرتا۔ لیکن ہم ان دونوں مذاہب کا طرزِ عمل اُس کے برخلاف پاتے ہیں۔ مہا اور مریم کو ایک گونہ شرف اور اعزاز دیا گیا۔ لیکن یہ احترام اُن کی ذات تک محدود رہا جنس عورت وہی ذلیل کی ذلیل رہی۔ تجرّد کی تعلیم دونوں نے دی تمثیلی رنگ میں بُدھ اور عیسائی مذہب کو پرانی مشرک اقوام سے ایک مشابہت اور نسبت ہے اور وہ اس بات میں کہ ان اقوام کے دیوتا سب کے سب عورتیں ہی تھیں ایک طرف تو عورت کو ایک گونہ معبودیت کا شرف دے رکھا تھا۔ اور دُوسری جانب عورت کو اتنا ذلیل کہ جہاں قربانی کی ضرورت پڑتی عورتوں اور لڑکیوں کو سامنے کر دیا۔ یہی حالت ان مذاہب کی ہے۔ ایک طرف تو بدھ اور مسیح کی والدہ کو کمال درجہ کا احترام دے رکھا ہے اور دُوسری طرف ان کی جنس سے اتنی نفرت اور اجتناب کی تعلیم دی ہے کہ خدا کی پناہ۔

مہاتما بدھ کی شخصیت ایک اعلےٰ زندگی کا نمونہ تھی۔ اس کی زندگی میں ایک خاص تاثیری رنگ تھا۔ اس کا مشن بہت ہی وسیع تھا۔ لیکن اُنھوں نے مسیح سے بھی عورتوں کے حقوق کو نظر انداز کرنے میں ایک قدم آگے رکھا۔ حضرت مسیح تو ابتدا سے مجرّد رہے۔ مہاتما نے اپنی منکوحہ بیبیوں کو بھی خیرباد کہا۔ برہمنوں کے اصوُل کے برخلاف بڑے استقلال اور

تن دہی سے اُنھوں نے جہاد کیا اور مساوات کی تعلیم دی۔ لیکن اس مساوات کو مردوں تک محدُود رکھا۔ عورتوں کو اس سے قطعاً محرُوم کر دیا۔ یہاں تک کہ جب ان کے ایک شاگرد انندا نے ان سے سوال کیا۔ کہ مہاتما ہم عورتوں سے کیسا برتاؤ رکھیں تو جواب میں کہا کہ انندا اُنھیں دیکھو تک نہیں۔ جب ان سے دوبارہ استفسار کیا کہ جو اتفاقاً نظر پڑ جاوے تو جواب میں فرمایا کہ چوکنے رہو۔ نظر پڑنے ہی نہ پاوے +

اُن کے اور منقولات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت کے تعلّقات کو وُہ ناپاک سمجھتے۔ ان کے نزدیک عورت اور مرد کے تعلّقات شہوانی بناء کے وہ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اس لیئے اُن سے مطلق احتراز کی تعلیم رہی اور اس پر بہت زور دیا چنانچہ ان کے منقولات میں مفصلّہ ذیل واقعہ درج ہے:۔

بھکھس بدھا کے پاس آیا اور سوال کیا۔ کہ آپ ان شرمانوں کے لیئے جنھوں نے دُنیا کو ترک کر دیا ہو۔ عورتوں کے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ عورتوں کو دیکھنے سے احتراز کرو۔ اگر کہیں تُمھاری نظر پڑ بھی جاوے تو اس درجہ کی بےاعتنائی کا اظہار کرو کہ گویا تم نے دیکھا ہی نہیں۔ اگر کہیں اُن سے بات چیت کا اتفاق ہو بھی جاوے تو شرمان کو چاہیئے کہ ہر حالت میں اس پھول کی مانند پاکیزہ رہے۔ جو مٹّی سے اُگتا ہے۔ لیکن مٹّی کی گندگیوں سے منزّہ ہوتا ہے۔ اگر عورت بُڑھیا ہو تو اُسے اپنی والدہ سمجھے۔ اگر جوان ہو تو ہمشیرہ تصوّر کرے۔ اگر چھوٹی ہو تو اُسے اپنا بچہ جانے شرمان نے جوُنہی عورت کو عورت کر کے چھُوا یا اُس سے اس حیثیت میں کسی قسم کا تعلّق رکھا اُس نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ اور ساکھی منی کے چیلوں میں سے خارج ہو گیا۔ شہوت کی حکومت انسان پر نہایت ہی زبردست ہے۔ اس کے مقابلہ میں راسخ عہد کی کمان اُٹھالو اور عقل کے تیر سے اُس کا مقابلہ کرو۔ پاکیزہ تخیّل کو اپنا خُود بنالو اور پکّے ارادہ سے اپنے حواس خمسہ کے برخلاف جہاد کرو۔ بدنظری سے بہتر ہے کہ تُمھاری آنکھ اندھی ہو۔ تمھارے لیئے جلاّد کی تلوار اور شیر کے مُنہ کے سامنے جانا بہتر ہے اس سے کہ تم کسی عورت سے تعلّق رکھو۔ عورت اپنے سنگار دکھاتی ہے۔ انداز اور میٹھی باتوں سے اپنا جال پھیلاتی ہے

لوگوں کے دلوں کو لبھاتی اور اُن پر قبضہ کرتی ہے۔ پس چاہیئے کہ تم ان سے بچو۔ ان کے آنسو تمہارے دشمن ہیں ان کی ہنسی زہر ہے۔ ان کے ناز و انداز جال کی رسیاں ہیں جن سے وُہ تمھیں پھانسنا چاہتی ہیں۔ پس میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے دل پر قابو رکھو اپنے خواہشات کی باگ اپنے ہاتھ سے جانے نہ دو۔

پروفیسر ویسٹرمارگ صاحب اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں کہ ایک بدھ مذہب کے پیرو کے نزدیک تمام امتحانوں سے مشکل امر تمام ابتلاؤں سے اشد ابتلا وہ جال ہے جو عورتیں پھیلاتی ہیں کیونکہ عورتوں ہیں وابستگی کے وہ تمام اسباب موجود ہیں۔ جو کہ دُنیاوی لوگوں کی فریفتگی کا باعث ہوتے ہیں۔ غالباً بدھ کے نزدیک عورت کی حیثیت میں پیدا ہونا ایسی ہی بدقسمتی کا نشان ہے جیسے برہمن کے خیال میں شودر پیدا ہونا۔ شودر اور برہمن کا جہاں سوال پیدا ہوا۔ وہاں اس نے مساوات کی تعلیم دی۔ جہاں برہمن کے لیئے یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ برہمن کے ہاں پیدا ہو وہاں بدھ نے یہ تعلیم دی۔ کہ نہیں مذہبی معلم کسی حیثیت کا انسان ہو۔ جونہی تعلیم حاصل کی قابل ہوُا۔ تب ہی برہمن بننے کا حقدار ٹھیر گیا۔ لیکن جہاں ہندو مذہب نے شادی کو لازمی ٹھیرایا وہاں بدھ مذہب نے تجرد اور رہبانیت کی تعلیم دی۔ لیکن انسانی فطرت بدھ کے ہاتھ میں نہ تھی۔ شادی فطرت کا ایک تقاضا ہے۔ تجرد ایک غیر فطری امر تھا۔ جس کا بوجھ ساکھی منی نے اپنے پیروؤں پر ڈالا۔ اس بوجھ کے لوگ دیر تک متحمل نہ رہ سکے۔ اور اب بدھ مذہب کے اکثر پیرو برخلاف اپنے مہاتما کے پُر زور حکم کے شادیاں کرتے اور تمدنی بسر کرتے ہیں۔ گویا کہ ایک گونہ اپنے مہاتما سے بڑھ کر قدم مارتے ہیں۔ کہ وہ تو اپنی نجات کو محال سمجھتے تھے۔ جب تک کہ عورت کے تعلقات سے کٹ نہ گئے۔ اور یہ لوگ جو اُن کے پیرو ہیں باوجود تزوج اور خانہ داری کے نروان تک پہنچ جاتے ہیں۔ یا کم از کم اس کے امکان کے قائل ہیں +

(ب) یہودیت اور عورت کی حالت

عورت ہونا ہی ایک بڑی ذلت ہے۔ یہ قول ہے جو مسٹر روڈول برنیٹوں کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے کا یہودی اپنی روزمرہ کی دعاؤں میں کہتا ہے۔ شکر ہے اے اللہ کہ تو نے مجھے عورت نہیں بنایا +

حضرت موسیٰ تشریعی نبیوں میں ایک اعلیٰ پایہ کے نبی تھے۔ لیکن عورتوں کو آزادی نہ دے سکے اسرائیلیوں کے نزدیک عورت کی قسم اور معاہدوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ جب تک والدین کی اجازت اور مرضی ان کے ساتھ نہ ہوتی۔ اُن کی منّتیں اور نذریں بھی رائگاں سمجھی جاتی تھیں (استثنا باب آیت) عورت کو ناپاک خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت سلیمان نے فرعون کی لڑکی کو داؤد کے شہر سے یہ کہکر نکال دیا کہ میری بیوی اسرائیلیوں کے بادشاہ داؤد کے گھر میں ہرگز نہ رہنے پاوے گی۔ کیونکہ اس میں خدا کا تحمل اترا تھا (دیکھو توریت)

پھر اناجیل نے عورت کی بابت جس خیال کو تورات سے اخذ کیا ہے۔ وہ بھی نہایت ہی ذلیل خیال ہے۔ پہلی عورت کی پیدائش مرد کی پسلیوں سے ہوئی۔ پھر وہی عورت مرد کے ہبوط کا باعث ہوئی۔ اُس نے ممنوع پھل توڑا۔ اُسے کھایا۔ آدم کے پیش کیا۔ اُس نے بھی عقل وشعور کے پھل سے کھایا۔ اور اس رنگ میں انسان کے گناہ کی ابتداء عورت ہی سے ہوئی۔ ان کا گمان ہے۔ ہماری تمام مصایب ہمارے تمام دُکھ۔ تمام اشکال اور مشقتیں ہماری والدہ یعنی حوّا سے ورثہ میں ملیں۔ اگر وہ باعث نہ ٹھیرتی تو آدم کبھی جنت سے نہ نکالا جاتا۔ اگر وہ ممنوع پھل کو نہ کھاتی تو فطری گناہ کی مہر انسان کے ماتھے پر کبھی نہ لگتی۔ اگر اس قصّہ کو اسی رنگ میں سچا مانا جاوے جس رنگ میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ تو واقعی کوئی وجہ نہیں کہ کیوں عورت کو کوئی عزّت دی جاوے۔ عورت کی ضمیر خود چاہے کہ اسے ملامت کرے اور ماخوذ ٹھیراوے۔ کیونکہ اس نے بڑا گناہ کیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع کے ابدی گناہ اور نتیجۃً دُکھ کا باعث ہوئی۔ ان واقعات کے ماتحت کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ تورات کے قوانین میں عورت کے حق میں سختی ہوتی۔ چنانچہ تورات کا حکم ہے کہ اگر دو بھائی ایک ساتھ رہیں اور اُن میں سے ایک پر موت وارد ہوجاوے تو چاہیئے کہ اس کی عورت کسی غیر سے شادی نہ کرے۔ بلکہ اُس کے شوہر کا بھائی اُسے اپنے عقدِ نکاح میں لے لے۔

جب تک لڑکی والدین کے گھر رہے اُن کی حکومت کے تلے رہے۔ اس کا تبادلہ والدین کیلئے جائز تھا۔ ساؤل کو داؤد سے مخاصمت تھی۔ لیکن اپنی لڑکی اُس سے بیاہ دی محض اس خیال سے کہ وہ لڑکی اس کے لیئے ابتلا کا موجب ہو۔ اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ ساؤل کو اپنی لڑکی کی نسبت جو کہ نیکی کی شہرت رکھتی تھی کیا خیال تھا کہ وہ اُسے ایک نیک انسان کے حوالہ

کرتا ہے اور عندیہ یہ ہے کہ اس کے لیئے ابتلا کا باعث ہو۔ اس کے سوائے اور کیا تاویل ہو سکتی ہے کہ وُہ آدم اور حوّا کے قصّہ کو اُسی رنگ میں سچ سمجھتا تھا جس رنگ میں اسے تورات نے بیان کیا۔ اور اسی سچائی کی بناء پر اس قصّہ کو داؤد اور اپنی لڑکی کے تعلّق میں پُورا ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔

یہ تھا اس زمانہ کے لوگوں کا خیال۔ اور کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ اگر آج کل کے یہود عورت کو اسی گناہ کا وارث سمجھتے ہوں جس کی حوّا نے ابتدا کی۔ اور بعد میں بنی اسرائیل کی اور عورتوں نے تصدیق کی۔ عورت کو یہودی قانون نے کبھی آزادی نہ دی کبھی اس سر ناپاکی کے دھبے کو صاف نہ کیا۔ کبھی اُسے تمدّن یا سیاست میں کسی قسم کا حصّہ لینے نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے خاوند کے بچاؤ کے لیئے کسی پر اگر ہاتھ اٹھاتی تو قطع ید اس کی حد تھی۔ ایک کُتّے کو بھی حق حاصل ہے کہ اپنے مالک کو خطرہ کے وقت بچائے۔ لیکن بیچاری عورت کو اس حق سے بھی محرُوم رکھا۔ بعد کے قوانین نے عورت کو اولاد نرینہ کی عدم موجودگی میں وراثت کے حقوق دیئے۔ لیکن پھر بھی یہ آمنہ کی پیاری یتیم کا ہی کام تھا۔ کہ اسے باوجود اولاد نرینہ کی موجودگی کے لڑکیوں کو وراثت کے حقوق سے متمتع کیا +

تعدّد ازدواج رسماً اور قانوناً مروّج تھا۔ بڑے بڑے انبیاء کی متعدد بیبیاں تھیں۔ ابراہیمؑ کی دو بیبیاں تھیں اور دونوں کی اولاد کے لیئے برکت کا وعدہ تھا۔ چنانچہ ان میں سے موسیٰؑ اور محمدؐ جیسے عظیم الشّان انبیاء پیدا ہوئے۔ مغرب کے یہودی تعدّد کے خلاف رہے لیکن وہ موسائی شریعت کے حکم سے نہیں بلکہ اپنے انبیوں کے احکام کے پابند تھے۔ موسیٰ نے خود ایک سے زائد شادیاں کیں۔ متعہ جیسے مسئلہ کا رواج بھی پایا جاتا تھا۔ طلاق کے متعلّق بعد میں دو مختلف فرقے ہو گئے تھے۔ ایک کے نزدیک تو بعض جرائم کبیرہ کے ماتحت طلاق کا جواز مانا جاتا تھا۔ اور دوسرے فرقہ میں تو نہایت ہی معمُولی غلطیوں پر بھی عورت کو گھر سے نکال دینا جائز تھا۔ رکیبہ نے تو یہاں تک تجاوز کیا کہ اگر کسی اور حسین عورت پر نظر پڑ جاوے اور طبیعت آجاوے تو خاوند مجاز ہے کہ اپنی عورت کو گھر سے نکال دے اور اپنی دلبستگی کے سامان سے اس کا تبادلہ کرلے +

شامیوں کے برخلاف ہلیل کے پیروؤں کے نزدیک مرد کو ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے اس کی مرضی تھی چاہے عورت کو رکھے چاہے نکال دے۔ لیکن عورت کو اس کے مقابل مرد پر کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ نہ وہ طلاق کی استدعاء کرسکتی نہ ہی قانون اس کا کسی طرح سے بچاؤ کرسکتا۔ بسا اوقات جب عورت کی ذات میں دلبستگی کا سامان کافی نہ ہوتا تو والدین کی جانب سے شادی کے موقعہ پر دولھا کو خارجی سامان روپیہ پیسہ سے راضی کیا جاتا۔

شادی سے قبل عورت مرد کے تعلق کو جواز کا حکم دے رکھا تھا۔ اور ایسے حالات میں جو اولاد پیدا ہوتی وہ قانوناً جائز تصور ہوتی۔ انہی باتوں کی بناء پر اگر عیسائی مؤرخین نے عورت کی زبوں حالت کو یہودیت کی جانب منسوب کیا ہے۔ لیکی نے اپنی کتاب "اخلاق یورپ" میں عورت کی اس حالت کے لیئے اور وجوہ کے علاوہ یہودی مذہب کو ایک وجہ قرار دیا ہے۔ لڑکی کا شادی کے وقت والدین سے خرید بنا ان کے ہاں جائز تھا۔ تعدد ازواج قانوناً جائز تھا۔ عورت اُن کے نزدیک گناہ کا سرچشمہ تھی۔ اولاد کی پیدائش کے بعد طہر کی عدت قائم کی گئی تھی۔ اور اس میں بھی لڑکی کی پیدائش کے موقعہ پر یہ خصوصیت تھی کہ طہر کی عدت دُگنی رکھی گئی تھی۔

عورت کی ناپاکی میں ایک نے تو یہاں تک غلو کیا ہے کہ اُس کے نزدیک بھلی عورت سے بُرا مرد بہتر ہے۔ عورت کا اخلاقی نمونہ بھی اگر پیش کیا گیا ہے تو وہ بھی نہایت ہی گھٹیا۔ توریت نے ایک عورت کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ اور بعد میں اس کی جانب ایک نہایت ہی سفاکانہ غداری کو منسوب کیا ہے۔ اس اسوۂ حسنہ پر عورت کی قدر و احترام اور اخلاق کا خاتمہ ہے کہتے ہیں کہ محبت شادی کے معاملہ میں قیود قومی سے آزاد ہے۔ لیکن یہودی قوم کوئی اس قسم کی پابہ زنجیر قوم ہے کہ ان کی محبت بھی ان قیود کو نہیں توڑ سکتی۔ شادی جب کریں گے اپنی قوم میں محبت بھی ایسی دام ہے کہ جب ہوگی اپنی قوم کی حدود سے باہر نہ ہوگی +

حضرت مولٰینا مولوی صدرالدین صاحب کا ایک اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تازہ خط

چھ اشخاص کا مشرف باسلام ہونا

پچھلے خط کو مَیں نے سمجھا تھا کہ اغلباً آخری خط ہوگا جو یہاں سے میں لکھوں گا۔ لیکن اس ہفتہ چند سطور اور لکھتا ہوں۔ اس ہفتہ چند اشخاص کو اللہ تعالےٰ نے اسلام جیسی نعمتِ عظمٰے عطا کی۔ مجھے اور مسلمانوں کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان میں ایک تو عمر رسیدہ تجربہ کار خاتون ہیں جن کا نام مسز سمتھ ہے اور دو اُن کی صاحبزادیاں ہیں۔ ان کی سب سے چھوٹی صاحبزادی بائیس سال کی ہے جو اس گھر میں سب سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ اُن کو اسلام اختیار کیئے سال بھر کا عرصہ ہوتا ہے۔ ان کا نام فاطمہ ہے۔ اور ہماری محبتہ مکرمہ ہیں۔ یہ خاندان ووکنگ میں سکونت گزین ہے۔ اٹھارہ مہینے سے یہاں آتے رہے ہیں۔ ابھی ایک صاحبزادی دائرۂ اسلام میں نہیں آئی۔ اللہ تعالےٰ ان کو انشراح صدر عطا فرمائے۔ ان کے اسلام لانے پر ووکنگ کے تین گھر ایسے ہوجائیں گے جن کے سارے کے سارے ممبر پانچ پانچ کی تعداد میں مسلمان ہیں۔ علاوہ اور گھروں کے جن میں کہیں ایک کہیں دو کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت بخشی ہے۔ علاوہ ان تین کے ایک بلجیم کی خاتون جو اٹلی فرانس جرمنی اور دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کردہ ہیں۔ اور آجکل بلجیم کی تباہی کی وجہ سے اس ملک میں قیام پذیر ہیں۔ وہ اور اُن کی خورد سالہ لڑکی مسلمان ہوئیں۔ ان کو مختلف مذاہب پر غور کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ لیکن وُہ کہتی ہیں کہ اسلام کے متعلق جو کچھ بھی علم حاصل ہوا غلط حاصل ہوا۔ اور اب جو کچھ اسلام کے متعلق چند ہفتوں میں سُنا یا پڑھا وہ عین وہی ہے جو میری فطرت کا تقاضا ہے۔ اور جو نقشہ کسی عمدہ سے عمدہ مذہب کے متعلق میرے تصور میں آتا تھا وہ مَیں نے اس فطری مذہب میں دیکھا۔ مجھے ان کے اخلاص اور محبت پر رشک آتا ہے

ہر اتوار کرایہ صرف کر کے بمعہ اپنی صاجزادی کے یہاں تشریف لاتی ہیں۔ چھٹے صاحب مسز آمینہ سیکسی کے صاجزادے ہیں۔ اس خاندان کے چار ممبر ہیں پہلے تین مسلمان ہو چکے تھے اب سارا خاندان مشرف باسلام ہوتا ہے۔ اس خاندان میں بھی سب سے پہلے اُن کی صاجزادی مُسلمان ہوئی تھیں۔ مسجد ووکنگ میں وُہ ایک مسئلہ پوچھنے آئیں اور مسلمان ہو گئیں اسکے بعد ان کی والدہ ماجدہ جن کی عزت میرے دِل میں بہت بڑی ہے مُسلمان ہوئیں پھر اُنھوں نے چھ سات اشخاص کو مُسلمان کیا۔ اور اپنے خاوند کو بھی مُسلمان کیا۔ اب اپنے فرزند کو بھی دائرہٴ اسلام میں داخل کیا ہے۔ اور بہت بڑی مسرت اور فرحت اُنکو اس سے حاصل ہوئی ہے۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔ اللھم زد فزد۔ والسلام

(صدر الدین امام مسجد ووکنگ لندن)

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بہ سلامت روی و باز آئی

مورخہ ۲۵۔ ماہ اگست ۱۹۱۶ء بروز جمعہ شام کو بمبئی میل میں حضرت خواجہ **کمال الدین** صاحب مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو ووکنگ لندن تشریف لیگئے ہیں۔ احباب کیخدمت میں مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ اُن کے برّی وبحری ہر دو سفر کے لئے خلوص دِل سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بخیریت ووکنگ پہنچائے۔ آمین ثم آمین (مینیجر خواجہ عبدالغنی)

نوٹ:۔ حضرت خواجہ صاحب ۳ ستمبر ۱۹۱۶ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہونگے۔ اللہ تعالےٰ جناب کی حفاظت اور نصرت کرے (دُعاء اکبر)

تصحیح۔ جولائی ۱۹۱۶ء کے رسالہ کے صفحہ ۳۴۱ سطر ۱۳ میں "صلہ رحمی نہ کریں" کی بجائے "صلہ رحمی کریں" درست فرمالیں۔ تاکیداً عرض ہے **مینیجر رسالہ ھذا**

ووکنگ مشن فنڈ بڑھانے کی ایک آسان تجویز

اسلامک ریویو کے گذشتہ سالوں کے پرچے ہم نے اس لیے نصف قیمت پر کر دیے ہیں کہ ان کی قیمت کو ووکنگ مشن کے اخراجات پر لگایا جاوے۔ اسلامک ریویو کے پہلے دو سال کے پرچے قیمت فی جلد ۶؍ اس لیے بھی خریدنے کے قابل ہیں کہ ان پرچوں نے سیاہ ظلمت اور شب دیجور تاریکی میں بجلی کا کام کیا۔ ایسے وقت جب اسلام کے چہرہ پر افترا۔ غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اسلامک ریویو نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرے سے یورپین آنکھوں میں چکا چوند کر دی۔ مکمل جلد اسلامک ریویو ۱۹۱۸ء کی قیمت ۸؍ ہے جو اصلی قیمت سے نصف ہے۔ اور اردو پرچہ ۱۹۱۸ء کی مکمل جلد قیمت ۶؍ + ان پرچوں کو خریدنا ہی بہترین کار ثواب ہے +

پتہ

مینیجر دفتر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

اشتہار واجب الاظہار

خضاب لاجواب — خضاب بہار

بے مثل بے نظیر ہمارا خضاب ہے، گویا جواب آپ ہی اپنا جواب ہے

شائقین کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارا خضاب مدت قدیم سے جس کا دورہ تمام ہندوستان اور برہما وغیرہ تک جاری ہے اور ناظرین خوب ہی جانتے ہیں کہ اصل سند ہماری یہ ہے۔ کہ اگر ایسا نہ ہو قیمت واپس۔ زیادہ لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے یہ خضاب تیل کی قسم سے ہے۔ ایک مرتبہ استعمال کرنے سے معلوم ہوگا۔ پانچ منٹ میں بحکم خداوند تعالیٰ بال اصلی صورت کے طور پر ملائم اور چمکدار ہو جاتے ہیں جلد پر داغ نہیں لگتا قیمت علاوہ محصول ڈاک فی بکس ۱۲؍ اور زیادہ کے خریدار کو فی درجن لعہ روپیہ۔ خرچہ بذمہ خریدار۔ صرف ایک دفعہ کی آزمائش شرط ہے + نوٹ: پتہ نہایت صاف معہ ڈاکخانہ و ضلع وغیرہ کے خوشخط لکھیں +

المشتہران حکیم محمد حسین حکیم سید احمد شاہ بخاری بھنڈی بازار۔ بیرون پوسٹ نمبر ۹۔ بمبئی +

مروارید ثلاثہ

(یہ ہر سہ کتب مسلم گھر میں ہونی چاہیں)

براہین نیرہ۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن زندہ کامل اور ناطق الہام ہے۔ **قیمت** (۱۰ار)

ام الالسنہ۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عربی زبان ایک زندہ کامل اور ناطق زبان ہے۔ **قیمت** (۱۰ار)

اسوہ حسنہ۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایک زندہ اور کامل رسول ہیں۔ **قیمت** (۴ار)

ہر سہ کتب خواجہ کمال الدین صاحب اچھوتے طریق پر حکیمانہ دلائل سے اپنے مطالب کو سلیس پیرایہ میں ادا کرتے ہیں۔ ام الالسنہ اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں نہایت زبردست دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ عربی زبان کل دیگر زبانوں کی منبع اور ماں ہے اور خدا کی منہ بولی زبان یعنی الہامی ہے۔ (نوٹ) محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ درخواست بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

گھیگھے کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھیگا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا۔ مگر تھوڑے دن کا ورم نکلتے ہی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعوے رکھتی ہے۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہیئے۔ اس میں صرفہ بھی بہت کم ہے۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے۔ جو کہ ہفتہ کے لیئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت کھانے کی دوا (۱۲) لگانے کی دوا چار آنے (۴) محصول ڈاک پانچ آنے (۵) +

دانت کے درد کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے۔ روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینگ کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے اس دوا میں ڈبو کے ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے۔ اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبو کے اس میں بھر دیں۔ فوراً درد بند ہوتا ہے قیمت چار آنے (۴)۔ محصول ڈاک ایک سے آٹھ شیشی تک چھ آنے (۶) +

فصلی بخار و تلی کی دوا

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے۔ اس میں عموماً کونین رہتی ہے اس لیئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہیں۔ لیکن آرام نہیں کر سکتیں۔ ایسے بخار کے لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایک دم آرام کرنے کا دعوے رکھتی ہے۔ اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھ کر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے۔ اس میں تین خاص صفتیں ہیں۔ (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اس لیئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے۔ (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے۔ قیمت شیشی کلاں ۸ر شیشی خورد ۶ر + محصول ڈاک پانچ آنے ۵ر دو شیشی چھ آنے ۶ر +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ ؍ ۹۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

امرت پرواہ — امرت پرواہ

[illegible] تریاق [illegible]

آب حیات

یہ تمام نام اوصافی ہیں جو کہ [illegible]
کی موجودگی کے باعث [illegible]
[illegible] استعمال کرنے سے کل انسانی [illegible]
[illegible]
ناموں سے مشہور ہے۔

میرا حلفیہ بیان [illegible]

[illegible]
ہر گز یہ دعویٰ نہیں [illegible]
[illegible]
البتہ یہ بات [illegible]
[illegible]

یونانی و ڈاکٹری علم و فن [illegible]

[illegible]
قلیل المقدار کثیر المنفعت ہوتا ہے [illegible]
[illegible]

[illegible] اس کی وجہ [illegible]
[illegible]

فوائد متفرقہ آب حیات

[illegible]

زیر طبع

خوشخبری خطباتِ غربیہ ۷۸۶ خوشخبری

قیمت فی خطبہ صرف (۵/) از علاوہ محصول ڈاک

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی مسلم مشنری۔ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام یورپ میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان اور فرانس اور سکاٹلنڈ کے مختلف مقامات پر سرمن، لیکچر، و تقریروں کی شکل میں دیئے اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی افضلیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبوں میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش سے اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ جو اس وقت زیر طبع ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کی لحاظ سے انھیں مختلف جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے:۔

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۱)
مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

یہ وہ چار سرمن ہیں جنکے ذریعہ اسلام سے قطعی ناآشنا اہل انگلستان کو اسلام سے معرف کرایا گیا۔ اور انھیں چار خطبات سے جو یکے بعد دیگرے ہوئے مسجد ووکنگ بعض غیرمسلم مسلمان ووکنگ کیلئے بھی مستقل معبد بن گئی۔ اور انھوں نے اپنے گرجاؤں کو چھوڑ کر مسجد میں آنا شروع کر دیا۔ بتفصیل ذیل ہیں:۔ (۱) "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی"۔ (۲) خدا کی کامل تصویر۔ (۳) اسلام ہی بتیسمہ آتشین ہے۔ (۴) الہام ایک فیض لوبیت ہے

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۲)
اس میں ذیل کے چار خطبہ درج ہیں۔

(۱) توحید الٰہی (بمقام وائیٹ سٹی شیپرڈ بش)۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ دعا (بمقام ووکنگ) یعنی سورۃ فاتحہ کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ (۳) دعا اور مستجابت دعا (بمقام ہندسی ہال لنڈن)۔ (۴) تصوف (بمقام نوٹنگھم)

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۳)
خطبات عیدین۔

(۱) عمل میں آزادی (بمقام کنگسٹن ہال لنڈن)۔ (۲) قربانی اور اسکی حقیقت (بمقام مسجد ووکنگ)۔ (۳) سُنّت ابراہیم (بمقام مسجد ووکنگ) + نوٹ:- اسمیں تیسرا خطبہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب کی زبانِ مبارک سے نکلا ہُوا ہے +

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۴)

موجودہ جنگ

(۱) موجودہ جنگ اور شارع اسلام (بمقام ووکنگ)۔ (۲) موجودہ جنگ اور عیسائیت (بمقام لنڈن)
(۳) موجودہ جنگ اور تہذیب (بمقام ووکنگ)

یہ تین خطبات جنگ کے چھڑنے کے دوسرے ہفتہ یکے بعد دیگرے دیئے گئے اور پھر اسلامک ریویو کے ذریعہ عام طور پر مغربی دُنیا میں پھیلائے گئے۔ انکے مضامین نے وہاں کے پبلک پریس میں ایک خاص انتشار پیدا کرکے امریکہ اور انگلستان کے بعض اہلِ قلم سے اسلام کی حمایت میں زبردست مضامین لکھوائے +

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۵)

دہریوں اور ملحدین کو خطاب

(۱) "اسلام اور عیسائیت کے بُنیادی اصول اور انکا مقابلہ" کیمبرج کا مشہور و معروف لیکچر جو ایک ملحدین کی کلب کی فرمائش پر طلبائے کیمبرج یونیورسٹی کو دیا گیا۔ (۲) دہریوں کے لیئے ایک دلچسپ مطالعہ (الف) (۳) دہریوں کے لیئے ایک دلچسپ مطالعہ (ب) +

دوسرا تیسرا لیکچر مسجد ووکنگ میں اتوار کے خطبات میں بعض خواتین کی فرمائش پر دیا گیا +

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۶)

اسلام اور دیگر مذاہب

(۱) خصوصیات اسلام (بمقام پیرس)۔ (۲) اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب (بمقام اڈنبرا)۔ (۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت (بمقام لنڈن) + پہلا خطبہ وہ معرکۃ الآرا تقریر ہے جو جولائی سنہ ۱۹۱۳ء میں بمقام پیرس (فرانس) مذہبی کانفرنس میں کیگئی یہی وہ تقریر ہے جسکو سنکر فضلائے یورپ کی توجہ اسلام کی طرف ہوئی۔

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر (۷)

حقوق نسوان

(۱) عورت نے یہودیت سے چلکر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے + یہ وہ معرکہ کا لیکچر ہے جو اعلےٰ طبقہ کی خواتین کی فرمائش پر لائسیم کلب پکیڈلی لندن میں ۲۰ مئی سنہ ۱۹۱۴ء کو دیا گیا۔ اس لیکچر سے انگلستان میں فرقہ اناث کو اسلام کیطرف

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی-اے-ایل-ایل-بی و [illegible] صدر الدین بی-اے-بی-ٹی

نمبر (۵)	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء	جلد (۲)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

دفتر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے [illegible] پریس لاہور میں چھپ کر [illegible]

قیمت سالانہ تین روپے

اشاعت اسلام بک ڈپو

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اول المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام ہے۔ اردو قیمت دس آنے (۱۰/)

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبین کل زبانوں کی ماں ہے۔ اردو۔ قیمت دس آنے .... (۱۰/)

(۳) اسوۂ حسنہ۔ الموسوم بہ "زندہ اور کامل نبی" اردو قیمت چار آنے .... (۴/)

(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/)

مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے ... (۴/)

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام حضور نظام حیدرآباد دکن اردو قیمت (۲/)

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو فی کتاب قیمت (۱/)

مسلم مشنری کے ولائیتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/)

اور تین عدد انگریزی لیکچر قیمت تین آنے ... (۳/)

مسلم اٹی چیوڈ ٹورڈز گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار۔ اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ ...... (۱/)

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ء

انگریزی قیمت فی جلد ۱۹۱۳ء (ہ) جلد ۱۹۱۴ء (ہ)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر ۱۹۱۴ء قیمت (عہ)

دیگر مختلف تصنیفیں

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اردو۔ قیمت فی جلد ... (۶/)

نکات القرآن حصہ دوم ایضاً " ..... (۶/)

عصمت انبیاء (۸) غلامی " " ..... (۴/)

دی سٹرن اوکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی۔ قیمت فی جلد بارہ آنے ... (۱۲/)

التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر ہے مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس ... (۱/)

طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اُس سے بچنے کی آسان راہ ہے مصنفہ جناب شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس ... (۱/)

Miracle of Mohd

مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا۔ انگریزی (۱۲/)

اسلام اینڈ سوشیلزم " " " (۴/)

پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت ... (۱/)

النبوة فی الاسلام۔ نبوت کی اصل غرض و غائیت مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے قیمت ... (عہ)

حدوث مادہ .... (۴/)

جلد اول مکمل ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت (سے)

منیجر خواجہ عبدالغنی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور

نوٹ:- ۱-۲-۳-۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقۂ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں +



(MUHAMMAD NASRULLAH)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) بابت ماہ مئی ۱۹۱۶ء نمبر (۵)

شذرات

اس رسالہ کے ساتھ جس معزز انگریز نومسلم کی تصویر شائع ہوتی ہے وہ انگریزی فوج میں کپتان کے عہدہ پر ہیں۔ ان کا نام نامی آلبرٹ آرم سٹرانگ میکالین ہے جن کے اسلام لانے کا اعلان گذشتہ سال میں ہو چکا ہے ان کا اسلامی نام محمد نصر اللہ رکھا گیا ہے۔ ان کا اپنا دستخطی اعلان اسلامک ریویو کے اپریل نمبر کے ساتھ شائع ہوا ہے جو بالفاظ ذیل ہے:

"میں البرٹ آرم سٹرانگ میکالین ولد پادری الگزنڈر میکالین اس اعلان کے ذریعہ سے برضا و رغبت خود اپنے ایمان اور سچے دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے لیے مذہب اسلام اختیار کرتا ہوں۔ اور کہ میں صرف ایک اللہ کی پرستش کروں گا۔ اور کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول اور اس کے بندہ ہیں اور کہ میں سب انبیاء ابراہیم موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کی یکساں عزت کرتا ہوں اور کہ میں اللہ تعالے کی مدد سے ایک مسلم کی زندگی بسر کروں گا۔"

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مارچ کے مہینہ میں تین انگریز مرد داخل اسلام ہوئے۔ یعنی ایک مسٹر ڈی مل جو سیلون کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے اپنا اسلامی نام جمال الہٰی تجویز کیا ہے۔ اور دو اور انگریز افریقہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ جو مغربی افریقہ کے باشندے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام مودا سٹو ہے۔ اور اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا ہے اور دوسرے کا نام سیوطی ہے۔ اور اسلامی نام عبدالصمد تجویز ہوا ہے۔ ان دونوں صاحبوں نے اعلان اسلام فارم کے علاوہ بڑے بڑے اخلاص کی چٹھیاں مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ کے نام لکھی ہیں ؎

خدا کے فضل سے اسلامک ریویو کا اثر و تبلیغ انگلستان تک محدود نہیں۔ بلکہ انگلستان پھر کم و بیش یورپ کے دیگر ممالک میں پھر دیگر ممالک عالم میں اس کا اثر روز بروز پھیل رہا ہے اور اس وقت تک فرانس۔ بلجیم۔ اٹلی روس کے بعض اعلےٰ طبقہ کے اشخاص کے علاوہ امریکہ اور افریقہ میں بھی نو مسلم ہوئے ہیں۔ بلکہ آسٹریلیا اور ایشیا پر بھی اثر ہوا ہے۔ اگر کوئی نقص ہے تو صرف اس کی اشاعت کی کمی۔ اس میں شک نہیں کہ محض اشاعت اس وقت تک زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اسکے ساتھ ایک مرکز قایم نہ ہو۔ جہاں لوگوں سے میل ملاقات پیدا کی جائے اور ان کے دلوں میں جو شکوک پیدا ہوں اُن کے بھی جواب دیئے جائیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ بغیر ایک تبلیغی مرکز قائم کرنے کے تبدیل مذہب کی امید رکھنا بے فائدہ ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اسلامک ریویو دور دراز کے ملکوں سے بھی مستعد طبیعتوں کو اپنی طرف اس زور سے جذب کر رہا ہے کہ بغیر کسی اور محرک کے وہ اسلام کے اندر داخل ہو رہے ہیں اور اس طرح پر اس بات کا ثبوت مل رہا ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیئے کس قدر وسیع میدان پڑا ہے۔ جہاں اسلام کی تبلیغ کے لیئے مرکز قایم ہو سکتے ہیں ؎

خود انگلستان کے اندر کس طرح پر اندر ہی اندر اسلام گھر کر رہا ہے۔ تعجب آتا ہے۔ ۹ رفروری ۱۹۱۶ء کے ایک خط میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے ایک واقعہ اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ کس طرح ایک نوجوان خاتون نے جن کا نام مس ڈے بورن تھا۔ مرتے وقت اپنے اسلام کے ساتھ

تعشق کا اظہار کیا۔ یہ نوجوان خاتون اپنی والدہ سمیت کچھ دن برابر ہر ہفتہ لیکچر میں آتی رہیں۔ ان کے پہلے مسجد میں آنے کی وجہ جو اُنھوں نے خود بیان کی یہ ہوئی کہ ماں بیٹی گرجا جارہی تھیں مگر وہاں زیادہ دیر ہو گئی۔ قریب ہی مسجد دیکھ کر اُنھوں نے کہا کہ چلو آج ان کو ہی دیکھ لیں کہ مسلمانوں کا مذہب کیسا مضحکہ خیز ہے۔ مسجد کے اندر آئیں تو پہلے ہی دن توحید کے لیکچر نے ایسا ان کے دلوں کو پکڑا کہ وہ سمجھ گئیں کہ حقیقی توحید صرف مسلمانوں کے پاس ہے اور جس کو وہ ابتک سچا مذہب سمجھ رہی تھیں۔ وہ درحقیقت شرک اور باطل ہے۔ کئی اتوار لیکچروں میں شمولیت کے بعد اُن کی آمدورفت یکمرتبہ بند ہو گئی۔ آخر کچھ عرصہ بعد ایک دن اس خاتون کے والد مسجد میں آئے اور اُنھوں نے یہ بیان کیا کہ مس ڈے بورن چھ ہفتہ بیمار رہ کر انتقال کر گئیں۔ اور یہ بھی کہا کہ ساری بیماری میں وہ آپ کا ذکر کرتی رہیں۔ اور عشا کی نماز کے وقت اذان کو توجہ سے سنتی تھیں اور خیال کرتی تھیں کہ اب میرے سینے سے خون آنا بند ہو تو مسجد میں جاؤں۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ اس موقعہ پر جو ہمدردی کا اظہار اہل مسجد کی طرف سے ہوا اس کا اقرار اس خاتون کے والد نے وہاں کے مقامی اخبارات میں کیا۔ اِس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا پاک پیغام کس طرح اندر ہی اندر دلوں کو مسخر کر رہا ہے۔ اور عجیب نہیں کہ کسی وقت اس کا اثر ہم کو یدخلون فی دین اللہ افواجا کے رنگ میں نظر آئے۔

اسلام کی تاریخ میں اس قسم کے صدہا واقعات پائے جاتے ہیں کہ کس طرح ظاہر مخالفت کے ہوتے ہوئے اسلام اندر ہی اندر طبائع پر اپنا نیک اثر ڈالتا رہا۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کی اعلےٰ درجہ کی مثال ملتی ہے۔ ایک طرف تو اہل مکہ خطرناک مخالفت کرتے مسلمانوں کو دکھ دیتے راستے گھروں سے نکالتے ہیں۔ دُوسری طرف اُن کے دل گویا اسلام کے پاک اثر سے کھائے جاچکے تھے اور کثرت سے لوگ اس کی صداقت کے معترف تھے۔ چنانچہ جب بڑے بڑے لیڈر جو مخالفت کرتے تھے مر گئے تو لوگ جوق درجوق اسلام کے اندر داخل ہونے شروع ہوئے اودھر مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہو رہا ہے۔ ادھر انہی میں سے لوگ مسلمان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خالد بن ولید احد کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف سپہ سالار بن کر جنگ کرتا ہے۔ اور فتح مکہ میں ایک دستہ فوج اسلامی کا سردار ہے۔ غرض اسلام کی تعلیم ایسی پاک اور ایسی فطرۃ انسانی کے مطابق ہے کہ مخالفوں کو

پورا کرنے والی ہے کہ سعید الفطرت لوگ کسی قوم کے بھی ہوں بہت جلد اس کی پاک تعلیم سے متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہی واقعہ آج انگلستان میں ہو رہا ہے۔ بہت لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ مگر اسلام کی صداقت ان کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے۔

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان تبلیغ اسلام کے فرض کی طرف سے بالکل غافل ہو بیٹھے ہیں۔ یہ غفلت ایک مدت سے طاری ہے۔ اور اس لیئے شائد یہ خیال بھی مسلمانوں کے دلوں سے اٹھ گیا ہے کہ اسلام کے اندر کیسی طاقت اور کیسا جذب ہے۔ قرآن سے بیگانہ اور نا آشنا ہو کر اسلام کی خوبیوں کا دل میں کیا خیال باقی رہ سکتا ہے۔ مگر اس وقت تو خدا تعالےٰ نے وہ اسباب بھی پیدا کر دیے ہیں۔ جنھوں نے اسلام کی خوبیوں اور اسلام کی قوت جذب کا عملی ثبوت دیدیا ہے۔ اور دکھا دیا ہے کہ کوئی شخص اسلام کے منور چہرہ سے پردہ اُٹھانے کیلئے تیار ہونا چاہیئے۔ اس پر فدا ہونے والے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہی حقیقی جہاد تھا۔ اسی کا نام اللہ تعالےٰ نے جہاد کبیر رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن کے حقائق سے دنیا کو آگاہ کرنے کے متعلق ہی فرمایا جاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ اسی جد و جہد میں مسلمانوں کی زندگی تھی۔ کہ وہ اپنی تبلیغی کوششوں کو بڑھاتے چلے جاتے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اسباب سے بھی لاپروا ہیں۔

خدا تعالےٰ نے تو اشاعت اسلام کا حق ہر ایک مسلمان کے مال میں فرض کے رنگ میں بھی رکھ دیا تھا۔ علاوہ اس سے جو جہاد کی ترغیب بار بار دلائی جس سے حقیقی مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہے نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ایسے ضروری اصول ہیں کہ قرآن کریم میں ان کا ذکر توحید الٰہی کے اقرار کے ساتھ کیا ہے۔ گویا ایک مسلمان کی عملی زندگی ان دو کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے سب بڑے بڑے کام اس زکوٰۃ سے نکلتے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کی حالت گرنی شروع ہوئی تو سب سے پہلا انقلاب یہ بھی نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیطرف سے مسلمان غافل ہونے لگے۔ اور آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اب شاید بہت سے مسلمانوں کو یہ معلوم بھی نہیں کہ یہ کیسی ضروری چیز ہے۔ اور جو اس فرض کو ادا کرتے بھی ہیں وہ اپنی جگہ خود

جس طرح چاہتے ہیں اور جس قدر چاہتے ہیں روپیہ صرف کر دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں ہی فرض کر لیتے ہیں کہ فلاں رقم جو ہم نے فلاں مسکین کو دی وہ زکوٰۃ کا ہی حصہ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مختلف مصارف قرار دیئے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ان سب مصارف میں کچھ نہ کچھ حصہ زکوٰۃ کا جائے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ کے مختلف مصارف میں ایک مصرف والعاملین علیھا بھی ہے یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کی تنخواہیں بھی ادا کیجانی چاہئیں جو زکوٰۃ کو جمع کرنے پر مقرر ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا منشا یہی تھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ جمع ہو اور وہاں سے مناسب طریق پر خرچ ہو نہ کہ ہر شخص بجائے خود جس طرح چاہے زکوٰۃ کو صرف کر دے۔ زکوٰۃ کا فریضہ کس قدر اہم فرائض میں سے ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے شروع میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جنھوں نے زکوٰۃ کا روپیہ ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور قرآن کریم میں زکوٰۃ کے نہ دینے والوں کے متعلق بڑے سخت وعید آئے ہیں۔ جو شخص اس دُنیا کے چند پیسوں سے محبت کر کے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ پیسے بھی اُس کے لیئے برکت کا موجب نہیں ہوتے +

منجملہ دیگر مصارف زکوٰۃ کے دو مصرف یہ بھی ہیں ایک المؤلفۃ قلوبھم۔ دوسرا فی سبیل اللہ اوّل الذکر مصرف سے یہ مراد ہے کہ جب لوگوں کو تبلیغ اسلام کی جائے تو ایک گروہ ان میں ایسا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اسلام کی باتوں کو سننا چاہتا ہے۔ اور سمجھنا چاہتا ہے۔ اس کے لیئے ایسے موقع پیدا کرنے چاہئیں کہ وہ سن سکیں۔ اور دوسرے مصرف سے مراد صاف اشاعت و تبلیغ اسلام کے اخراجات ہیں۔ حتیٰ کہ مجاہد یعنی وہ شخص جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اس کو خواہ وہ صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی ضروریات پر نہیں بلکہ دین کی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔ یہ دو مصرف زکوٰۃ کے ایسے ہیں کہ اس وقت ووکنگ مشن کے ذریعہ سے یہ ہر دو اغراض پوری ہو رہی ہیں۔ اس لیئے ہم اپنے ناظرین کو یہ توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنوائیں۔ یہ وقت ہے کہ ہر ایک تبلیغ اسلام کے لیئے دل میں درد رکھنے والا مسلمان اپنے حلقۂ اثر میں یہ تحریک کرے کہ زکوٰۃ کا روپیہ یا کم سے کم اس کا ایک معقول حصہ ووکنگ مشن کی امداد کے لیئے دیا جائے۔ اور مستورات میں بھی یہ تحریک کی جائے کیونکہ مستورات کے پاس

وہ پہلے اسلام کے دشمن ہیں۔ پس مسلمانوں کو گویا ان سب معبدوں کی حفاظت کرنے کیلئے کھڑا کیا گیا۔ اور یہ اسلام کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت ہے کہ دوسرے کسی مذہب نے اس قدر وسعت خیالی کا ثبوت نہیں دیا۔ گو قرآن بار بار یہی فرماتا ہے کہ سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور اسلام کے سوائے جو شخص مذہب اختیار کرے گا وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ مگر باایں سب کے معبدوں کی حفاظت کرنا ایک مسلمان کا فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نہ صرف یہ تعلیم لفظوں میں ہی قرآن کے اندر موجود ہے بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی دکھا دیا کہ ایک مسلمان سب مذاہب کے معبدوں کا محافظ ہے۔ چنانچہ جو معاہدہ آپ نے عرب کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ اس میں ایک یہ فقرہ بھی ہے "علاوہ بریں یہ میرے پیرووں کا فرض ہوگا۔ کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں کی مرمت کریں۔ اور یہ مرمت کا خرچ ان کے ذمہ بطور قرضہ نہیں ہوگا۔ بلکہ محض خدا کی رضا کے لیئے اور اس معاہدہ کو پورا کرنے کے لیئے جو رسول اللہ نے ان کیساتھ کیا ہے" اس سے بڑھ کر فراخدلی کا ثبوت دنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مذہبی پیشوا ہے۔ جس نے دوسرے مذاہب کے معبدوں کی مرمت کو اپنے پیرووں کا فرض قرار دیا ہو۔ غرض لارڈ ہیڈلے صاحب کی یہ تجویز اس قابل ہے کہ امید ہے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو اور سکھ بھی اس کی پورے زور سے تائید کریں گے۔ اور اس طرح پر یہ ایک نہیں بلکہ تین یادگاریں برٹش گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی کی آزادی پر ہمیشہ کے لیئے گواہ رہیں گی +

ذیل میں لارڈ موصوف کا اصل مضمون درج کیا جاتا ہے۔ جو انھوں نے اخبار ڈیلی گریفک کے نام بھیجا ہے۔ اور اخبار مذکور میں شایع ہوا ہے۔ ڈیلی گریفک کے علاوہ یہ مضمون اور بھی ولایت کے اخبارات میں کثرت سے شائع ہوا ہے +

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار ڈیلی گریفک۔

جناب من چند ہفتے ہوئے کہ میں نے محکمہ جنگ اور انڈیا آفس میں ایک تجویز پیش کی تھی۔ کہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی بہادری اور وفاداری کی قدردانی کے اظہار کے لیئے ایک مسجد

ان مسلمان سپاہیوں کی بہادری کی یادگار میں قائم کی جائے۔ جو سلطنت کی حفاظت کے لیئے جنگ کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں اور جو اب اس سرزمین میں جس کی خاطر اُنھوں نے اپنی جانیں دیں یا اور سرزمینوں میں اپنے گھروں سے ہمیشہ کے لیئے دُور ہو کر سو رہے ہیں۔ ان ہمت افزا جوابوں سے جو مجھے موصول ہوئے ہیں مجھے یہ یقین کامل ہو گیا ہے کہ گورنمنٹ کو اس تجویز کی معقولیت کا احساس پورے طور سے ہو چکا ہے اور تمام وہ لوگ جو ہمارے اسلامی بھائیوں کی محبت کرنے والی سرشت سے آگاہ ہیں وہ آسانی سے اس بات کو سمجھ لیں گے کہ ایسی قدردانی بہت ہی مفید اور قیمتی ثابت ہو گی اور اس زنجیر میں جو ہم کو ہماری مشرقی سلطنت سے وابستہ کرتی ہے۔ ایک اور کڑی کا اضافہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی قدردانی کا اظہار سکھوں اور دوسرے ہندوؤں کے لیئے بھی ہونا ضروری ہے تاکہ اس وجہ سے حاسدانہ خیالات پیدا نہ ہوں۔ اس بات کے لیئے بہت ہی قابل قدر وجوہ ہیں کہ کیوں یہ کام ابھی شروع ہو جانا چاہیئے۔ اور جنگ کے خاتمہ تک اس کا التوا نہ ہونا چاہیئے۔ میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ عام ریلیف فنڈ سے اس قسم کی یادگار قایم نہ ہونی چاہیئے اور نہ ہی میرا اس طرف اشارہ کرنے کا منشا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسجد قوم کے خرچ سے تیار ہو۔ اور میری یہ آرزو ہے کہ گورنمنٹ ایک معقول رقم اس خرچ کے لیئے منظور کرے میں بہت خوش ہونگا اگر آپ کے ناظرین اس کے متعلق کچھ تجاویز کریں۔ تاکہ ہم گورنمنٹ کی ہر ممکن طریق سے مدد کر سکیں۔

رائل سوسائیٹیز کلب — آپ کا صادق

سینٹ جیمس سٹریٹ ایس ڈبلیو — ہیڈلے (الفاروق)

۱۵ مارچ

غیر معقول عقیدے

(از لارڈ ہیڈ لے۔)

ایک چٹھی میں جو حال ہی میں مَیں نے اپنے ایک دوست کو لکھی تھی جو کلیسیائے انگلستان کا ایک عہدیدار ہے۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ مذہب اسلام میں اس قسم کی مذہبی رکیں اور تعصب جو غیر معقولیت سے پیدا ہوں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے ہم دوسرے مذاہب میں پاتے ہیں، جواب میں اُنھوں نے مسجد سے یہ دریافت کیا ہے کہ تعصب سے اور غیر معقول تعلیم سے میرا کیا مطلب ہے اور یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اسلام اپنی تعلیم میں اسی قسم کی مذہبی قیود عاید نہیں کرتا اور اسی طرح اپنی تعلیم نہیں منواتا جس طرح دوسرے مذاہب۔ اس چٹھی کے جواب میں جو محبت کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ میں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ غیر معقول تعلیم سے میرا کیا منشاء ہے۔

عیسائی مذہب مجھے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب چیزوں پر قادر سب باتوں کو جاننے والا سب پر رحم کرنے والا ہے اور سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے محبت اور پاکیزگی میں غیر محدود ہے مجھے یہ بھی تعلیم دیجاتی ہے کہ اُس نے ساری چیزیں آسمان اور زمین کی پیدا کیں۔ اور کہ اُس نے انسان کو جو اس کے تمام عجائب کاموں میں سے عجیب تر ہے اپنی شکل پر بنایا۔ یہ سب کچھ اسلام کے مُطابق ہے۔

مگر اس سے آگے چل کر عیسائیت مجھے یہ بتاتی ہے کہ خدا کا ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ اور کہ نسل انسانی کی کمزوریوں کو ناپسند کرنے کی وجہ سے جن کمزوریوں سے وہ بوجہ خالق ہونے کے پُورے طور سے واقف تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ نسل انسانی پر اپنے غضب کو دور کرنے کے لیئے اس اکلوتے بیٹے کو مرواڈالے۔ حالانکہ وہ بیٹا خود خدا اور رُوح القدس بھی تھا۔ اب اِس فعل کے نیچے وہی پُرانے مشرکانہ خیالات موجود ہیں۔ کہ کس طرح ایک غضبناک خدا یا دیوتا کی مہربانی قربانی کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ ساری تعلیم اسلام کے مُطابق نہیں +

مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سارے مرد اور عورتیں جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتے اور اس میں استقامت دکھاتے ہیں جو اپنے آپ کو اس کا کامل فرمانبردار بناتے ہیں۔ اور خوشی سے ان تکالیف اور ابتلاؤں کو قبول کرتے ہیں جو اُن کی بہتری کے لیئے ہوتی ہیں۔ اور اپنے ہمسائیوں یعنی سارے بنی نوع کے حقوق ادا کرتے ہیں نجات پائیں گے۔ درحقیقت انہی احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں ہی نجات ہے اور ہم کفارہ کی ضرورت اس لیئے نہیں سمجھتے کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ جب کبھی کسی نافرمانی پر اللہ تعالےٰ سے سچے دل سے معافی مانگی جائے اور توبہ کی جائے تو وہ فوراً بلا کسی توسط کے اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ بچپن کے زمانے سے میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ خدائے کریم اتنا بڑا اور غصے اور کینہ کے چھوٹے چھوٹے خیالات سے ایسا برتر ہے کہ وہ ہم سب کو ایک شفیق باپ کی محبت آمیز نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم اس کے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں۔ اور جس طرح ہم اس سے آئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے بھی ہیں۔ اس قسم کے خیالات کہ وہ اپنا غصہ ہمارے اُسکے مقرر کردہ رستہ سے ادھر اُدھر ہو جانے پر اپنے بیٹے پر نکالے۔ اور اس طرح اصلاح کرے۔ اسوقت بھی جبکہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا مجھے اس تند مزاج لڑکی کا قصہ یاد دلاتے تھے جو اپنی سب سے عمدہ گڑیا کو اس لیئے ٹکڑے ٹکڑے کر دے کہ لکڑی کا برادہ جو اسکے اندر بھرا ہوا تھا وہ اس کی ایک لات میں سے نکلنے لگا تھا۔ جب میری تمام امیدیں ایک ایسے عقیدہ کو قبول کرنے کے لیئے منقطع ہو گئیں جس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانا پڑتا تھا۔ اور جو مجھے یقین ہو گیا۔ کہ ایک تاریکی کے زمانے میں صرف چند خاص اغراض اور مطالب کو سامنے رکھ کر بنایا گیا تھا۔ اور خدائے واحد پر میرا ایمان ہو گیا تو مینے پہلی دفعہ یہ محسوس کیا کہ میرا قدم مضبوط زمین پر ہے ❖

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی جو ہمیں پیارے ہیں آئندہ نجات اور خوشحالی سب سے بڑا امر ہے جس پر ہم کو غور کرنا چاہیئے۔ عیسائیت کا یہ دعوےٰ ہے کہ کوئی شخص جو اس بات پر ایمان نہیں لاتا اور رسوم مذہبی کے اثر اور تثلیث کو قبول نہیں کرتا وہ نجات نہیں پا سکتا۔ اسلام کوئی اس قسم کا غیر معقول ادعا نجات کے متعلق نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے ہم کو بنایا۔ اسی کے ہم ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ۔ ۔ ۔ جیسے حضرت موسےٰ عیسےٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر ایمان لانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ۔ ۔ نجات کا انحصار صرف

اس بات پر ہے اور یہی ہمارے خیال میں اسلامی تعلیم کا لب لباب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت اور اُس کی رضا کا اپنے آپ کو کامل فرمانبردار بنایا جائے جس میں لازماً یہ شامل ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ کامل درجہ کی ہمدردی ہو۔ یقیناً ایسے مذہب کو غیر معقول نہیں کہا جا سکتا ؛

دو سال سے زیادہ کا عرصہ گذرتا ہے۔ جب مینے علانیہ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کیا۔ تو میرے بعض رشتہ داروں نے مجھے خطوط لکھے جن میں مجھے یقین دلایا گیا۔ کہ اگر میں مسیح کی خدائی پر ایمان نہ لاؤں تو میں نجات نہیں پا سکتا۔ جواب میں مینے اس طرف توجہ دلائی کہ میری رائے میں مسیح کی خدائی کا سوال ایسا اہم نہیں جیسا کہ یہ دوسرا سوال کہ کیا مسیح نے خدا کے پیغام لوگوں کو پہنچائے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک نبی تھا۔ اور اُس نے پیغام رسالت دنیا میں پہنچایا۔ جس کے پیچھے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی آئی جس نے اپنے پیغام اسطرح دنیا کو پہنچائے۔ اعتقاد کے سوال پر غور کرتے ہوئے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ وہ خدا جو بڑا رحم کرنے والا ہے مجھے ہمیشہ کے جہنم کی سزا اس لیئے دے کہ میں ایک خاص مذہبی فرقہ مثلاً عیسائیت کے اعتقادات کو کیوں قبول نہیں کر سکا۔ مگر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ برے اعمال بد کے لیئے وہ مجھے سزا دے۔ میرا دوست مجھ سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم خود ہر ایک قسم کی بکواس تعصب جھوٹ کمینگی ظلم بہتان وغیرہ کو ناقابل برداشت نہیں پاتے۔ یقیناً میں پاتا ہوں۔ مگر کیوں ایک ایسے مذہب کی تعلیم کو ہم برداشت نہیں کر سکتے جو ان سب باتوں پر لعنت بھیجتا ہے۔

اسلام اور عیسائیت دونوں ان باتوں سے روکتے اور اُن کو بُرا بتاتے ہیں۔ مگر یہاں آکر فرق پڑ جاتا ہے۔ اسلام ان لوگوں کے لیئے نجات کا دروازہ بند نہیں بتاتا۔ جو اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق ٹھیک ادا کرنے والے ہوں۔ خواہ اُن کے خیالات دوسرے امور کے متعلق کچھ بھی ہوں۔ مگر عیسائیت دعوے سے کہتی ہے کہ نجات کا انحصار نیک کاموں پر نہیں بلکہ نجات ناممکن ہے جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ مسیح خدا تھا۔ اور کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اور کہ بپتسمہ اور عشائے ربانی وغیرہ کی رسوم ضروریات میں سے ہیں۔ اور خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور یہی فرق ہے۔ اسلام کے سادہ اور معقول اور وسیع تعلیم اور عیسائیت کے غیر معقول عقائد پر اصرار کر دیئے میں ؛

پھر میں اپنے دوست کی چٹھی کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے

"ایسے بیانات جن پر منوانے کی قید صادر نہ ہو ذیل کی طرز کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ ممکن ہے خدا ہو یا نہ ہو۔ ممکن ہے مسیح خدا ہو یا نہ ہو۔ ممکن ہے خدا کی ذات میں ایک اقنوم ہو یا دو یا ایک ہزار ہو سکتا ہے کہ محمد خدا کے نبی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ قرآن میں نری صداقت ہی صداقت ہو یا وہ غلطیوں سے پر ہو۔ ممکن ہے خدا پر ایمان لانا اور اسکی فرمانبرداری کرنا ضروری ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو تو کیا اس قسم کا مذہب جس کی بنا اس قسم کے بیانات پر ہو اس قابل ہے کہ کوئی انسان اسے قبول کرے یا دوسروں کے سامنے پیش کرے وہ مذہب جس پر برداشت کرنے والے مذہب کا نام صادق آسکتا ہے صرف ایسا مذہب ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے اعتقادات اور اعمال کو جائز رکھے اور کسی امر کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرے "

اس کے جواب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عیسائی اور مسلمان دونوں اس قدر پر ایمان لانے میں متفق ہیں کہ ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور کہ ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیئے اور اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے اور بنی نوع کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ اختلاف کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ مسلمان کہتا ہے "میں اس سادہ ایمان پر مطمئن ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے میں ہر وقت اس کی جناب میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ جو میں اس کی حمد کرتا ہوں جو میں نماز پڑھتا ہوں جو میں اُس کے رحم کے لیئے دعائیں کرتا ہوں وہ سب کو سنتا ہے اور میرے گناہ معاف کرتا ہے" عیسائی کہتا ہے "نہیں یہ کافی نہیں۔ مجھے کچھ اور بکار ہے۔ پروہت ہوں۔ قربانیاں ہوں۔ رسومات ہوں۔ کفارہ ہو جو خدا کے اکلوتے بیٹے کی عارضی موت سے پیدا ہو۔ پھر کنواریوں اور مقدس لوگوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے اور ایک کلیسیا ہو جس کو میں مسیح کی دولہن کہوں تاکہ مذہبی دنیا میں یہ قائم رہ سکے" یہ وہ بات ہے جس کا نام میں خبط معقولیت سے نوانا رکھتا ہوں۔

عیسائی کلیسیا کی سب سے پہلی شاخ کی یہ تعلیم ہے کہ انسان کے لیئے بہشت کا رستہ ٹھیک اور مناسب طور سے اُسی وقت کھلتا ہے جب پہلے ایک پروہت اسے کھولنے والا ہو۔ پھر کسی مقدس بزرگ کی امداد طلب کی جائے پھر کنواری مریم کی پھر مسیح کی اور آخر کار ان سب ذرائع سے

خدائے قادر کے کان تک ہماری التجا پُہنچ سکتی ہے۔ مرتے ہوئے انسان کو صد درجہ کی رحمت الٰہی کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ گناہگار کو گناہ سے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے میسر آسکتی ہیں جس کے متعلق کم و بیش یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ بہشت کے دروازہ کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تمام غیر معقول باتیں ہیں جو انسان نے خود بنائی ہیں اور غیر ضروری ہیں۔ اسلامی اعتقاد کسی ایسے درمیانی واسطہ کو نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے ہونے کی وجہ سے ہم ہر وقت دن اور رات کے ہر لحظہ میں اُس کے ہاتھوں میں ہیں۔"

اس قسم کے اعتقادات میرے نزدیک ذرا وسیع پیمانے پر اس قسم کی دھمکیاں ہیں جیسی پُرانے زمانہ میں نیک نیت والدین جھوٹے طور پر بچوں کو دیا کرتے تھے تاکہ وہ ڈر کر فرمانبرداری اختیار کریں۔ پادری زور اعتقاد لوگوں پر اپنا قبضہ اسطرح جمائے رکھتا ہے کہ وہ ان کو ایک فرضی شان ان کی دھمکیوں سے ڈراتا ہے کہ گویا ایک غضب آلود خدا ہر وقت اس کو جھپٹ لینے کے لئے تیار ہے یہ خشم آلود خدا گویا ایک ایسا دیوتا ہے جس کے سامنے ایک قربانی چڑھائی جا چکی ہے۔ مگر اس پر وہ مطمئن نہیں اور مزید قربانی چاہتا ہے۔ گویا علاوہ اس قربانی کے بچے کی عقل اور دل کی قربانی بھی کرنی ضروری ہے۔ اس مہیب جنگ کے سارے مظالم اور خوفناک منظروں کے باوجود میں خدا کے انصاف اور رحم پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرا یہ اعتقاد ہو کہ خدا محض ایک رائے کے معاملہ میں یا خلاف نور قلب ایک بات کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے گا تو میں اس کے رحم اور محبت پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ میں اپنے بچوں کو بہت کہتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میرے خیالات کیا ہیں اور میں نے اپنی قابلیت کے مطابق سب باتوں کی تشریح تمہارے سامنے کر دی ہے۔ اب اس کے بعد اگر تم یہ ایمان رکھنا چاہو کہ کنواری مریم خدا کی ماں ہے۔ یا کہ مسیح خدا ہے تو میری محبت میں جو تمہارے ساتھ ہے کمی نہیں ہو گی۔ مگر مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہو گا۔"

چند خصوصیات اسلامی

اسلامی کہاوتیں

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مسلم کی زندگی کے بعض اہم ترین اور ضروری اصول چھوٹے چھوٹے فقروں کے لباس میں ہر ایک مسلمان کے سامنے آٹھوں پہر رہتے ہیں خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ عرب ہو یا ایرانی یا افغان یا ہندوستانی یا چینی یا ترک یا مصری۔ ایشیائی ہو یا یورپ افریقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو۔ آج اسلام میں داخل ہوا یا نسلاً بعد نسل مسلمان چلا آیا ہو۔ چونکہ یہ اصول چھوٹے چھوٹے جملوں کے رنگ میں ہیں اس لیئے ان کا نام اگر اسلامی کہاوتیں رکھا جائے تو غیر موزون نہیں ہے۔ ان جملوں میں نہ صرف بعض زریں اصول زندگی ہی پوشیدہ ہیں جو انسان کو ہر حال میں کام دینے والے ہیں۔ بلکہ یہ جملے یہ اسلامی کہاوتیں اس وجہ سے کہ ساری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں اور ہر ایک مسلمان گھرانے میں یکساں علم ان کا ہے اور ہر مسلم کی زبان پر یکساں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی محبت و اتحاد کی اسی قدر ضمانتیں ہیں۔ پس زنجیر اخوت کی اسی قدر کڑیاں ہیں جن کے اندر ساری دُنیا کے مسلمان جکڑے ہوئے ہیں اور جو مشرق کے ایک مسلمان کے دل کو مغرب کے مسلمان کے دل سے ملاتے ہیں۔ یہ جملے تمام ملکی اور زمین کی حد بندیوں سے بالاتر قوم اور ذات کی قیود سے آزاد۔ رنگ اور زبان کے خلاف سے غیر متأثر ہیں اور وہ ایک مسلمان کی سچی وراثت ہیں۔ خواہ وہ ایک پر رونق شہر میں ہجوم کے اندر ہو یا اکیلا کسی جنگل میں ہو۔ درحقیقت ان کا دائرہ ایسا ہی وسیع ہے جیسے کہ خود دنیا کا

مسلم کی زندگی کے ان زرین ہدائت ناموں کو میں ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں۔ جن سے قرآن کریم کی ابتدا ہے۔ اور جو وہ پہلا جملہ ہے جو ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم میں ہر ایک گھرانے میں ہر ایک مسلم بچہ کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے اور جن الفاظ کو ہر ایک مسلمان ہر کام اور بالخصوص اہم کاموں کی ابتداء میں دُہراتا ہے۔ دُنیا میں شاید کوئی مسلمان نہ ہوگا جو ان الفاظ سے

ناواقف ہو۔ اور وُہ الفاظ کیا ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اور بھی اختصار کر کے صرف
بسم اللہ جسکے معنے ہیں۔ خدا کے نام سے۔ بسم اللہ کہہ سکتے ہیں حالت قرآن کریم کا گویا خلاصہ
ہے۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کے سارے مطالب اجمالی رنگ میں بسم اللہ کے اندر موجود ہیں اور اسطرح
پر گویا بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ لیکن سورہ فاتحہ خود سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اسی
لیئے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ ان الفاظ کو کیوں ایک مسلمان کے ہر کام کی ابتدا میں رکھا
گیا ہے۔ خود ان الفاظ کی ابتدا اس پر روشنی ڈالتی ہے ؛

انسان کی گری ہوئی حالت۔ اِس ساری نسل انسان کی قعر تنزل میں چلے جانے کی حالت
کو مشاہدہ کر کے وہ انسان جو نسل انسانی کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہوا ہے۔ محمد عربی صلے اللہ
علیہ وسلم غار حرا کی کنج تنہائی میں عزلت گزین ہوا۔ تاکہ ایک خلوص بھرے دل کے اندرونی
رازوں کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے کھولے اور اس کی جناب میں گڑگڑائے اور گریہ وزاری کرے
اگر آپ نے صرف عرب اور شام کی پستی کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ مگر آپ کا پاک دل گویا کل قوموں کی
بگڑی ہوئی حالت پر اطلاع پا چکا تھا۔ جیسا کہ بعد کے ان الفاظ سے جو آپ کے قلب مطہر پر
نازل ہوئے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف اگر آپ ان تاریکیوں
اور جہالتوں ان بداعتقادیوں اور ناپاک اور ذلیل کاموں پر تاسف کرتے تھے تو دوسری طرف
کوئی ایسی راہ بھی آپ کو نظر نہ آتی تھی کہ نسل انسانی کو اس گری ہوئی حالت سے باہر نکال
سکیں۔ آپ کے ذرائع ایک اتنے بڑے کام کے لیئے کچھ بھی نہ تھے۔ آپ کا والد تو آپ کی پیدائش
سے بھی چند ماہ پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ ابھی چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو
گیا۔ دو سال بعد آپ کے دادا عبد المطلب بھی فوت ہو گئے۔ مال اور دولت آپ کے پاس
نہ تھا۔ کہ کسی اصلاح کی بنیاد مال کے بھروسہ پر ڈالتے۔ علم آپ نے کوئی حاصل نہیں کیا تھا۔
بلکہ آپ کو پڑھنا اور لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آپ اُمی یعنی ان پڑھ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم
میں بار بار فرمایا ہے۔ اس طرح پر اس عظیم الشان اصلاح کے لیئے جس کی تڑپ ایک سچے ہمدرد
نوع انسان کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے آپ کے پاس کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کے دلمیں
ایک تڑپ تھی۔ مگر اس کے پورا ہونے کا کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی

جس سے آپ ان لوگوں کو ان جہالتوں اور غلطیوں سے باہر نکال سکیں۔ اسی تڑپ اور اسی مشکلات کا نقشہ قرآن کریم نے سورہ والضحیٰ میں ایک ہی لفظ میں کھینچدیا ہے۲ کیونکہ کوئی سامان آپکے پاس تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے راہ دکھادی۔ یہاں خیال سے مراد صرف اس قدر ہے کہ آپ کو اپنی کوشش سے۔ ہاں محض انسانی کوشش سے کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ اور آپ حیران تھے کہ کیا ہوگا اور کس طرح دنیا سے تاریکی کا تسلط اُٹھ کر لوگ حق کو قبول کریں گے کہ ناگہاں خدا کی طرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور وہی روشنی اُن تاریکیوں کے اندر آپ کی ہادیٔ راہ ہوئی خدا کا فرشتہ ناموس اکبر جو ہمیشہ خدا کے پیغام اسکے برگزیدہ بندوں کو پہنچاتا رہا تاکہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے باہر نکالے آپ پر ظاہر ہوا اور سب سے پہلا پیغام یہی لایا کہ پڑھو۔ کیا پڑھیں اور کسطرح پڑھیں کیونکہ پڑھنا تو آپ جانتے نہ تھے۔ اس لیئے آپ نے جواب میں یہی فرمایا ما انا بقاریٔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دوہرائے اور وہی جواب آپ نے دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ اسی بات کا اعادہ ہوا۔ کیونکہ جو شخص پڑھنا نہیں جانتا تھا وہ کس طرح پڑھنے پر قادر ہو۔ اس لیئے ناموس اکبر نے چوتھی مرتبہ کہا اقراء باسم ربك الذی خلق اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ ان الفاظ میں کیا بجلی کی طاقت تھی۔ ہاں بجلی کی طاقت بھی اس کے مقابل ہیچ ہے۔ کہ رب کے نام سے پڑھنے کا حکم پاتے ہی وہ سب تاریکی دُور ہوگئی وہ سب حیرت اور طبیعت کی کشمکش جاتی رہی۔ ایک لمحہ کے لیئے یہ خیال دل میں آیا کہ کیا کل عالم کی اصلاح کے عظیم الشان کام کو میں سر پر اُٹھا سکتا ہوں مگر باسم ربك نے ساری مشکلات کو حل کردیا اور سارے بوجھوں کے پہاڑ کو اُڑا دیا۔ اور ادھر حکم ملا اُدھر آپ اصلاح خلق کے کام میں لگ گئے۔ وہ عظیم الشان کام جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے اپنی کوشش سے کرنا ایسا ناممکن تھا۔ کہ کبھی اُس کے کرنے کا وہم بھی کسی کو نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خدا کی مدد سے ایسا سہل ہو گیا کہ اب کوئی مشکل آپ کی راہ میں باقی نہ رہی۔ ہاں اس خدا کے نام کی مدد سے ہی جو ناممکن تھا ممکن ہو گیا۔

یہ ہے ان الفاظ کی ابتداء اور ان حالات میں۔ ہاں اس بسم اللہ میں جس کے ساتھ قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ایک مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جو فی الحقیقت ناممکن نظر آتا تھا۔ اُس کو خدا کے نام نے۔ ہاں اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت نے ایسا آسان کردیا تو ایک مسلم کی زندگی میں وہ کونسی مشکل ہے جو ایسے خدا کے نام کی مدد سے دُور نہیں ہو سکتی۔ ہاں اُس کو

۲- ووجدك ضالاً فهدیٰ۔ آپ کو راہ نظر نہ آتی تھی

یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو کام اس کی اپنی کوشش سے نہیں ہو سکتا وہ بسم اللہ سے ہو سکتا ہے اور اسی لیئے اُسے تاکید ہے کہ وہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے۔ وُہ بات جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے وہ جو اس سے بڑے بڑے جوانمردی کے کام کرا سکتی ہے وہ کیا ہے کامیابی کا یقین۔ یہ یقین کہ کوئی روک اسکے راہ میں ایسی نہیں جو دور نہ ہو سکے۔ اسی سے انسان کے اندر وہ عزم پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ جاتے ہیں وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ اسی یقین کو پیدا کرنے کے لیئے اسے بسم اللہ سکھائی گئی ہے۔ اور اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کسی کام کو ناممکن نہ سمجھے بلکہ خواہ اس کی اپنی کوشش کسی کام کے مقابل میں کیسی ہی کمزور نظر آئے۔ اس کو اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ اس ذات پاک کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہیئے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس طرح پر بسم اللہ گویا انسانی زندگی کی ساری مشکلات کی کنجی ہے۔ جس کے سامنے مشکلات کے تالے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں انسان کا دل اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کی مدد کا بھروسہ اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر کے اس کے دل کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے بہت باتیں ہیں جو انسان کے نزدیک ناممکن ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک کچھ ناممکن نہیں۔ پس بسم اللہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کے قلب کی کیا حالت ساری مخلوق کی خالق کے سامنے ہونی چاہیئے۔ اپنی عاجزی کا پورا اعتراف اور خدا کی مدد کا کامل بھروسہ۔ پہلا اعتراف انسان کے قلب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ دُوسری جگہ سے امداد حاصل کرے۔ دُوسرا یقین انسان کے لیئے وہ سرچشمہ ہے جو اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر دے گا۔ اور یوں توحید الٰہی کا عملی سبق ہر مسلمان کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ملتا ہے اور یہ وُہ بات ہے جو ساری کتب مقدسہ کی اوراق گردانی کے بعد بھی انسان کو کہیں نہیں مل سکتی +

ایک اور بات جو قابل غور ہے وُہ یہ ہے کہ صفات الٰہی کی جو تصویر بسم اللہ میں کھینچی گئی ہے وُہ کیسی ہے۔ یہاں تین نام ذات باری کے آئے ہیں۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور چونکہ ایک مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لیئے یہ تین نام گویا وہ اسمائے الٰہی ہیں جو شب و روز ایک مسلمان کے سامنے رہتے ہیں۔ اور انہی صفات الٰہی میں وہ شب و روز

پناہ ڈھونڈتا ہے۔ ان میں سے لفظ اللہ ذات باری کا ذاتی نام ہونے کے علاوہ توحید الٰہی کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عربی زبان میں سوائے خدائے واحد کے اور کسی پر نہیں بولا گیا۔ پھر اسم اللہ جامع جمیع صفات حسنہ باری تعالےٰ ہے۔ دوسرا اسم ذات باری کا جو بسم اللہ میں پایا جاتا ہے۔ الرحمٰن ہے جس کے معنے ہیں صفت رحم کو کمال کے ساتھ رکھنے والا۔ وہ جس کا رحم کافر و مومن پر یکساں ہے۔ یعنی اس کی صفت رحمانیت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کے استحقاق پیدا کرنے سے پہلے وہ اپنا رحم اس پر کرتا ہے اور اس لیئے یہ رحم اسکا ساری مخلوق کے لیئے عام ہے۔ تیسرا اسم رحیم ہے۔ جس کے معنے ہیں وہ جس کی صفت رحم بار بار کام کرتی رہتی ہے۔ صفت رحیمیت کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے وہ صفت رحیمیت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ گویا صفت رحمانیت کا رحم ایک عام قانون کے رنگ میں ہے اور صفت رحیمیت کا رحم ایک فعل کے نتیجہ کے رنگ میں۔ وہ رحمان ہی کہ اس نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سارے سامان پیدا کیئے جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ رحیم ہے کہ جو انسان اس کے قوانین اور سامانوں کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس یہ تینوں اسمائے یعنی اللہ۔ رحمان۔ رحیم ذات باری تعالےٰ کے کمال اسکی محبت اور اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ وہ یقیناً محروم نہیں کیا جاتا +

بسم اللہ اس بات کا فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو کیسا سمجھتا ہے کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم درحقیقت قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ در خلاصہ ہے۔ اس لیئے جن صفات الٰہی کا یہاں اظہار ہے۔ وہ خدائے اسلام کی صفات کا اصلی نقشہ دکھاتی ہیں۔ اب بسم اللہ میں اسم اللہ کمال پر۔ اسم رحمان محبت غیر متناہی پر۔ اسم رحیم غلبہ رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جس کی ذات میں کمال۔ اور جس کی صفات میں محبت اور رحم کا غلبہ ہے۔ اور ان صفات الٰہی کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھنے سے ایک مسلمان بھی انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس نہ صرف بسم اللہ اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ خدائے اسلام کی صفات غالب محبت اور رحم ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی سکھانی ہے۔ کہ اس

انسان کو جو بہرحال ایک محبت اور رحم والے خدا کی مدد طلب کرتا ہے۔ خود بھی محبت اور رحم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

بعض معترضین نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عربوں کو طائف کے شاعر امیہ نے سکھائی تھی یہ یقیناً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لکھنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کی بجائے اپنی پرانی طرز میں باسمك اللهم لکھتے ہیں کیونکہ سہیل بن عمرو نے معاہدہ حدیبیہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے اندر ابتداء کرنے کے لئے بطور تبرک کوئی جملہ استعمال کیا جاتا ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی بسم اللہ کسی قوم میں مروج تھی۔ اسلام کا کمال اس میں نہیں کہ پہلوں کی خوبیوں کا انکار کرے۔ بلکہ پہلوں میں بھی خوبیوں کا ہونا تسلیم کر کے اُن سے بڑھ کر خوبی کی بات پیش کرتا ہے۔ بسم اللہ کی جو صورت قرآن کریم نے سکھائی۔ اور جن جن صفات الٰہی کا اس کے اندر بطور خلاصہ نقشہ کھینچا وہی اسلام کے اختیارات میں سے ہے

ایک اعلیٰ خاندان لیڈی کا قبول اسلام

اسلام ایسا مذہب ہے جس کی اشاعت کرنے والے وہی رہے جو الفقر فخری کا نعرہ لگاتے تھے۔ اسلام نہ کسی شاہ گوتم بُدھ کا ممنون ہے نہ کانسٹنٹائن کا۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اُس نے تو شہنشاہوں اور اُن کی سلطنتوں کو خاک کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ جب کبھی کسی اصول کی بات آن پڑی۔ آج زار روس اور اس کی کل سلطنت مُسلمان ہوتی۔ اگر مسلمان علماء نے اصول سے نہ ہٹنے میں سختی نہ کی ہوتی۔ اسلام نہ صرف اپنے بوریا نشینوں پر نازاں رہا ہے۔ بلکہ اُس نے جمہُورانہ اصُول ایسے رائج کیئے ہیں۔ کہ بڑے بڑے متکبرین و مغرورین غریبوں اور گداؤں سے دوش بدوش کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اسلام کے

آگے سرنگوں ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے کشورستان اسلام کے زیر بار احسان رہے ہیں۔ یہ اسلام کی ایک خاص شان ہے۔ کہ وہ اپنے بے نظیر اصولوں کے باعث دُنیا میں نمودار رہا۔ اور ہے۔ نہ بادشاہوں کی تلوار کا وہ محتاج نہ دولتمندوں کی دولت کا۔ اسلام کے لیئے دل سے بے تاب ہونے والے اب بھی زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان ہی میں سوا ایک عدیم المثال خاتون جنابہ مکرمہ محترمہ سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال کے اور کون رئیس ہے۔ جس کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اسلام کسی خاص جماعت کا نہیں۔ بلکہ دنیا کا مذہب ہے۔ اور دُنیا میں زیادہ تعداد بادشاہوں... اور رئیسوں کی نہیں بلکہ مسکینوں درویشوں اور ماوشما کی۔ لیکن اسلام ہرگز صرف غریبوں کا مذہب نہیں۔ اسلام امیر غریب بادشاہ فقیر سب کا مذہب ہے۔ اسلام سے غریب امیر ہوجاتا ہے۔ اسلام سے بادشاہ شہنشاہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی مساوات ہرگز بادشاہ کی بادشاہی نہیں چھینتی۔ بلکہ اُس کی بادشاہی میں اضافہ کرتی ہے۔ اور اُسے پائیدار اور خوشحال بناتی ہے۔ رئیسوں کی ریاست کی شان اِسلام سے دوبالا ہوتی ہے۔ اس لیئے مبارک ہیں وہ رئیس انگلستان کے جو اسلام قبول کریں +

ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب کے وقت میں لارڈ اسٹینلے نے اسلام قبول کیا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے وقت میں لارڈ ہیڈلے نے اب ہمارے مولوی صدرالدین کے دور میں آنریبل مسز گفرڈ نے جو صاحبزادی لارڈ سڈبری ڈربی کی ہے Hon. Mrs. Hilda Gifford اسلام قبول کیا۔ اس بزرگ خاتون کا نام حمیدہ بیگم رکھا گیا ہے۔ الحمد للہ الحمد للہ ان کا ایک صاحبزادہ لفٹنٹ بیری گفرڈ جس کا اسلامی نام محمد اسد اللہ ہے۔ پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہے۔ اور اُنھوں نے اِطلاع دی ہے کہ دوسرا بیٹا بھی مسلمان ہے اعلان بھی انشاء اللہ کردیگا + میں آج نہیں دس سال سے لکھتا رہا ہوں کہ یہاں اسلام کی اشاعت کچھ زیادہ دشوار نہیں۔ اگر معقول تنظیم عمل ہو۔ اور اُس وقت تک کے لیئے معقول سرمایہ کا انتظام ہو جاوے۔ جب تک یہاں خود ہی مشن جاری

کرنے کا چسکا نو مسلموں میں پیدا ہو جاوے۔ یہاں جس بات کی ضرورت ہے وہ اشتہار ہے۔ لوگوں کو یہ بتانا ہے۔ کہ ایک مذہب اسلام ہی ہے جو انسان کی عقل کے مطابق ہے جو انسان کے قلب کو تسکین دے سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یا تو یہاں اسلام سے واقفیت ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ واقفیت متعصب پادریوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسکا یہ حال ہے کہ اسلام کے نام سے ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام وحشیوں کا مذہب سمجھا جاتا رہا۔ اگر یہاں اسلام کا اشتہار کافی ہو سکے تو تثلیث پرستی بہت جلد یہاں سے مفقود ہو سکتی ہے۔ عیسائی یہاں صرف جاہل اور وہ بھی عورتیں ہی ہیں۔ پڑھے لکھوں میں دہریت کا زور ہے۔ اسلام میں خدا نے دہریت اور توہم دونوں کے زیر کرنے کی قوت رکھی ہے۔ اسلام کی اشاعت یہاں آسان ہے۔ اگر کافی روپیہ صرف کیا جاوے۔ اسلئے کہ حریت آشنا بیان کی خلقت ہے۔ آزادی بھی ہے۔ تحریر اور تقریر دونوں ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے روپیہ کی بہت ضرورت ہے اور اس کی ابھی کمی اور بہت ہی کمی ہے۔ ابھی یہ توقع رکھنا کہ یہاں کے مشن کے کام کے لئے روپیہ یہاں سے خود ہی مہیا ہو گا۔ سخت غلطی ہو گی۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اُن پر اسلام کے مشن کا بار ڈالنا ہماری جمعیت کے بھی خلاف ہے اور اس کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ کہ جو مسلمان ہو وہ یہ جرمانہ بھی دے کہ اسلام کے مشن کا کفیل ہو +

ہمارے یہاں کے اہل مقدرت لوگوں میں کتنے وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلامی مشن میں مدد دی ہے۔ اس میں بھی ایک والیہ بھوپال کو مستثنے کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اُس خاتون کو تو خدا نے واقعی شیدائے اسلام بنایا ہے۔ کوئی صدا اسلام کے لئے بلند ہو اور وہ لبیک کہنے کو موجود۔ اگر عام طور پر یہی حال ہوتا تو آج ہمارے مشن کی حالت ہی اور ہوتی۔ روپیہ کی کمی ہی کی وجہ ہے۔ کہ مشن ایک دیہات میں پڑی ہے۔ چاہئے یہ تھا۔ کہ مرکز لنڈن خاص میں ہوتا اور اسکے شعبہ ہر بڑے بڑے شہر اور قصبہ میں شعبوں کا انتظام تو خیر جانے کچھ دیر کو ہی ہو

مگر بہت ضروری ہے۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے لندن میں صدر مقام بنایا جاوے۔ یہاں ووکنگ میں لوگوں کا آنا جانا مشکل۔ پھر یہ ایک معمولی دیہات مشن کا پتہ ہی لوگوں کو نہیں چلتا۔ اور چلتا بھی ہے تو یہاں کوئی کیسے جلد جلد آسکتا ہے۔ جب ہماری نماز یہاں عید کے دن شان سے ہوئی Cinema سنما کے ذریعہ سے تمام انگلستان میں ایسا اشتہار ہو گیا۔ کہ ہم لاکھوں روپیہ صرف کرتے۔ تب بھی ویسا نہ ہو سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اُس اشتہار سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکے اگر لنڈن میں ہمارا مرکز ہوتا تو اُس اشتہار کی وجہ سے جوق جوق لوگ ہمارے یہاں روزانہ آتے رہتے۔ مجھے تو لندن کے مکان کی اس قدر بیتابی ہے۔ کہ اگر مرکزی اسلامیہ سوسائٹی کے پاس سرمایہ ہوتا تو میں فی الحال اسی کی طرف سے مکان لے لیتا +

یہ سوسائٹی جب پہلے اسلامک سوسائٹی کے نام سے منسوب تھی۔ تب بھی اُس کے اثر سے متعدد لوگ مُسلمان ہو گئے تھے۔ اور اسلام سے تعصب تو ہزاروں کا اُس نے دفع کر دیا تھا۔ بلکہ اُس کے جلسوں میں تو وہ لوگ بھی شریک ہوتے تھے جو کسی مشن کے جلسہ میں ہرگز نہ شریک ہوتے۔ اور اس طرح اُن کا اسلام سے جہل رفع نہ ہو سکتا +

انشاء اللہ وقت آویگا کہ یہاں کی مشن ہندوستان کی مالی مدد سے مستغنی ہو جاوے گا۔ مگر ابھی تو وُہ وقت نہیں۔ ابھی تو اگر ہندوستان کے مسلمان جلد جلد ایسی خوشخبریاں سننا چاہتے ہیں۔ کہ فلاں لارڈ یا فلاں بیرونس مسلمان ہوئے تو اُن کو چاہیئے کہ وہ لنڈن میں مرکز کا انتظام کریں۔ جو کام ووکنگ میں ہو رہا ہے وہ بے شک جاری رکھنا چاہیئے۔ جو مسجد یہاں آباد ہو چکی ہے اُسے برابر آباد رکھنا چاہیئے۔ لیکن لندن میں مرکز ضروری ہے۔ لندن کی مسجد تو جب بنے بنے۔ اُس کے لیئے تو بہت بڑے سرمایہ کے جمع ہو جانے کا انتظار ہو رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ غلط پالیسی ہے۔ لیکن اب اس کی بحث چھیڑنے

کا موقع نہیں۔ فی الحال یہ ہونا چاہیئے۔ کہ لنڈن میں کسی اچھے مقام پر دو اڑھائی سو پونڈ سال کے کرایہ پر مکان لے لیا جاوے۔ اور وہ مشن کے کام کا مرکز بنا دیا جاوے۔ مسجد نہیں تو لنڈن کے ایک مکان میں سے ایک بلال کی اذان کی آواز بلند ہونی چاہیئے۔ تب ہی ہم اُن سر برآوردہ مسلمانوں سے بھی خوب کام لے سکیں گے جو مسلمان ہوئے ہیں۔ اور لکچر اور سوشیل جلسہ ہو سکیں گے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہاں کی خلقت سے اسلام کی رونمائی کر دیں۔ باقی کام اُس کی اپنی دلربائی کرے گی +

مشیر حسین قدوائی
دوکنگ مسجد

بقلم بلال نور احمد ۱۳ ۴/۱۴

ووکنگ مشن کے ترقی خواہ ضرور ان سطور کو پڑھیں

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا کام آئندہ کس طرح چل سکتا ہے؟

اس مشن کی آمد و خرچ ۱۹۱۵ء

جس اہمیت کو آج ہمارا مسلم مشن کیا یہاں اور کیا انگلستان پہنچ چکا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جو کامیابی فوق العادہ طریق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فضل و کرم سے ہمیں عطا کی۔ نہ اس کے ہم مستحق اور نہ اس کے حصول کے لیے ہماری کوششیں کفیل۔ دنیا کا کوئی مذہب ہمارے مقابل اپنے تبلیغی کوششوں کے ثمرات گذشتہ دو تین صدیوں میں بھی ایسے نادر نہیں دکھلا سکتا جو خدا تعالیٰ نے گذشتہ دو تین سال میں ہمیں عطا کیے۔ در اصل اللہ تعالیٰ نے مغرب میں کچھ اسباب ہی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ جنھوں نے وہاں کے غور و فکر کرنے والے اور مذہب کی دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو اسلام کے قریب کر دیا ہے۔ یہ لوگ مذہب مغرب کے موجودہ مروجہ شکل سے بیزار ہو کر مختلف رنگوں میں اُن صداقتوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ کہ جن کی حیثیت مجموعی کا نام اسلام ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن پر میری نگاہ بہ تدریج ابتدا میں پڑی۔ اور زیادہ مطالعہ اور زیادہ میل جول مزید تفحص حالات نے مجھے سمجھا دیا کہ یہ رشنلزم۔ یہ یونیٹیرین ازم یہ سوشیلزم۔ یہ نسوانی تحریک طلب حقوق۔ یہ سپرچولزم یہ ناسٹیزم یہ ایتھک ازم اور ایسا ہی دیگر روحانی اخلاقی مجلسی تحریکیں جو اس وقت بطور مذہب مغرب میں پوجی جاتی ہیں۔ اور جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہاں میں کس قدر ہیجان مذہب ہے۔ یہ در اصل اسلام کی ہی مختلف شعبے مختلف رنگوں میں ہیں۔ انھیں نتائج پر میں سال ۱۹۱۲ء میں آیا۔ اور انھیں امور کو سامنے رکھ کر میں نے تبلیغ کا بیج

پھر میں نومبر ۱۹۱۴ء میں یہاں جب لاہور پہنچا۔ اور اپنی پہلی تقریر میں ان امور کا ذکر کر کے میں نے اپنا یقین ظاہر کیا تھا کہ اگر ہم اپنی تبلیغی کوششوں کو عقلمندی اور استقلال کے ساتھ یورپ میں جاری رکھیں تو اسلام مغرب میں حیرت انگیز ترقی کر جاوے گا۔ پھر ان امور کا اعادہ میں نے شروع سال ۱۹۱۵ء میں پنجاب اور صوبجات متحدہ کے مختلف شہروں میں کیا۔ جن لوگوں نے میری باتوں کو سنا وہ خود تصدیق کر لیں گے کہ میرے بیان کے بعد جو اس ایک سال میں نتائج مرتب ہوئے انھوں نے میرے بیان کی کس قدر تصدیق کی۔ میرے یہاں پہنچنے پر پچاس اصحاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن آج یک صد ساٹھ سے زائد اس وقت آنحضرت صلعم کے قدموں میں آ چکے ہیں۔ یہ نومسلم کس پایہ کے اور کس علم و فضل سے آراستہ ہیں اُن کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ رسالہ ہذا میں جو ماہواری رپورٹ چھپتی ہے وہ ان امور کا آئینہ ہے۔ میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ نومسلم اخوان میں بعض ایسے فاضل اور اہل قلم ہیں کہ جن پر کسی قوم یا سوسائٹی کو ناز ہو سکتا ہے۔ طبقہ امراء میں سے لارڈ ہیڈلے اور اسی طبقے کی دو معزز خاتونیں طبقۂ فضلاء میں سے۔ پروفیسر (یحیٰی) پارکنسن ایف۔ جی۔ ایس پروفیسر (مصطفےٰ) لیون (لندن) بی اے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پروفیسر (امین) ڈھیمنٹ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ پروفیسر نور الدین سٹیفن وغیرہ یہ لوگ وہ ہیں جو یوروپین شہرت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق ڈڈلے رائٹ فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹنٹ وغیرہ وغیرہ ہمیں اس تعداد پر چنداں ناز نہیں جس قدر اس تبدیلی و انقلاب کے لیئے ہم سجدات شکر ادا کرتے ہیں جو آج یورپ میں اسلام وہ اسلام نہیں جو پہلے تھا۔ آج اسلام ایک جیتا جاگتا۔ زندہ۔ معقول حکیمانہ اور مدلل مذہب تسلیم ہو چکا ہے۔ وہ مذہب جسے ناواقفوں یا متعصبوں نے دنیا کے لیئے لعنت سمجھا۔ وہ قریب ہے کہ کل مخلوق الٰہیہ کے لیئے رحمت سمجھا جاوے۔

اگرچہ جو ترقی تعداد نومسلمین میں ہوئی وہ بھی کافی سے زیادہ اطمینان بخش ہے لیکن مدا صلی اس تعداد کو کئی گنا تعداد تک پہنچا دینا۔ اور تھوڑے عرصہ میں ہزاروں تک کی تعداد دیکھ لینا کوئی مشکل امر نہیں بشرطیکہ ہم کافی طور پر اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ مغربی دنیا اس وقت اپنے مذہبی عقائد سے بیزار ہو کر ایک صحیح مذہب کی تلاش کر رہی ہے۔ جس کے پاس صحیح اور سچا مذہب ہو آج نصرت و نعمتمندی اس کی شامل حال ہو سکتی ہے۔ میں اس بات پر ایک معقولی اعلان کرتا ہوں

کہ جو مذہب میں نے قرآن کریم میں دیکھا اور آنحضرت صلعم سے ہم نے سیکھا ہے۔ وہی مذہب ہے جو مغربی دُنیا کا مذہب ہوگا۔ ہاں یہ سب کچھ ہماری کوشش پر منحصر ہے +

میں نے یہ مختلف مواقع پر بیان کیا ہے کہ اشاعت مذہب کا بہترین طریق مغربی دُنیا میں اسلامی لٹریچر کو پھیلانا۔ اور اس کے ساتھ ایک مرکز قایم کرکے نومسلمین یا مستفسرین و متفحصین کو اسلامی زندگی دیکھنے کا موقعہ دینا۔ اور اس کے ساتھ موقع بموقع تقریر و لکچروں سے بھی امداد کرنا اس امر کے لیے ہم نے اسلامک ریویو شایع کیا۔ اور یہ کوشش کی کہ جہاں تک ہمارے ذرایع اجازت دیں ہم اسے یورپ اور امریکہ میں مفت تقسیم کریں۔ یورپ میں ایسے ذرایع آسانی سے مہیا ہو جاتے ہیں کہ ہم اپنے لٹریچر کو ہزاروں تک کی تعداد میں اُن لوگوں کے پاس پہنچا سکتے ہیں جو واقعی مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ سرمایہ کہاں سے لاویں کاش مسلمان اپنے مقابل غیر مسلموں کی تبلیغی کوششوں پر توجہ کریں۔ کیا وہ ڈہائی ہزار رسالہ کا مفت تقسیم کر دینا اس لٹریچر کے مقابل کسی شمار و قطار میں ہے جو پادری لوگ ایک سمندر کی طرح دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ کیا اگر اس قدر قلیل مقدار یہ نتایج مرتب کر سکتی ہے تو پھر اگر ہمارا رسالہ مثلاً دس ہزار تک ماہوار مفت تقسیم ہو تو پھر کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ یہی ایک غرض تھی جو مجھے انگلستان سے ہندوستان لائی۔ اللہ تعالے نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس قابل کر دیا تھا کہ میں قوم کے آگے اپنی محنت کے نتایج پیش کروں اور اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اس کار حسنہ میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ میں اگرچہ دو ڈھائی سال کی محنت شاقہ کے بعد ولایت سے واپس نومبر ۱۹۱۶ء میں ہندوستان آیا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میں کچھ آرام کروں۔ لیکن وہ اخراجات ماہواری جو دو ہزار ماہوار کے قریب ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہی پہنچ گئے تھے انھوں نے مجھے گھر بھی آرام لینے نہ دیا۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھرا اور جس شہر میں جتنے دن رہا۔ قریب قریب ہر روز لوگوں کو خطاب کرتا رہا۔ جس سے میری صحت پر بھی بُرا اثر ہوا۔ لیکن میں نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ اب چونکہ ووکنگ مشن کی روز افزوں کارروائیاں چاہتی ہیں کہ میں بہت جلد واپس چلا جاؤں۔ اور اگر اللہ تعالے کو منظور ہوا تو چند ہفتوں کے اندر اندر میں ووکنگ میں پہنچ جاؤں گا۔ اسلیے

اس نے پسند کیا کہ میں اپنی قوم کو ووکنگ کے حالات سے کسی قدر اطلاع دیئے جاؤں اور اس
امداد سے بھی اطلاع دوں جو مجھے سال ۱۹۱۵ء میں میری تحریک پر ہوئی ÷
میں اپنے مسلم بھائیوں کا جس قدر شکریہ ادا کروں تھوڑا ہے۔ میں جہاں گیا جس جگہ گیا میری وہ
عزت و تکریم کی گئی کہ جس کا میں ذاتی طور پر مستحق نہ تھا۔ دراصل اس گئے گذرے زمانہ میں بھی
مسلمانوں کو اسلام سے ازحد محبت ہے وہ دل سے اشاعت اسلام کے گرویدہ و عاشق ہیں۔
انھوں نے مجھ میں ایک خادم اسلام اور عاشق اسلام کا نمونہ دیکھا اسلئے انھوں نے مجھ سے
ہر ایک قسم کا نیک سلوک کیا۔ خصوصاً وہ نیک سلوک جو مجھ سے مسلم والیان ریاستہائے ہندوستان
نے کیا وہ میرے لیئے خاص تشکر و امتنان کا موجب ہے۔ اعلےٰ حضرت حضور نظام و عالیحضرت
فرمانروائے بھوپال۔ عالیحضرت شیخ صاحب منگرول۔ ان بندگان عالی کا مجھے شاہی مہمان کے
طور پر اپنی قلمرو میں رکھنا۔ اور ہر وہ سلوک مرعی رکھنا جو ایک شاہی مہمان سے ان کے ہاں
ہوا کرتا ہے۔ یہ تو ان کے شاہی اخلاق کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ لیکن مختلف محل و مواقع پر
مجھے انکا خاص الخاص اشفاق کریمانہ کا مورد بنانا۔ یہ اس محبت کو ظاہر کرتا ہے جو عالیمرتبت
سے عالیمراتب مسلمان کا دل ایک خادم اسلام کے لیئے اپنے پہلو میں محسوس کرتا ہے۔
میں یہ یقین کرتا ہوں کہ اگر جنگ کے ایام نہ ہوتے تو میرا یہ سفر بہت ہی بہترین نتایج مرتب کرتا۔
بہر حال جو کچھ ہوا وہ حالات موجودہ کے ماتحت میری امیدوں سے زیادہ ہوا۔ اس موقعہ پر
میں گورنمنٹ عالیہ کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پر آشوب زمانہ میں میرا کل شمالی
ہندوستان میں سفر کرنا اور ہر ایک امن و آسایش کا حاصل کرنا۔ جن اغراض کے لیئے میں نے یہ
سفر کیا ان اغراض کے اظہار کے لئے پبلک لیکچروں کو بے روک ٹوک کرنا۔ بلکہ بعض مواقع پر خود
اعلےٰ سے اعلےٰ مقامی افسروں کا میری امداد کرنا اور مجھے ہر طرح اپنی عنایات سے مرہون منت
ٹھیرانا یہ اُس دریا دلی کا ثبوت دیتا ہے جو اس گورنمنٹ عالیہ کا خاصہ ہے۔ اور جس کے لیئے ہر ایک
شخص کو اس گورنمنٹ کا شکرگذار ہونا چاہیئے ۔
میں اس موقع پر اس سال کی آمد و خرچ سے اپنے معاونین کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ یہ امر
کئی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے مشن کے خرچ کی مدات تین قسم کی ہیں۔ اوّل اسلامک ریویو اور

ایساہی دوسرا اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنا۔ دوم - ہر اتوار کے دن شمولیت وعظ کے لیئے جسقدر مہمانوں کا ووکنگ میں باہر سے آنا اور ایساہی نومسلم ساکنین ووکنگ کو اپنے ہاں دوپہر کے کھانے اور سہ پہر کی چاء پر مہمان کرنا اور ایساہی جس قدر نومسلموں کو اسلام سیکھنے کے لیئے باہر سے ہمارے ہاں آنا یا مستفسرین کا ہمارے ہاں ٹھہرنا اور ان کا تعہد بطور مہمان اسلامی طریق پر کرنا۔ سوم - اخراجات متفرقات جس میں لندن یا دوسرے مقام پر علاوہ جمعہ کے وعظ ولکچر کے لیئے جانا اور مسجد ووکنگ کے متعلقہ اخراجات - بڑی بھاری مدات خرچ کی پہلی دو ہیں یعنے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو اور لنگر خانہ۔ انہیں دو مدات کو علے الخصوص سامنے رکھ کر معاونین مشن سے امداد کی درخواست کی گئی ہے حصول امداد کو سہل ترین بنانے کے لیئے مینے یہ مناسب سمجھا ہے کہ اسلامک ریویو کی خریداری بہت بڑھادیجاوے۔ جسقدر اس کے خریدار زیادہ بڑھیں گے اسی قدر اسکے منافعہ کا کثیر حصہ اس کارخیر پر خرچ ہوگا۔ اسی غرض سے مینے اسلامک ریویو کا ترجمہ اردو میں شائع کرنا شروع کیا اور اس کی قیمت ستے رسالانہ رکھدی ہے۔ تاکہ اس کے منافعہ کا زیادہ حصہ بھی اس مشن پر خرچ ہو +

اسی طرح مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو کی یہی دو صورتیں میرے سامنے رہی ہیں ایک تو عام طور پر برادران اسلام کو مفت تقسیم رسالہ کے لیئے کہا گیا ہے کہ وہ یہ رسالہ خرید کر ہمیں مفت تقسیم کرنے کی اجازت دیں۔ یہ اپیل بھی خالی نہیں گئی۔ اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ ایک کافی رقم اس کی تقسیم کے لیئے ہم نے وصول کی +

اب میں ذیل میں آمد وخرچ کا ایک نقشہ بھی دیدیتا ہوں۔ آمد کی طرف جس قدر رقوم بطور امداد اس سال وصول ہوئیں ان سب کی ایک فہرست بھی مینے رجسٹر آمد سے بنواکر اس تحریر کے ساتھ شامل کردی ہے ممکن ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کے لیئے تحریص امداد کا موجب ہو ساتھ ہی معطی صاحبان بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جسقدر امداد انھوں نے کی وہ ان کی منشاء کے مطابق ہی خرچ بھی ہوئی + یہ نقشہ اور فہرست منسلکہ مینے دفتر لاہور سے رجسٹر ہائے آمد وخرچ سے بنوایا ہے۔ چندہ امداد میں ایسے خریدار بھی درج کردیے ہیں جنھوں نے قیمت دے کر رسالہ مفت تقسیم کرایا۔ خالص خریدار رسالہ جات مینے انکو قرار دیا۔ جنھوں نے رسالہ اپنی ذات کے لیئے لیا ہے

نقشہ آمد و خرچ

آمد

آمد	پائی - آنہ - روپے
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	[illegible]
چندہ امدادی از حیدر آباد . . .	۴۳۱۱
چندہ امدادی در ہندوستان . . .	۹۷۷۲-۶-۰
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ . .	۵۱-۶-۰
چندہ از . . . ۵۰ روپے	
ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از فروری ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر ۱۹۱۵ء	۳۰۶-۰-۰
چندہ از . . . بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷-۱۱-۱۱
وظیفہ خواجہ کمال الدین از جانب . . . معلومہ بابت اٹھارہ ماہ از جولائی ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر ۱۹۱۶ء	۱۸۰۰-۰-۰
رخصتانہ از حضور نظام	۱۰۰۰-۰-۰
سفر خرچ از انجمن ہائے مختلفہ	۲۵-۰-۰
میزان کل	۳۲۸۰۸-۵-۰

خرچ

خرچ	پائی - آنہ - روپے
اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر خرچ	۲۰۶۲-۱۵-۷
عملہ لاہور و انگلستان	۶۷۹۳-۴-۶
سفر خرچ حیدرآباد و ہندوستان بعد تنخواہ . . . چندماہ تو ہم او پر	۱۸۲-۶-۹
خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲۱-۱۵-۰
واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں +	۶۳-۲-۰
واپسی قرضہ حسنہ	۲۰۰-۴-۰
متفرق	۳۸۲-۲-۲
میزان بالا	۱۲۹۰۶-۳-۰
رقوم جو وقتاً فوقتاً ولایت گئیں۔	۱۹۴۲۹-۱۲-۷
میزان	۳۲۳۳۵-۱۵-۷
گرنٹی از ام الالسنہ	۷۰-۹-۰
بقایا بدست	۴۰۱-۱۲-۵
میزان کل	۳۲۸۰۸-۵-۰

* ابتداء ۱۹۱۲ء میں میرے ایک عزیز دوست نے مجھے تیس پونڈ بطور امداد مشن اس شرط پر ولایت بھیجے تھے۔ کہ اگر ووکنگ مشن میں کبھی آئندہ گنجایش ہو تو یہ رقم ان کو واپس کر دیجاوے ۱۹۱۵ء میں ۲۰۰ ان کو بھیجا گیا ہے محصول ڈاک اور ۱۹۱۶ء میں آج تک ان کو [illegible] ۱۵ بھیجا گیا

+ اس میں دو یا چار روپیہ کی کمی بیشی ہے معطی صاحب کو بغرض تصحیح لکھا گیا + خواجہ کمال الدین

نقشہ بالا میں جو رقوم بطور امداد حیدرآباد اور دیگر علاقہ جات ہندوستان سے میں نے ان سفروں میں وصول کیں اس کی تقسیم کو معطی صاحبان نے میری اقتضاء رائے پر چھوڑا تھا کہ جس نسبت سے چاہوں میں انہیں رسالہ انگریزی کی مفت تقسیم یا لنگرخانہ و دیگر ضروریات ووکنگ پر خرچ کر دوں۔ چنانچہ میں نے دفتر کو ابتدا میں یہی ہدایت دی کہ ان رقوم کو قریب قریب نصف نصف ریویو انگریزی کی مد تقسیم میں اور لنگرخانہ وغیرہ میں دکھلا دیں۔ لیکن ان رقوم کی بعد از وضع خرچ تقسیم کس طریق پر ہوئی وہ ووکنگ کے خلاصہ حساب کے آنے پر بتلائی جا سکتی ہے۔ لاہور اور ووکنگ ہر دو جگہ باضابطہ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے جہاں آمد و خرچ کی رقوم خواہ میری ذات سے تعلق رکھتی ہوں یا مشن سے ان کا اندراج کتابوں میں ہوتا ہے وہاں کا حساب شیخ نور احمد صاحب بلال کے ہاتھ میں ہے اور یہاں کا حساب کتاب منیجر دفتر رسالہ اشاعت اسلام کے ہاتھ ہے۔ میں نے شیخ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ۱۹۱۸ء کے آمد و خرچ کے حساب کا خلاصہ بھیج دیں۔ خصوصاً یہ کہ مختلف مدات میں کیا خرچ ہوا۔ ہاں میں نے اسی قدر حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی خدمت میں عرض کر دی تھی کہ وہ امسال دو اور تین ہزار کے اندر اندر مفت تقسیم رسالہ کر دیں۔ اس سال اخراجات لنگرخانہ بہت ہی بڑھ گئے۔ میں نے منشی نور احمد کو ایک دفعہ لکھا تھا کہ وہ تین یا چار ماہ کی تعداد مہمانوں سے ہمیں اطلاع دیں۔ چنانچہ گذشتہ جون سے آخر ستمبر تک دو ہزار آٹھ صد کے قریب مہمان آئے اور اس سے آئندہ دو ماہ میں ہزار سے زائد تھے۔ اگرچہ ان ایام میں دو عیدیں بھی گذریں جنمیں ہزار کے لگ بھگ مہمان تھے۔ بہرحال جس طرح فہرست چندہ سے عیاں ہے ان معتدبہ رقوم کے لئے روپیہ معطی صاحبان نے دیا خرچ کرنے کے لئے ولایت بھیج دیا۔ ہاں ہم سے یہی ہو سکتا تھا کہ جس قدر روپیہ ہم وصول کریں وہ سب کا سب ضروری اخراجات کاٹ کر ولایت بھیج دیں۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ نقشہ آمد و خرچ میں دو باتیں قابل ملاحظہ ہیں اول جہاں تک اس مشن کا عملہ ہے اس نے پہلے درجے کے ایثار سے کام لیا۔ عملہ اس وقت حسب ذیل ہے:۔ ولایت میں مولانا مولوی صدرالدین صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب بلالی۔ ہندوستانی باورچی۔ ان کے علاوہ مولوی صاحب نے وقتاً فوقتاً اگر ولایت میں کوئی اور رکھا اس کا خرچ نقشہ بالا میں نہیں دکھلایا گیا۔ ہندوستان میں منیجر دفتر رسالہ مع ریویو اور اس کے ماتحت دو کلارک۔ ایک چپڑاسی۔ اور ایک دفتری جو بہت ہی چند

ماہوار ہا۔ ایک ایجنٹ بغرض تبلیغ و اشاعت اغراض مشن جو گذشتہ اکتوبر سے رکھا گیا اور میں خود۔ اتنے بڑے کام پر اس قدر قلیل عملہ اور پھر اس عملہ پر بھی صرف ساٹھ پانصد روپیہ ماہوار کا خرچ۔ یہ آج کل کے حالات کے ماتحت ایثار نہیں تو اور کیا ہے۔ اس عملہ پر جو میں نے خرچ دکھلایا ہے اس میں وہ رقم ماہواری بھی شامل ہے۔ جو میں اپنے ذاتی خرچ کے لیئے لیتا ہوں لیکن اس کا بوجھ میں نے کسی قسم کے ڈونیشن یا زر امداد مشن پر نہیں ڈالا۔ میں نے اپنی ذات کا خرچ بحیثیت ایڈیٹر اسلامک ریویو صرف اسلامک ریویو پر کتب حساب میں ڈلوایا ہے۔ ایسا ہی کچھ رقم بطور امداد عملہ میں سے ایک خالص سچے خادم مشن کو میں نے بطور قرض حسنہ دی ہے۔ وہ بھی میں نے اسلامک ریویو کی آمد میں سے دی ہے اور اس کا خرچ بھی اسلامک ریویو پر ڈالا ہے اسلیئے کہ ان ہر دو رسالوں کے نفع نقصان کو میری ذات سے تعلق ہے۔ باقی اخراجات جو عملہ لاہور کے ہیں یا سفر خرچ یا اخراجات متفرقہ ہیں ان کا ½ اردو رسالہ پر ½ اسلامک ریویو پر اور ½ دیگر اغراض پر ڈال دیا ہے۔ اور جو عملہ ولایت یا واپس قرض حسنہ کی رقوم ہیں اُن کو اسلامک ریویو اور دیگر اغراض پر نصف ڈال دیا ہے۔

یہ امور محض آمد و خرچ کو حساب کتاب کے باضابطہ شکل میں رکھنے کے لیئے کیئے گئے ہیں۔ ورنہ اصل جو عمل ہوا ہے وہ تو یہ ہے کہ جو کچھ منافع ہر دو رسالجات کا ہوا یا جو رقم مجھے ذاتی طور پر بطور وظیفہ یا تحفہ دا بعض محسنوں سے ملی وہ سب کی سب میں نے آمد مشن میں ڈال دی ہے۔ میں آئندہ بھی اللہ تعالےٰ سے یہی دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایسا ہی کرنے کی توفیق دے +

مسلم بھائیوں سے میری آخری اپیل

میں اب چند ہفتوں میں یہاں سے رخصت ہو کر ولایت جانیوالا ہوں۔ دوران قیام ہندوستان میں میں نے ہر ایک قسم کا آرام چھوڑ کر مسلمان بھائیوں کو اس کار خیر کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔ یہ مشن ایک حقیقت اور طاقت ہے۔ کوئی وہمی یا قیاسی امر نہیں۔ یہ مشن نظری حالات سے نکل کر واقعات اور عمل کا جامہ پہن چکا ہے۔ اس کے مفید اور یقینی طور پر کامیاب

ہو تمہیں اب شبہ نہیں رہا۔ اس امر سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا اور رسول کے احکام کے ماتحت ہمارے کل قومی کام ایک طرف اور یہ کام ایک طرف ہے۔ ہماری کل کی کل تحریکات پر اس شن کو فوقیت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلامی خیرات و زکوٰۃ کے مصرف پر کل دیگر خیراتی کاموں پر اسے ترجیح نہ دیں۔ نقشہ آمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ چودہ ہزار کے قریب روپیہ محض بطور ڈونیشن مسلمانان ہند سے اس سال آیا اور اس سے جس قدر بھاری کام ہوا۔ وہ ظاہر ہے کیا ۱۹۱۵ء میں جو تمہیں تیس ہزار کا خرچ ہے اور جس کے مقابل کئی ہزار رسالہ اردو و انگریزی بطور خریدار لوگوں کے گھروں میں بھی پہنچ چکا ہے۔ اس کے مقابل یہ کامیابی جو اس سال ہمیں ہوئی وہ کچھ کم ہوئی ہے کہیں تمہیں اس کی نظیر دنیا بھر کی مذہبی تبلیغی کوششوں میں نظر نہیں آتی

لیکن اب جو میں ہندوستان سے چلا ہوں اور ممکن ہے کہ میری غیر حاضری بہت جلد کوئی ایسا قائمقام میسر نہ پیدا ہو سکے جو شہر بشہر پھر کر مسلم بھائیوں کو ان کے فرض کی طرف متوجہ کرے۔ تو پھر کیا تو مسلم بھائی اپنے فرض کی طرف متوجہ نہ ہونگے۔

مسلمانو! خدارا جاگو۔ غفلت کو چھوڑ دو۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے کام تو ہو کر رہیں گے۔ لیکن مبارک وہ ہے جو اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹا دے۔ تمہارے مال جس دیانت اور احتیاط سے خرچ ہوئے ہیں وہ اس نقشہ سے تم پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور جس ایثار اور محبت سے کام کرنے والے لوگ تم کو مل گئے ہیں وہ بھی اس قحط الرجال میں شاذ و نادر کا معاملہ ہے خدا تعالیٰ ہی اس امر کا شاہد ہے کہ مجھے ایام وکالت کے مقابل دوگنا کام روزانہ کرنا پڑتا ہے اور جو کچھ لیتے بطور وجہ کفاف۔ لیا وہ میری آمدنی وکالت سے جو ۱۹۱۲ء میں تھی کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ کسی پر احسان نہیں۔ یا حضرت علی اللہ کا خوش کن مقولہ ہی ہمارے لیئے راحت جان ہے۔ لیکن ہمارا ایثار کس کام آویگا۔ اگر ہمارے پاس اور سامان نہ ہوں۔ خدارا کچھ ایسا کام کرو۔ کہ یہ انگریزی رسالہ دس ہزار تک مفت تقسیم ہو جاوے۔ اگر دس ہزار رسالہ تقسیم کرنے کے سامان کر دو۔ تو پھر اس کے منافع سے ہی دیگر اخراجات دوگنے چل نکلیں گے +

نیٹ نہ نوٹ عشدہ ۱۹۱۵ء میں آپ کو مخاطب کیا اور اردو رسالہ بھی اس لیئے شائع کیا۔ کہ اسلئے

منافع سے ووکنگ مشن چلے۔ اگر یہ رسالہ دس ہزار خریدا جا سکے تو میرے نزدیک موجودہ خراجات کے لحاظ سے ۳/۲ اخراجات ووکنگ مشن کے نکل جاتے ہیں +

اگرچہ یہ رسالہ میرا ہی شائع کردہ ہے۔ لیکن میری یہی غرض ہے کہ اس کے منافع سے اشاعت کے کام کو مدد کافی ملے۔ جیسے کہ گذشتہ سال کیا گیا۔ اس وقت اردو رسالہ کی تعداد اشاعت دو ہزار کے قریب ہے۔ اس اشاعت پر جو منافع ہوتا ہے وہ قطعاً مشن کے لئے کافی نہیں۔ اسی طرح انگریزی رسالہ کی اشاعت ابھی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ یہ بھی بہت تھوڑی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان بھائی صرف پانچ ہزار تک انگریزی اور دس ہزار تک اردو رسالے کو خرید لیں تو میں کسی اور امداد کا سر دست اُن سے مطالبہ نہیں کرتا۔ اور اگر مجھے خدا توفیق دے تو میں اس کے منافع کو اسی کام پر خرچ کروں گا۔ ہاں جب تک یہ صورت نہ ہو میں ان بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں جنھوں نے دریا دلی سے گذشتہ سال اپنے مالوں سے مجھے مدد دی وہ اب بھی دیں۔ یہ مال وہ بالفاظ قرآن کریم ایک تجارت پر لگاتے ہیں جسکا منافع جو آخرت کو بالفاظ ربی ملنا ہے وہ تو ضرور ملے گا۔ لیکن اسکا منافع تو دم نقد مل رہا ہے +

خدارا غور کرو۔ یہ رقوم امداد تو زیادہ تر مئی ۱۹۱۳ء سے پہلے پہلے مجھے وصول ہوئی تھیں۔ آج اس پر ایک سال گذر گیا۔ فہرست سے ظاہر ہوگا کہ مئی ۱۹۱۳ء تک زیادہ حصہ امداد کا آپنے دیا۔ آج مئی ۱۹۱۴ء ہے اب بتلاؤ جو اس سال میں نتائج مرتب ہوئے وہ منافع کیا کچھ کم ہے۔ مسلمان بھائیوں خدا کے اس فضل کو دیکھو کہ جس غرض کے لیئے جو کچھ تھوڑا بہت تمنے دیا وہ غرض پوری ہو گئی۔ پھر اسکے شکر یہ میں کیا آپ کو مناسب نہیں کہ اور ہمت کرو۔ اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ یہ مبارک مہینہ زکوٰۃ و خیرات کا ہے +

تمہاری زکوٰۃ کا بہترین مصرف

ووکنگ مشن ہے۔ جاؤ قرآن کریم کو کھولو وہ بھی ہمیں یہی کہتا ہے۔ ہمارے مشن کی امداد کا ایک سہل طریق یہ ہے کہ تم ہمیں انگریزی رسالہ کی مفت تقسیم کے لیئے امداد دو۔ اپنی طرف سے متعدد رسالہ مفت تقسیم کراؤ۔ ایسا ہی لنگرخانہ کی امداد کا فکر کرو۔ ہاں ایک آسان طریق امداد کا یہ ہے کہ خود رسالہ اردو یا انگریزی خریدو اور دوستوں میں اس کی خریداری بڑھاؤ۔ گذشتہ ایام

ہمیں اردو رسالہ بہت سا زائد چھپوانا پڑا۔ خیال تھا کہ خریداری بہت بڑھے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا مختلف ماہ کے رسالجات زائد پڑے موجود ہیں۔ سو میں نے یہ پسند کیا ہے کہ تمام گذشتہ رسالجات کے آگے یہ اپیل ضم کرکے بطور نمونہ مسلم احباب کی خدمت میں بھیج دوں۔ وہ اس رسالہ کو دیکھیں مختلف احباب کے پاس ۱۹۱۵ء کے مختلف مہینوں کے رسالے پہنچیں گے وہ اس کو شروع سے اخیر تک دیکھیں اور پڑھیں اور پھر اندازہ کریں کہ کیا ایسا قیمتی رسالہ محض اگر لٹریچر کے طور پر ہی خریدا جاوے۔ تو چنداں گراں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا منافعہ ایک ہماری مشن کو چلا رہا ہے۔ اسی طرح جن دوستوں نے بسبب حالات خاصہ انگریزی رسالہ خریدنا چھوڑ دیا ہے وہ اردو رسالہ ہی خرید کر عنداللہ ماجور ہوں۔

موجودہ خریداران کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو ہر دو رسالجات کی اشاعت بڑھانے میں کوشش بلیغ فرماکر عنداللہ ماجور ہوں ÷

فہرست زر عطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن انگلستان ۱۹۱۵ء

بابت ماہ جنوری

معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب قیمت کتب ... ۸ر
جناب فصیح الدین خانصاحب حیدر آباد ... [illegible]
مرزا غلام سرور صاحب پشاور ... [illegible]
حکیم امیر علی صاحب پنڈی ... [illegible]
جناب حامد اللہ خانصاحب کوہاٹ ... [illegible]
سردار عبد الرحمن صاحب ... [illegible]
غلام حسین صاحب ٹیلیگراف کلرک ... [illegible]
خانصاحب عبد الحکیم خانصاحب سب جج کوہاٹ [illegible]
خان بہادر حق نواز خانصاحب ... ۔۔ [illegible]
خانصاحب محمد جمیل خان صاحب ... ۔۔ [illegible]
میاں [illegible] الدین صاحب ... [illegible]
خان بہادر مولوی احمد دین صاحب ... ۔۔ [illegible]
مولوی محمد عالم صاحب سیکنڈ ماسٹر ... ۔۔ [illegible]
سردار احمد خانصاحب ... ۔۔ [illegible]
سید محمد اشرف صاحب کوہاٹ ... [illegible]
خانصاحب خوشدل خانصاحب کوہاٹ [illegible]
بابو معراج دین صاحب نائب تحصیلدار ۔۔ [illegible]
ماسٹر محمد اکبر خانصاحب ڈپٹی [illegible] ... [illegible]
جناب محمد خداداد خانصاحب ۔۔ ... [illegible]
جناب فقیر ابو الحسن صاحب ... ۔۔ ... [illegible]
ملک خدا بخش صاحب ... ۔۔ ... [illegible]
خان بہادر خیر محمد خانصاحب رئیس ۔۔ ... [illegible]
شیخ عبد العزیز صاحب سب انسپکٹر ۔۔ ... [illegible]
امام بخش صاحب ... ۔۔ ... [illegible]
سردار محمد [illegible] اللہ خانصاحب ۔۔ ... [illegible]
محمد عبد اللہ خانصاحب [illegible] ... ۔۔ ... [illegible]
[illegible] محمد خانصاحب ... ۔۔ [illegible]
سکندر خانصاحب سب انسپکٹر ۔۔ [illegible]

ملک خواجہ محمد خانصاحب میونسپل کمشنر بنوں ... صہ	مرزا بہادر جناب محمد رمضان خان صاحب ... عہ
بابو پیر بخش صاحب ... ،، عہ	از یتامی فنڈ ... للعہ
شیخ اللہ بخش صاحب ... ،، ۵	غلام رسول صاحب معرفت خلیفۃ اللہ صاحب ... عہ
مولوی عبدالہادی صاحب ... ،، عہ	جناب سید فضل الرحمن صاحب وکیل بابت چندہ ...
محمد شفیع خانصاحب ... ،، عہ	،، منشی محمد اسماعیل صاحب تاجر کانپور ...
امیر خانصاحب ... ،، عہ	،، حافظ ہدایت حسین صاحب ...
محمد یوسف خانصاحب اجمیری ... ،، عہ	عام چندہ ریزگاری جو جلسہ کانپور میں ہوا ...
شیخ ظہور الدین صاحب ... ،، ۵	چندہ وصول شدہ معرفت جناب فضل الرحمن صاحب ...
حاجی شیخ محمد بخش صاحب ... ،، ۵	جناب حسن محمد صاحب راولپنڈی ...
قاضی عبدالغفور خان صاحب ... ،، ۵	،، شیخ خدا بخش صاحب بنوں ... صہ
منشی عبدالعزیز صاحب ملتانی ... ،، عہ	،، خانصاحب سعدالدین خانصاحب پشاور ...
خان محمد خان صاحب ... ،، ۵	،، حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کانپور ...
فیض اللہ شاہ صاحب ... ،، عہ	،، مولوی شرف الدین صاحب ... ،،
خان محمد ایاز خان صاحب ... ،، صہ	،، محمد حنیف صاحب ...
قاضی محمد حسن صاحب ... ،، عہ	،، عبدالکریم صاحب ... عہ
علی محمد صاحب ... ،، عہ	نقد ریزگاری کانپور ...
جناب بابو محمد عبداللہ صاحب ... ،، عہ	جناب احمد حسین صاحب ... ۵
،، مسکین قتیلی صاحب ... ،، عہ	یکم اپریل محترمہ صاحبان خاندان مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی ...
،، مرزا سلطان خان صاحب ... ،، عہ	جناب ایڈیٹر صاحب النظر لکھنؤ ... عہ
،، تاج محمد خان صاحب ... ،، عہ	معرفت جناب لطف اللہ خانصاحب بنوں ...
،، فیض محمد صاحب مستری ... ،، ۸	لا معلوم الاسم ... عہ
،، شیر خان و قریشی گل محمد و امیر محمد صاحبان ،، ۸	جناب محمد اسلم صاحب مردان ... عہ
،، معاذ اللہ خان صاحب رئیس ... ،، صہ	صفدر علی صاحب علیگڑھ ... قیمت کتب ... عہ
،، ممتاز خان صاحب ... ،، ۵	جلال الدین صاحب سیالکوٹ ... عہ
،، ملک محمد دوران خان صاحب ... ،، صہ	جناب محمد جان صاحب ... عہ
متفرق چندہ معرفت جناب دوست علی شاہ صاحب ،، ۵	،، شاہ دین صاحب کولمبو ... عہ

جناب وارث صاحب قیمت کتب ۱۴ر
جناب یوسف خان صاحب .. //..... ۱۴ر
جناب مرزا امام علی بیگ صاحب ...... عہ
شیخ عبد اللہ خانصاحب ... قیمت کتب ۱۴ر
عبد الوحید صاحب اجمیر ...... // .. ۶ر
جناب سید معز الدین صاحب ... // .. ۱۵ر
صاحبزادہ جناب عبد القیوم صاحب پشاور عہ
جناب سید امیر حسن صاحب بنارس .... عہ
جناب مرزا فیاض الدین صاحب // ..... عہ
" مرزا شمس الدین صاحب // ..... عہ
" رفیع الدین صاحب //..... عہ
" شاہ میر عالم صاحب //..... عہ
" عبد الواحد صاحب وکیل .. //... عہ
" ضیاء الدین صاحب الیکٹر پوسٹ آفس ... عہ
رقوم ذیل معرفت جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب مشکور :-
جناب صوفی ظفر حسین صاحب ...... عہ
" عالمگیر خان صاحب .... عہ
" سید مومن صاحب .... عہ
" خان روشن دین خانصاحب ..... عہ
" محمد حیات خان صاحب ...... عہ
" منشی امیر حسین صاحب ...... للعہ
" منشی عبد الواحد صاحب .... سے
" منشی نصیر الدین صاحب ...... عہ
" راجہ ولی محمد خانصاحب ...... عہ
" خان باز گل خان صاحب ...... عہ
تفصیل رقوم از چھاؤنی بنوں

جناب بابو مولا بخش صاحب پوسٹ ماسٹر بنوں عہ
" منشی مہر بخش صاحب ...... عہ
" غلام حسین صاحب ٹیلر ماسٹر ...... عہ
" محمد رمضان خانصاحب // ...... عہ
" عبد اللہ خان صاحب // ...... عہ
" شیخ لاٹ صاحب // ...... للعہ
" نبی بخش صاحب ٹیلر ماسٹر ...... عہ
" فیروز الدین صاحب // ...... عہ
" علی بخش صاحب // ...... عہ
" نور محمد صاحب // ...... عہ
" زمان شاہ صاحب // ۱۰ر
" مولا بخش صاحب // ...... عہ
" نور مصطفیٰ صاحب // ۴ر
" زمان علی صاحب // ...... عہ
" نتھو صاحب // ۸ر
" جمال الدین صاحب // ۴ر
" اللہ دتا صاحب // ۴ر
" غلام غوث صاحب ...... عہ
" فضل الٰہی صاحب ...... [illegible]
" غلام محمد صاحب ...... عہ
" گل ستار خانصاحب ۲ر
" محبوب اللہ خانصاحب ...... [illegible]
" نور محمد صاحب ۸ر
" محمد الدین صاحب ۴ر
" مسٹر عبد العزیز صاحب ...... [illegible]
" رمضان خانصاحب بھیرہ ...... [illegible]

نام	رقم
جناب شیر علی خان صاحب	للعہ
" محمد شاہنشاہ صاحب	عہ
" قاضی احمد اللہ صاحب	۱۲
" کریم بخش صاحب	۱۲
" بابو خدا بخش صاحب	عہ
" فضل احمد صاحب	۱۴
" بابو کالے خان صاحب	۱۲
" بابو اللہ بخش صاحب	۱۲
" بابو اللہ دتا صاحب	۱۲
" منشی جلال الدین صاحب	عہ
" شیخ خدا بخش صاحب	عہ
" حسین بخش صاحب	صہ
متفرق معرفت جناب خدا بخش صاحب	عہ
جناب غلام محی الدین صاحب سرگودہ	۱۲
" فضل قادر صاحب لائل پور	۱۲
" انوار الحق صاحب	عہ ۱۲
" علم دین صاحب	۱۰
از خانہ جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج غازیپور	عہ
جناب تفضل حسین صاحب زمیندار - اسنہ	عہ
" مولوی محمد ظہور صاحب غازیپور	عہ
" شیخ نور الدین صاحب .... "	عہ
" چوہدری بدر الدین صاحب آرہ	صہ
" مولوی برکت اللہ صاحب وکیل بی۔ اے۔ ایم بابت پارٹی غازی پور	عہ
" بی۔ اے احمد صاحب .. قیمت کتب	۱۰
" ایم۔ احمد صاحب .... "	۱۴
" حاجی بشیر خان صاحب غازی پور	عہ
جناب مظفر امام صاحب منصف غازیپور	عہ
" سب رجسٹرار صاحب بھور دعوت "	صہ
" مرزا نظیر الدین صاحب .... پارس	عہ
" ولی الدین صاحب - خدا بخش بانکی پور	سے
" حاجی عبد الرحمن صاحب .... "	صہ
" سید علی صاحب .... "	عہ
" مہدی علی صاحب .... "	عہ
لا معلوم الاسم .... "	عہ
چندہ معرفت جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل بانکی پور	عہ
جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل بانکی پور	ما
" مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر .... "	ما
" غلام نظام الدین صاحب .... "	عہ
" ابو الخیر صاحب .... "	عہ
" شیخ رحیم بخش صاحب .... "	عہ
" ڈاکٹر عبد الغفور صاحب .... "	۱۲
" جوان بخت صاحب .... "	صہ
" محب اللہ صاحب .... "	عہ
" ذکی الدین صاحب بجنور	۱۲
" یوسف شاہ صاحب ٹیچر سرینگر قیمت کتب	عہ ۹
" غلام محمد صاحب .... "	عہ ۹
" محمد قاسم صاحب الہ آباد	۱۴
" محمد اسحٰق صاحب .... "	۱۲
" فرید الدین صاحب .... "	۱۲
قیمت بابت کتب	۱۲
۲۲ اپریل " محمد مظاہر حسین صاحب گلزار باغ پٹنہ	عہ
" نیاز اللہ صاحب .... قیمت کتب	۱۴

قیمت کتب .... [illegible]

جناب احمد جان صاحب نسولری پنیا ..... [illegible]

" نواب سرفراز حسین خان صاحب بانکی پور [illegible]

" عبد العزیز صاحب .... [illegible]

" سید صالح حسین صاحب چھپرہ ..... [illegible]

" ناظم صدیق صاحب گورکھپور .... [illegible]

" غلام رسول صاحب " .... [illegible]

" محمد رحیم بخش صاحب احمدی ... گورکھپور سے [illegible]

" سید ولایت علیشاہ صاحب سبز پوش [illegible]

" حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق ... [illegible]

" قاضی تجمل حسین صاحب منصف بلیا ... [illegible]

" محمد عمر خان صاحب مختار بستی .... [illegible]

" مولوی شمس الحسن صاحب ... " ... [illegible]

" مسٹر انور علی صاحب بیرسٹر ... " ... [illegible]

" سید مجتبیٰ حسین صاحب وکیل .. " ... [illegible]

" مولوی حفیظ اللہ خانصاحب مختار " [illegible]

" مسٹر محمد نسیم صاحب وکیل لکھنؤ ... [illegible]

" سید وزیر حسن صاحب ... " ... [illegible]

" مرزا سمیع اللہ صاحب بیرسٹر لکھنؤ ... [illegible]

" فرزند علی صاحب وکیل لکھنؤ ..... [illegible]

" نواب علی حسن خانصاحب بھوپال ... [illegible]

" حافظ عبد الرزاق صاحب لکھنؤ ... [illegible]

چندہ معرفت جناب ممتاز حسین صاحب بیرسٹر جو جلسہ بارہ دری قیصری باغ لکھنؤ میں علاوہ رقوم بالا بر موقعہ جلسہ ... [illegible]

جناب مولوی محمد وحید صاحب چھپرہ [illegible]

" امام بخش صاحب اڈیٹوں ..... [illegible]

جناب صفدر علی صاحب سراج الحق صاحب [illegible]

" شیخ محمد اسماعیل صاحب قیمت کتب [illegible]

" سید فضل علی صاحب چھپرہ ...... [illegible]

" امام الدین صاحب نجیب خیل .... [illegible]

" احمد حسین صاحب معرفت ماسٹر فقیر اللہ [illegible]

" صدیق احمد صاحب سیکرٹری انجمن تعلقہ داران لکھنؤ [illegible]

" غلام حسین صاحب وکیل لکھنؤ .... [illegible]

معرفت مرزا حیدر بیگ صاحب وکیل جونپور [illegible]

جناب خان بہادر مقبول عالم صاحب بنارس [illegible]

" احسن الدین صاحب .... [illegible]

از معلوم الاسم معرفت نواب خدیو جنگ بہادر [illegible]

اسم نامعلوم .... [illegible]

جناب مقصود علی صاحب گنیش پور ..... [illegible]

" عطاء الرحمٰن صاحب .... [illegible]

" حکیم عبد الرشید صاحب لکھنؤ ...... [illegible]

" صادق حسین صاحب .... [illegible]

" فضل احمد صاحب وزیر آباد ... [illegible]

" محمد معین الدین صاحب لکھنؤ قیمت کتب .. [illegible]

" محمد قمر الدین صاحب پٹنہ " .... [illegible]

" محمد تقی صاحب .... [illegible]

" محمد امیر صاحب .... [illegible]

" محب اللہ صاحب .... [illegible]

" [illegible] صاحب .... [illegible]

" محمد اقبال صاحب .... [illegible]

" شیخ فضل الرحمٰن صاحب .... [illegible]

" غلام نبی صاحب .... [illegible]

" مرزا حبیب بیگ صاحب وکیل جونپور ...... [illegible]

" [illegible] بخش صاحب وزیر آباد [illegible]

مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر لکھنؤ ...... [illegible]

جناب مولوی [illegible] الدین صاحب ... [illegible]

جناب لعل الدین صاحب فتحگڈھ .... عہ/

جون
؍؍ محمد الدین صاحب .... ھ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب .... عہ/

جناب خواجہ بشیر الدین صاحب .... عہ/

جناب محمد رحیم بخش صاحب بمد اشاعت .... للعہ/

؍؍ خدابخش صاحب .... عہ/

؍؍ محمد محسن علی صاحب رنگون ۱۰/

نامعلوم الاسم ۵/

جناب سلطان احمد صاحب کلکتہ ۶/

؍؍ محمد عیسےٰ صاحب ۱۴/

؍؍ محمد یار صاحب اعظم گڈھ ۹/

؍؍ میاں محمد صاحب رشیم گر پشاور .... ھ/

؍؍ شیخ عبدالرؤف صاحب رئیس مولٰہ الہ آباد .... ھ

؍؍ شیخ رافت اللہ صاحب رئیس گورکھپور .... ھ

جولائی
جناب کرم الٰہی صاحب احمدی پشاور .... عہ/

؍؍ سیکرٹری صاحب جولیا ۱۰/

جناب فرید خان صاحب بوشائر ۸/

جناب بشیر الدین صاحب ٹکٹ .... عہ/

ٹکٹ فرستندہ اسم نامعلوم ۳

جناب محمد اسلم خان صاحب سرخان تحصیل مردان
بذریعہ خواجہ صاحب رجسٹری بیمہ از ایبٹ آباد } ما/

جناب ایم تاجدین صاحب ڈپٹی کلکٹر دھون .... ھ

؍؍ ناظر الحسن صاحب .... ھ

؍؍ ایم عبدالقادر خان صاحب .... [illegible]

؍؍ عبدالصمد صاحب سوداگر .... ھ

اگست
معلوم الاسم .... [illegible]

ٹکٹ .... [illegible]

ڈی منوڈیم صاحب .... [illegible]

جناب ایم یوسف صاحب ۱۴/

نیاز اے - اے ۱۳/

جناب نذر محمد صاحب احمد ۱۱/

؍؍ تاجدین صاحب ڈپٹی کلکٹر دہون .... عہ/

؍؍ واعظ الحسن صاحب ۸/

؍؍ زین الدین صاحب ھ/
؍؍ محمد دین صاحب عہ/
؍؍ اسماعیل آدم صاحب .... } بمبئی [illegible]

؍؍ محمد فیروز الدین صاحب انسپکٹر سکولز حیدرآباد دکن ما/

؍؍ سیف اللہ خان صاحب ۱۱/

؍؍ احمد حسین صاحب نرہٹ ٹکٹ ۸/

؍؍ عبدالرحیم صاحب .... ھ

؍؍ محمد عبداللطیف صاحب ۸/

؍؍ احمد حسین صاحب .... عہ/

؍؍ اے بوایرو ۳/

؍؍ پیر خان محمد خان صاحب .... للعہ/

؍؍ شمس الدین صاحب .... [illegible]

ستمبر
قیمت کتب معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۱۱/

جناب حکیم غلام محی الدین صاحب ۳/

؍؍ سید منیر احمد صاحب جونپور ۶/

بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام کے لیئے
جناب احمد حسین صاحب معرفت } [illegible]

جناب احمد حسین صاحب نرہٹ ۱۱/

؍؍ مسعود حسین صاحب میرٹھ .... [illegible]

؍؍ عبداللہ صاحب .... قیمت کتب ۱۱/

جناب [illegible] صاحب

نام	رقم
جناب امیر حسن صاحب پٹنہ	۸ر
،، مولوی محمد یعقوب صاحب	[illegible]
،، خواجہ بشیر الدین صاحب	عہ
....	
جناب حبیب النبی صاحب کلکتہ	۱۴ر
جناب محمد شفیع صاحب قانونگو بذریعہ محمد زکریا صاحب	۸ر
مسٹر تاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر	صہ
جناب محمد اصغر صاحب وکیل کیمبل پور	صہ
جناب عبد الحمید صاحب پشاور	عہ ۸ر
جناب سید احمد حسین صاحب گیا	عہ ۴ر
جناب خواجہ بشیر الدین صاحب	عہ
معلوم الاسم قیمت کھال از حیدر آباد	صہ
جناب محمد صغیر صاحب	۶ر
جناب محمد منظور الٰہی صاحب لاہور احمدیہ بلڈنگس	عہ ۴ر
بابت ام الالسنہ	للعہ
جناب سیف الرحمٰن صاحب پشاور	عہ ۶ر
جناب الف دین صاحب وکیل کیمبل پور	عہ ۹ر
بنت صفدر جنگ صاحب امرت سر	عہ ۷ر
محمد اسمٰعیل صاحب	عہ ۳ر
جناب مولوی عزیز بخش صاحب	عہ ۱۴ر
،، عبد الرحیم صاحب پشاور	۱۴ر
،، محمد یٰسین صاحب مظفر گڈھ	۱۵ر
،، محمد احمد صاحب کانپور	عہ ۳ر
،، محمد حامد اللہ صاحب دہلی	عہ ۱۴ر
،، فضل الرحمٰن صاحب کانپور	عہ ۱۴ر
،، امتیاز علی صاحب فیض آباد	عہ ۱۴ر

نام	رقم
جناب عبد المجید صاحب کانپور قیمت کتب	عہ ۱۴ر
،، ایم عبد الکریم صاحب پنڈی	عہ
،، محمد ضامن علی صاحب لکھنؤ	عہ ۱۴ر
،، مسٹر سیگو	عہ ۶ر
،، نصرت علی صاحب لکھنو قیمت کتب	۱۴ر
،، عبد الرؤف صاحب ،،	۱۵ر
،، احسان اللہ صاحب بٹالہ ،،	عہ ۱۲ر
،، شمس الدین صاحب جونپور ،،	عہ ۱۲ر
،، ولی محمد صاحب بنارس ،،	۱۰ر
،، محمد خالق صاحب فیض آباد ،،	۱۴ر
،، رحیم بخش صاحب ،،	۱۴ر
،، شیخ امیر الدین صاحب ،،	۱۴ر
،، محمد شفیع صاحب ،،	۱۲ر
،، محمد زکریا صاحب مہاراج گنج ،،	۱۲ر
،، نظام الدین صاحب جونپور ،،	۱۰ر
،، عثمان احمد صاحب ،،	۱۲ر
،، محمد حفیظ اللہ صاحب بنارس ،،	عہ ۱۴ر
،، محمد دستگیر صاحب میسور ،،	۱۵ر
،، عزیز الدین صاحب مدراس ،،	عہ
،، بابو عبد الرحمٰن صاحب اودتی ،،	۱۲ر
،، محمد حسین صاحب مدراس ،،	۱۰ر
،، محمد نصیر اللہ صاحب ،،	۱۴ر
،، شمس الدین صاحب بنارس ،،	عہ ۱۵ر
،، ایم ایم ڈاکٹر خان صاحب ڈھاکہ ،،	عہ ۴ر
،، محمد بادشاہ صاحب مدراس	للعہ ۴ر
جناب ایم حفیظ اللہ صاحب کلکتہ	۸ر

جناب عبدالہادی صاحب عه/ ۹ر

سید غلام مصطفےٰ صاحب علیگڈھ قیمت کتب ۴ر

جناب محمد رفیق صاحب مذہور [illegible]

جناب مدیح الزمان صاحب غازی پور ،، [illegible] ۱۲ر

،، فخرالدین صاحب قادیانی ،، عه/ ۹ر

،، ایڈیٹر صاحب الفاروق ،، ۱۱ر

،، محمد اسماعیل صاحب فیض آباد ،، [illegible] ۱۴ر

،، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب [illegible] پور ،، [illegible] ۹ر

،، شیخ احمد صاحب پنڈی ،، عه/ ۱۴ر

،، ٹکٹ بابت کتب ،، ۹ر

،، غلام حسین صاحب قیصر شاہ ،، عه/ ۹ر

،، بیگم صاحبہ صفدر علی صاحب ،، عه/ ۱۲ر

،، شیر محمد صاحب موگا ،، عه/ ۱۴ر

،، آنریری سیکرٹری احمد نگر ،، [illegible]

،، بی دستگیر میسور ،، عه/ ۹ر

قیمت کتب مختلفہ ،، ۱۱ر

قیمت کتب معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۱۰ر

جناب عبدالقادر صاحب دہلی ،، عه/ ۱۲ر

جناب غلام جعفر خانصاحب ،، عه/ ۹ر

،، خلیفہ محمد صادق صاحب رانی پور ،، [illegible]

،، محمد حامد صاحب حضرت پشاور ،، عه/ ۱۴ر

،، نور محمد صاحب سلطان پور ،، عه/ ۱۴ر

،، کھدو وال کلکتہ ،، عه/ ۱۰ر

،، امیر حسن صاحب گیا ،، [illegible] ۱۵ر

چندہ جو حکیم اجمل خانصاحب کی وساطت سے

وصول ہوا مفصل ذیل میں درج ہے :-

جناب سید بشیرالدین صاحب چیرمین میونسپل کمیٹی دہلی [illegible]

،، شیخ عزیز الدین صاحب پراچہ دہلی [illegible]

،، خواجہ احمد صاحب ،، [illegible]

،، حاجی عبدالغفور صاحب ،، [illegible]

،، فضل یار خانصاحب ناظر ،، [illegible]

،، حافظ محمد اسحاق صاحب ،، [illegible]

،، محمد حیات صاحب واتو [illegible]

ٹکٹ جناب محمد اعظم صاحب عه/ ۴ر

،، عبدالکریم صاحب پورنیہ [illegible] ۴ر

،، عبدالاحد صاحب غازی پور قیمت کتب [illegible] ۶ر

،، غلام اکبر صاحب حیدرآباد قیمت کتب لوعہ [illegible] ۱۴ر

،، منیجر صاحب نور لائبریری ،، عه/ ۲ر

،، عبدالخلیل صاحب آگرہ ،، [illegible] ۴ر

،، غلام محمد صاحب ،، ۵ر

،، محمد محسن صاحب حیدرآباد ،، عه/ ۹ر

،، شکر اللہ صاحب فیض آباد ،، [illegible] ۱۴ر

،، محمد حسین صاحب علیگڈھ ،، [illegible]

،، برکت اللہ صاحب اٹاوہ ،، [illegible] ۹ر

،، سلیمان بیگ صاحب ،، ،، عه/ ۲ر

،، عبداللہ خان صاحب سرگودہ ،، [illegible] ۱۴ر

،، محمد شفیع صاحب فیض آباد ،، عه/ ۴ر

،، امیر احمد صاحب [illegible] ٹکرہ میسور ،، [illegible]

،، مولوی مومن حسین صاحب حیدرآباد ،، [illegible] ۴ر

،، روشن من اللہ صاحب اودنی مدراس ،، [illegible] ۴ر

،، نادر یار شاہ صاحب الکاٹ ،، [illegible]

،، حبیب اللہ صاحب بلاری [illegible] ۴ر

نام	رقم	نام	رقم
جناب عبد القادر صاحب مسور	صہ ر	جناب محمد رحمت اللہ صاحب گورکھپور	صہ
" عبد المحمود صاحب بنگال قیمت کتب	گ	" محمد شریف صاحب قیمت کتب	۱۱ ر
" شاہ محمد صاحب "	۹ عہ ر	واپسی رقم "	۱۴ ر
" میر حسن صاحب ٹمکور	۹ عہ ر	جناب سید عبد العزیز صاحب بنگلور	۱۴ عہ
" بشیر احمد الدین صاحب آحمد علیگڈھ "	عہ ر	" فضل الرحمن صاحب "	عہ
" ایم جان صاحب۔ پنڈی "	۱۵ ر	" نور محمد صاحب۔ کولمبو "	۱۴ عہ
" محمد یعقوب صاحب مراد آباد "	۱۴ ر	سفر خرچ از انجمن جونپور صہ از انجمن عظیم گڈھ صہ	
" عبد المجید صاحب بدرود کنگ	صہ ر	از انجمن برتا مگڈھ صہ۔ از انجمن فرخ آباد صہ	
" تاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ڈھوون کرنول	اللہ	میزان ... بقلم خواجہ عبد الغنی منیجر و سیکرٹری انجمن ناگر	

یہ فہرست اُس امداد کی ہے جو اسلام سے درد رکھنے والے اصحاب نے اس مشن کو دی جو امداد حیدر آباد
کے نیکدل اصحاب نے کی وہ اگلے صفحہ پر درج ہے بجز ان کے ... وہ رقوم ہیں جو خالص
مفت اشاعت ریویو کے لئے مجھے موصول ہوئیں۔ میرے نزدیک نصف اور ... کے درمیان رقمیں
الممالک ریویو کی ہیں۔ جیسے کہ رجسٹر آمد سے اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سال میں دیگر اخراجات
ورکنگ بڑھتے دیکھکر ہر ایک قسم کی امداد کو ایک جگہہ فہرستہائے مندرجہ میں جمع کرادیا ہے۔
اور بقیہ کو قیمت خریداری رسالجات میں رکھا ہے بالائی زر امداد میں سے بعض کتب کی قیمت ڈیڑھ
صد روپیہ کے قریب اور صرف اُس قدر رسالجات اردو و انگریزی کی قیمت منہا کرکے جو بعض معطی صاحبان
کی خدمت میں جاتے ہیں۔ اور جو چھ سات صد روپیہ ہوگی باقی کل کی کل آمد زر امداد میں دکھلا
دی ہے اور جو چودہ ہزار سے اوپر ہوتی ہے۔ ہاں میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اگر رسالجات کی
آمد و خرچ کا حساب الگ الگ کیا جاوے۔ اور منافع نکالا جاوے تو پھر یہ آسانی سے نظر آسکتا ہے
کہ جو پانچ ہزار کے درمیان رقم اس مشن کو انگریزی اردو رسالہ کے فنڈ سے ملی ہے۔ اور ابھی امر کے
لئے میں خدا تعالیٰ کا ہی لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایسا کرنے کی توفیق دی
اور میں نہایت عجز و الحاح سے جناب باری میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی مجھے ایسا کرنیکی توفیق دے
کہ میں ان رسالجات کے منافع کو اس کام پر لگا دیا کروں اور خدا وہ دن بھی مجھ پر لاوے کہ میں ان
رسالجات کی ایڈیٹری کا بھی معاوضہ نہ لوں اور ان کی کل کی کل آمد اس مشن کی نذر کروں آمین

فہرست زر امداد از حیدر آباد دکن :-

بہ سکہ انگریزی		بہ سکہ حالی	
عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر ...	تین ہزار روپے	از نظام کلب بار اول	للعار
		جنابہ مسز سید محمود صاحبہ	مار
عالیجناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر	عمار ؏	جنابہ مسز نواب عماد الملک بہادر	عمار
عالیجناب نواب فیاض الدولہ صاحب بہادر	مار ریے	انجمن خواتین اسلام بلدہ حیدر آباد	سمار
عالیجناب مسٹر حیدری صاحب	سمار	عالیجناب نواب بشیر جنگ بہادر	للعار
محل نواب ممتاز یار الدولہ بہادر	مار	معرفت جناب ڈاکٹر فقیہ الدین صاحب	مار ؏
عالیجنابہ مسز المالطیفی صاحبہ	مار	جناب ہاشم معز الدین صاحب	مدے ؏
میاں صلاح الدین صاحب عزیز نواب حاکم الدولہ صاحب بہادر مرحوم ...	سے ؏	عالیجناب نواب بہرام الدولہ بہادر	مار
		از معلوم الاسم صاحب بر اسٹیشن پربھنی	؏
جناب میجر عظمت اللہ شاہ صاحب	؏	سیٹھ محمد موسیٰ صاحب سکندر آباد	؏
جناب کپتان فرحت علی صاحب	عہ	جناب مولوی عبد العلی صاحب وکیل بابت دعوت	؏
؍؍ ؍؍ عنایت علی صاحب	؏	جناب غازی الدین احمد صاحب	؏
جنابہ مس نصیر الدین تیموری صاحبہ	؏	جناب شجاع الدین طیب جی صاحب	؏
جناب سید معظم علی صاحب	؏	از نظام کلب بار دوم ماعسہ بہ تفصیل ذیل :-	
جناب مولوی حمید الدین صاحب	سے	نواب میر محمد علی صاحب بہادر	؏
جناب محمد اکرام حسین صاحب	؏	نواب مہر الدولہ صاحب بہادر	؏
جناب مولوی غازی الدین صاحب	؏	مولوی غلام محمد صاحب	؏
عالیجناب مسٹر حیدری صاحب منجانب مسز حیدری صاحبہ	مار	نواب میر نور رشید علی صاحب	؏
نواب عزیز جنگ بہادر	؏	جناب محمد عبد الجبار صاحب	؏
مرزا نصر اللہ خان صاحب	مار	نواب اسحاق جنگ صاحب	؏
نظام کلب* بار سوم	سامیلیسہ	میزان ۳۱۸۰ ؍ ۲ ؍ ۶ پائی ؍؍ جو بحساب فی صدی ۹ ؍ ۱۰ پائی شاون برابر ہوئے بہ سکہ انگریزی ۲۶۵۰	
*تفصیل بسکہ حالی جو دفتر کلب سے آئی وہ حسب ذیل ہے		*اس کی تفصیل دفتر کلب سے دریافت کی گئی ہے جو آنے پر درج رسالہ کی جاوے گی +	
مولوی عبد الباقر صاحب	؏		
نواب عزیز یار جنگ بہادر	عہ		

*نواب مرحوم جو دیکھتے دیکھتے ہم میں سے رخصت ہوئے اس مشن کے سچے خیر خواہ تھے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ بعد از جنگ رخصت میرا ایک کافی میعاد کے لئے میرے ساتھ وو کنگ میں آکر رہیں گے اور اپنے ایک کافی رقم چندہ دیا جو چندہ

نواب مرزا فرمان علی صاحب عــہ

مولوی میر احمد علی صاحب مار

مولوی حامد حسین صاحب عــہ

ڈاکٹر عبد الحی صاحب عــہ

مولوی غلام محمد صاحب تعلقہ دار صــہ

مولوی قاسم الدین صاحب عــہ

مولوی غلام محی الدین صاحب عــہ

نواب سردار یار جنگ بہادر صــہ

نواب نظیر جنگ بہادر صہ

مولوی غلام قادر صاحب گرامی عــہ

مولوی سید احمد صاحب محاسب صدر صــہ

میزان للعارصہ بہ سکہ انگریزی مار للعــہ

بہ تفصیل ذیل :۔ منی آرڈر مار للعــہ

فیس منی آرڈر ۸ر

بہ قبضہ کلب ۵ر

(تفصیل چندہ وصول شدہ)

کلب مذکور سے اور چندہ بھی ۱۹۱۶ء میں وصول ہوا جو اس حساب ۱۹۱۵ء میں شامل نہیں کیا لیکن اس کی تفصیل یہاں دیجاتی ہے۔

بار چہارم بماہ فروری ۱۹۱۶ء بہ سکہ انگریزی مار صــہ

بہ تفصیل ذیل :۔ مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی .... مار

مولوی میر فیض الرحمن صاحب بلگرامی صــہ

مولوی سید محمد محسن صاحب ” صــہ

مولوی ابو محمد صاحب عــہ

مولوی خواجہ شجاعت اللہ صاحب صــہ

بجٹ از بار سوم میزان مار صــہ

جو بہ سکہ انگریزی مار صــہ

منی آرڈر مار صــہ

فیس منی آرڈر ۱۰ر

بہ قبضہ کلب ۴ر

رقم حیدر آباد میں سے صرف اُن رسالجات اردو انگریزی کی قیمت جو بعض عطا کنندگان امداد کے نام جاتے ہیں اور اس فہرست میں بعض اصحاب کی تو قیمت رسالہ ہی ہے۔ منہا کر کے باقی کل رقم نقشہ بالا میں بمد امداد حیدر آباد دکھلادی ہے۔ عالیجناب مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر نے علاوہ مالی امداد مشن کے ایک بیش بہا خلعت میری ذات کے لیے بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی طرف سے علاوہ ان اشفاق کریمانہ و مراحم خسروانہ کے جو انھوں نے میرے قیام حیدر آباد میں مجھ پر مبذول فرمائی۔ انھوں نے ایک ہزار روپیہ کلدار بطور رخصتانہ مجھے عنایت فرمایا۔ آپ نے خاص محل شاہی میں اپنے حضور میرا لکچر کرایا۔ اور لکچر سن کر اظہار خوشنودی میں دو صد روپیہ کلدار ماہواری کا منصب میرے لیئے منظور فرمایا۔ جو تاریخ لکچر سے جاری ہوا۔ اور اس کا عملدرآمد ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ اس موقعہ پر میں خصوصاً بزرگان حیدر آباد کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ مجھے وہاں کے اصحاب میں ایک خاص زندگی ایک خاص محبت اسلام ایک خاص خلوص قومی و عزم نظر آیا۔ میں نے وہاں کی بعض خواتین کو اور علاقوں کے فرقہ ذکور سے بہتر پایا۔ ہر ایک وضیع و شریف نے میری ساتھ جو سلوک کیا اس کا اجر اللہ تعالےٰ ہی اُن کو دے۔ آمین ثم آمین *

کوئی طریق مراعات بزرگان حیدرآباد نے میرے ساتھ نہیں چھوڑا۔ امداد کی رو سے بھی کل دیگر مسلم برادران ہند کے مقابل صرف ایک بلدہ حیدرآباد کے مسلمانوں نے نہایت دریادلی سے اس مسلم مشن کی امداد کی۔ اگر ایک اس بلدہ کے بزرگ اس طرف توجہ کرلیں تو ووکنگ مشن بہت حد تک مالی مشکلات سے بچ جاتا ہے۔

مجھے اخیر میں علی الخصوص مسز سروجنی نائیڈو کا اس لیئے شکریہ ادا کرنا ہے۔ کہ آپ نے ایک غیر مسلم کی حیثیت میں میرے ساتھ ایک مسلمہ کا سا سلوک کیا۔ میرا کوئی ہی لیکچر ہوگا اس میں آپ موجود نہ تھیں۔ میرے مشن سے آپ کو ازحد دلچسپی ہے۔ آپ نے اسکی مالی امداد کا بھی بوجہ احسن انتظام کیا۔ یہ آپ کی ہی تجویز تھی کہ ایک تھیٹر میں بذریعہ ٹکٹ کے میرا لیکچر ہوا جو ازحد کامیاب ہوا۔ اس کی آمد جمع ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں بذریعہ نواب خدیو جنگ بہادر مجھے ملی جو ۱۹۱۶ء کے حساب میں درج کی گئی +

حضرت مسیحؑ کا مذہب کیا تھا۔

عہد جدید میں بعض ایسی عبارتیں ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا مذہب صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میں یوحنا باب کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جہاں اس مقدس معلم کے سخت اضطراب اور گہرے اندیشہ کا ذکر ہے جو آپ کو ایسے خطرناک دکھ اور مصیبت کے وارد ہونے پر لاحق ہوا۔ جناب مسیحؑ کو اپنی سلامتی کے اندیشہ سے اپنی مشن کے صحیح مفہوم کا فکر کسیطرح کم نہ تھا۔ چنانچہ دیگر انبیاء کی طرح آپ نے بھی دین کی بنیاد کو تمام چیزوں پر مقدم رکھا جب موت آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اس وقت آپ کے دل و دماغ میں کس چیز کا غلبہ تھا۔ ہاں اسی دین حقہ کا جس کی اشاعت کے واسطے آپ مامور کیئے گئے تھے۔ وہ تعلم با صداقت ہے جسے آپ نے اپنی گرفتاری کے وقت اعلان فرمایا۔" اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وے تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"۔ ملاحظہ ہو یوحنا

کی انجیل باب ۱۷ آیت ۳ +

یہی ایک سچی تعلیم بھی اور یہی جناب مسیح علیہ السلام کا دین تھا۔ یہ آپ کو یقین تھا۔ اور اسی کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی خدا تعالےٰ کے سچے تصور کا نام ہے اور اسی سے اعمال صالح کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے "واحد سچے خدا کے علم" کو "ہمیشہ کی زندگی" سے مطابقت دی ہے۔ کیونکہ اول الذکر موخرالذکر کے لیئے لازمی ہے۔ الغرض مسئلہ توحید باریتعالےٰ پر آپ نے سخت زور دیا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی یعنی اس دنیا اور آیندہ کی راحت و آرام کی زندگی روح کی ایک آرزو ہوتی ہے۔ اور اس وقت جب جناب مسیحؑ نے یہ سمجھا کہ اب میرا وقت قریب آگیا تو آپ نے اپنے لوگوں کو واضح طور سے تبلادیا کہ کسطرح ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے صاف اور متین الفاظ میں تبلایا کہ اکیلے سچے خدا پر ایمان رکھنا چاہیئے۔

اُسی باب کی سترھویں آیت میں مذکور ہے "انھیں اپنی سچائی سے پاک کر۔ تیرا کلام سچائی ہے" پھر چھبیسویں آیت میں اس طرح آیا ہے " اور میں نے تیرا نام اُن پر ظاہر کیا۔ اور ظاہر کرونگا تاکہ وہ پیار جس سے تو نے مجھسے پیار کیا ہے ان میں ہو اور میں اُن میں ہوں چھٹی آیت میں بھی لکھا ہے کہ "میں نے تیرے نام کو اُن آدمیوں پر ظاہر کیا ہے" متی اور لوقا نے بھی اسی تعلیم کو جناب مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سوال پر کہ "اے اُستاد شرع میں بڑا حکم کونسا ہے" مندرجہ ذیل اہم جواب دیا گیا ہے۔

"یسوع نے اُس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر۔ پہلا اور بڑا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اُس کے مانند ہے۔ کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو۔ انھیں دو احکام پر ساری شرع اور سب انبیا کی باتیں موقوف ہیں" (متی باب ۲۲ آیت ۳۷ تا ۴۰) +

یہ تعلیم جو صاف اور پر زور الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ ہمہ اقسام کے مشرکانہ خیالات اور مسئلہ تثلیث کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اگر ہم واحد خدا کی اپنی سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے عبادت کریں تو پھر کسی دوسرے معبود کی گنجائش نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں صداقت قطعی اور تمام ہے۔ الغرض تمام انبیاء نے صداقت کے علاوہ کچھ بھی تعلیم نہیں کی۔ ایسا

اس امر سے کہ جناب مسیح کی وہی تعلیمات تھیں جو دیگر انبیاء نے دیں۔ آپ کی مشن کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ جو طرز تبلیغ آپ نے اختیار کی۔ اُس سے صرف یہی ثابت کرنا مقصود نہ تھا کہ جملہ انبیاء کی بعثت کا مدعا توحید الٰہی تھا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی بتلانا چاہا کہ بقول یہود آپ مکار نہ تھے بلکہ آپ ایک سچے رسول تھے۔ خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کے بعد جناب مسیح نے اپنے نام کے ساتھ الفاظ "جسے تو نے بھیجا" زیادہ کئے تاکہ پیرووں کو یہ معلوم ہو کہ آپ خدا تعالیٰ کے ایک رسول تھے نہ معبود۔ ہندوستان میں کرشن اور رامچندر خدا مانے جاتے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے۔ بدھ بھی ایک معصوم ذات سمجھا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے جناب مسیح کے پیرووں نے بھی آپ کی آخری ہدایات کو ترک کر کے آپ کو معبود بنا لیا۔ اُنکے اس فعل پر آپکی روح کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا۔ کیونکہ آپکے اس بات کا اعلان کرنے کے لئے کہ میں خدا کا ایک رسول ہوں۔ کس قدر تکلیفیں اور مصائب برداشت کئے۔ بہرحال جو کچھ بھی پیرو کر رہے ہیں آپ اُن سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا کام حسن و خوبی انجام دیدیا۔ غالباً آپکو پہلے سے یہ گمان تھا کہ آپ کے پیرو اصلیت سے دور جا پڑیں گے۔ کیونکہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے "جب تک کہ میں اُن کے ساتھ دنیا میں تھا۔ تب تک میں نے تیرے نام سے ان کی حفاظت کی" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۲)۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو خوش کرنے کا اب صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو تعلیم آپ نے دی اُس پر ایمان قائم ہو۔ چنانچہ یوحنا باب ۱۷ آیت ۳ میں مرقوم ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اسکے ایک رسول ہیں۔

اسی قسم کی تعلیم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آنحضرت صلعم نے غلطی ہو جانے کی کوئی بھی گنجائش نہیں رکھی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام کا جزو رکھ دیا جسے روزمرہ ایک مسلم بچہ۔ مرد۔ عورت۔ اعلیٰ ادنےٰ۔ مشرقی۔ مغربی ورد کرتا رہتا ہے۔ اور یہ کلمہ ہمیشہ یاد دلاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی پرستش ہرگز نہ کی جائے۔ بلکہ آپ کو خدا تعالیٰ کا رسول سمجھنا چاہیئے اور صرف واحد خدا کی عبادت کرنی چاہیئے جس کی تعلیم صرف آنحضرت صلعم ہی نے نہیں دی بلکہ تمام انبیاء نے دی۔

اُجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاوے گا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہار درج کرانے کا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا +

مینیجر رسالہ

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	ایک بار	انداز صفحہ
۱۲عہ	للعہ۸/	عگر/	عہ/	¼ چوتھائی
۱۵ صہ	لعہ/	صہ/	عگار	نصف
۳۰ سہ	۱۸ صہ	۱۰ عہ	للعہ/	پورا

نوٹ :- باقی امورات خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

امرت دھارا صابن

جلدی امراض کے واسطے خالص امرت دھارا کی جگہ ہم نے امرت دھارا داخل کر کے صابن تیار کرایا ہے۔ جس کے استعمال سے نہ صرف جلدی امراض داد چنبل۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ خارش۔ پتی وغیرہ دور ہوتی ہیں بلکہ چہرہ پر ملنے سے چہرے کے کیل۔ چھائیاں وغیرہ کو دور کرتا ہے چمڑے ملائم اور خوبصورت بناتا ہے۔ اور بچوں کو ملکر نہلانے سے ان کو جلدی امراض نہیں ہوتی ہیں۔ نیز ڈس انفکٹنٹ ہے۔ مریضوں کو دیکھنے کے بعد اس سے ہاتھ صاف کرنے سے جرم فوراً ہلاک ہوتے ہیں۔ اور بیماری کا خطرہ نہیں رہتا کوئی دوائیہ صابن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے جتنی امرت دھارا اس میں ڈالی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں قیمت ہم نے بہت ہی کم رکھی ہے۔ یعنی ۱۲؍ فی بکس ۳ ٹکیہ فی ٹکیہ ۵؍

المشتہر منیجر کارخانہ امرت دھارا برانچ (یا) لاہور

امرت دھارا ٹوتھ پوڈر

امرت دھارا کی منجن ٹکیہ

جس طرح سے ولایت سے پیپرمنٹ کی ٹکیہ آتی ہیں ویسی ہی ٹکیہ امرت دھارا داخل کر کے ہم نے تیار کروائی ہیں۔ جن کو منہ میں رکھ کر چوستے رہنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے نیز دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ دانتوں میں کیڑا نہیں لگتا۔ منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔ بلغم۔ کھر کھری کھانسی وغیرہ نہیں ہوتی ہے۔ بچے بھی ان کو کھا کر امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔

قیمت سو ٹکیہ صرف ۴؍

المشتہر منیجر کارخانہ امرت دھارا برانچ (یا) لاہور

معاونین اشاعت اسلام توجہ فرماویں

اس جنگ کے باعث جہاں اور چیزیں گراں ہو گئی ہیں۔ وہاں کاغذ کی قیمت آگے سے ڈیوڑھی سے بھی زیادہ ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اب کیا کریں۔ قیمت رسالہ ہم بڑھا نہیں سکتے اور جس کاغذ پر خصوصاً پچھلے سال رسالہ چھپنا رہا ہے اس کی گنجائش نہیں۔ بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ کاغذ سابق کے قریب قریب ہی لگایا جاوے۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ کاغذ دن بدن قیمت میں گراں ہوتا جاتا ہے۔ اور موجودہ حالات کے ماتحت گنجائش نہیں رہتی۔ ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ رسالہ کی قیمت بڑھا دیں۔ ہاں معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے متعلقین میں اس رسالہ کی اشاعت بڑھانے کا انتظام فرماویں۔ اگر خریداری اس کی بڑھ جاوے تو پھر اس کمی کاغذ کے نقص بھی آسانی سے دور ہو سکتے ہیں۔

اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب

یعنی

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان

اس نادر کتاب میں فاضل مصنّف نے یہ ثابت کیا ہے کہ عربی زبان نہ صرف کل دنیا جہان کی زبانوں کی ماں ہی ہے۔ بلکہ یہ کہ یہ الہامی زبان بھی ہے۔ دلائل بالکل فلالوجی (علم اللسان) کے اصولوں پر دیئے ہیں یورپین ماہرین علم اللسان کے دلائل پر فاضلانہ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ پھر ایسے ادق مضمون کو نہائیت ہی دلچسپ اور سلیس زبان میں لکھا ہے قیمت صرف دس آنے جو اب تخفیف کردہ ہے۔ ۔ ۔ (۱۰ر) فی جلد

اسوہ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں آویگا۔

نوٹ:۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا + قیمت صرف ۴ر

پتہ

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

نکات القرآن حصہ سوم مصنفہ حضرت امیر مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے چھپ کر تیار ہے۔ قیمت بہت تھوڑی بے بہا جواہرات کا خزانہ صرف ۸ر علاوہ محصول